إِنَّا سَمِعْنَا قُرْآنًا عَجَبًا يَهْدِي إِلَى الرُّشْدِ

تفسیر القرآن العظیم

www.KitaboSunnat.com

قرآناً عجباً

مختصر سوال و جواب کی صورت میں

لَنْ تَنَالُوا - 4

نگہت ہاشمی

ALNOOR-PUBLICATIONS
النور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام

محدث لائبریری

کتاب وسنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

معزز قارئین توجہ فرمائیں

- کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب ... عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ (Download) کرنے کی اجازت ہے۔

تنبیہ

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے

کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

PDF کتب کی ڈاؤن لوڈنگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے درج ذیل ای میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیں۔

KitaboSunnat@gmail.com

library@mohaddis.com

إِنَّا سَمِعْنَا قُرْآنًا عَجَبًا يَّهْدِيْ إِلَى الرُّشْدِ

تفسیر القرآن العظیم

قرآنا عجبا

مختصر سوال و جواب کی صورت میں

لَنْ تَنَالُوا-4

نگہت ہاشمی

ALNOOR PUBLICATIONS
النور

www.KitaboSunnat.com

جملہ حقوق بحق ادارہ محفوظ ہیں

نام کتاب : قُرْآنًا عَجَبًا (پارہ: 4)

مصنفہ : نگہت ہاشمی

طبع اول : مئی 2020ء

طبع دوم : نومبر 2021

طبع سوم : نومبر 2023

تعداد : 1100

ناشر : النور انٹرنیشنل

لاہور : 59-C2، فیروز پور لنک روڈ، لاہور

فون نمبر : 0336-4033045, 042-37500049, 042-37500048

کراچی : گراؤنڈ فلور کراچی بیچ ریزیڈنسی نزد بلاول ہاؤس، کلفٹن بلاک III، کراچی

فون نمبر : 0336-4033034 - 021-35292341-42

فیصل آباد : A-121 فیصل ٹاؤن، ویسٹ کینال روڈ، فیصل آباد

فون نمبر : 03364033050, 041-8759191

ای میل : sales@alnoorpk.com

ویب سائٹ: www.alnoorpk.com

فیس بک : Nighat Hashmi, Alnoor International

پرنٹنگ اینڈ ڈیزائننگ

دارالسلام قرآن پرنٹنگ کمپلیکس، کوٹ عبدالمالک انٹرچینج، لاہور

+92-321-8484569 | +92-300-1001345

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عرض ناشر

الحمدلله رب العلمین والصلاۃ والسلام علی النبي الکریم وعلی آلہ وصحبہ أجمعین.

تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے اور بہترین انجام متقین کے لیے ہے۔ قارئین کرام! ہمیں جو زندگی عطا کی گئی وہ نہایت مختصر ہے۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے: ؎ آ کے بیٹھے بھی نہ تھے کہ نکالے بھی گئے

دلی تمنا ہے کہ زندگی گزارنے کی جو مہلت ملی ہے، اس میں ایسا کام کر جاؤں کہ جب اس جہان سے چلی جاؤں، اگلی زندگی کے انتظار میں قبر میں رکھ دی جاؤں تو میری کتابِ زندگی، میرا نامہ اعمال بند نہ ہو، ایسی نیکیوں کے لیے کھلا رہے جو باقی رہنے والی زندگی کے کام آئیں۔ نبی ﷺ نے فرمایا: «أَحَبُّ النَّاسِ إِلَى اللهِ أَنْفَعُهُمْ لِلنَّاسِ» ''لوگوں میں سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ وہ ہے جو لوگوں کے لیے نفع مند ہو۔'' (سلسلہ احادیث صحیحہ: 906)

دنیا کا سب سے قیمتی علم ''قرآن مجید'' کا ہے۔ فرمانِ نبوی ہے: «خَيْرُكُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْآنَ وَعَلَّمَهُ» ''تم میں سے سب سے بہترین وہ ہے جو قرآن مجید کو خود سیکھے اور دوسروں کو سکھائے۔'' (صحیح البخاری: 5027)

معلوم ہوا کہ قرآن مجید کو سیکھنے اور سکھانے سے بڑھ کر کوئی نیکی نہیں اور سب سے بڑا تعاون ''طالب علم'' کے لیے آسانیاں پیدا کرنا ہے۔ جدید دور کے تقاضوں کے مطابق قرآن مجید کی تفسیر کو عام فہم انداز میں پیش کرنا نہایت ضروری ہے۔ جہاں آسان الفاظ کا انتخاب ضروری ہے، وہیں اس کے مضامین کو عام فہم اسلوب میں پیش کرنا بھی ضروری ہے۔

تفسیر «قرآنًا عجبًا» میں سوال و جواب کے انداز میں ایسے نکات پر روشنی ڈالی گئی ہے جن پر غور و فکر کرنے کی ضرورت ہے۔ اس تفسیر میں سوال اٹھا کر اور جواب کو سادگی کے ساتھ مختلف نکات میں بانٹ کر جو آسانی پیدا کر دی گئی ہے اس کی وجہ سے معزز قارئین کے لیے قرآن مجید کو سیکھنے اور سکھانے میں سہولت پیدا ہوگی۔ **وللہ الحمد!**

اللہ تعالیٰ کا پیغام «قرآنًا عجبًا» کی صورت میں ''گھر گھر تک، دنیا بھر تک'' پہنچانا چاہتے ہیں اور اجر کی امید بھی اسی سے رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی رسی ''قرآن مجید'' کو ہر ہاتھ میں تھمانا چاہتے ہیں جس کا ایک سرا بندے کے ہاتھ میں اور دوسرا سرا ہمارے ''رب'' کے ہاتھ میں ہے۔ کیا آپ اللہ تعالیٰ کی رسی کو خود تھام کر دوسروں کو نہیں تھمائیں گے؟

قرآن سیکھیں ـــــ دوسروں کو سکھائیں   خود پڑھیں ـــــ دوسروں کو پڑھوائیں

ایک آیت روزانہ گھر والوں میں بیٹھ کر، کسی آفس میں، کسی بھی مقام پر پڑھنا مشکل نہیں۔ ذوق ہو تو زیادہ بھی پڑھ سکتے ہیں۔ آیئے! بے مثال زندگی کے لیے آج ہی سے اس کا آغاز کریں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

دعاؤں کی طلب گار: **فائزہ خان** (مینیجنگ ڈائریکٹر النور پبلیکیشنز)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

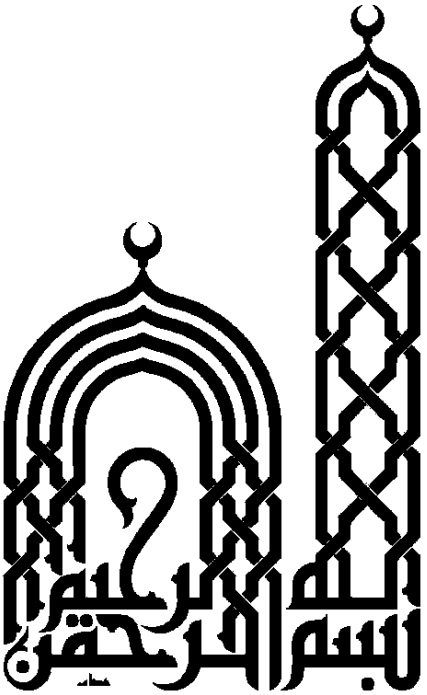

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ ۬ؕ وَ مَا تُنْفِقُوْا

''تم ہرگز پوری نیکی حاصل نہیں کرو گے یہاں تک کہ تم ان چیزوں میں سے خرچ کرو جن سے تم محبت رکھتے ہو اور جو بھی تم

مِنْ شَیْءٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِیْمٌ﴾

خرچ کرو گے اس کو یقیناً اللہ تعالیٰ پوری طرح جاننے والا ہے'' (92)

سوال: نیکی کا معیار کیا ہے، اس کی وضاحت ﴿لَنْ ... عَلِیْمٌ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ﴾ ''تم ہرگز پوری نیکی حاصل نہیں کرو گے یہاں تک کہ تم ان چیزوں میں سے خرچ کرو جن سے تم محبت رکھتے ہو'' نیکی کا معیار اللہ تعالیٰ کی راہ میں دل پسند چیز خرچ کرنا ہے۔ اس خوبی میں جتنا نقص ہوگا اتنا ہی نیک ہونے میں نقص ہوگا۔

(2) اپنی محبوب ترین چیز اللہ تعالیٰ کی راہ میں قربان کر کے، عمدہ اشیاء خرچ کر کے، ضرورت مند ہونے کے باوجود ضرورت کی چیز اللہ تعالیٰ کی راہ میں دے کر نیکی کے اعلیٰ معیار تک پہنچا جا سکتا ہے۔

(3) (i) ﴿الْبِرَّ﴾ ''نیکی'' سے مراد عمل صالح یا جنت ہے۔ (فتح القدیر)

(ii) ﴿الْبِرَّ﴾ ''نیکی'' سے مراد کمال خیر، رحمت، رضا اور جنت ہے۔ (تفسیر بیضاوی: 64/2)

(iii) بر میں ہر قسم کی نیکی اور ثواب کے کام شامل ہیں جو کرنے والے کو جنت میں پہنچاتے ہیں۔ (تفسیر سعدی: 391/1)

(4) ایمان کی نشانی دل پسند مال سے اخلاص کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنا ہے۔

(5) سیدنا ابوطلحہ رضی اللہ عنہ مدینہ کے انصار میں اپنے کھجور کے باغات کی وجہ سے سب سے زیادہ مال دار تھے اور اپنے باغات میں سب سے زیادہ پسند انہیں بیرحاء کا باغ تھا۔ یہ باغ مسجد نبوی کے سامنے تھا اور رسول اللہ ﷺ اس میں تشریف لے جایا کرتے اور اس کا میٹھا پانی پیا کرتے تھے۔ سیدنا انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ جب یہ آیت نازل ہوئی: ﴿لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ﴾ یعنی ''تم ہرگز نیکی کے مقام کو نہیں پہنچ سکتے جب تک تم ان چیزوں میں سے خرچ نہ کرو جن سے تم محبت رکھتے ہو'' تو یہ سن کر ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: ''اے اللہ کے رسول ﷺ! اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے کہ تم اس وقت تک نیکی کو نہیں پا سکتے جب تک تم اپنی پیاری سے پیاری چیز نہ خرچ کرو اور مجھے

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

بیرحاء کا باغ سب سے زیادہ پیارا ہے۔ اسی لیے میں اسے اللہ تعالیٰ کی راہ میں خیرات کرتا ہوں اور اس کی نیکی اور اس کے ذخیرۂ آخرت ہونے کا امیدوار ہوں۔ اللہ تعالیٰ کے حکم سے جہاں آپ ﷺ مناسب سمجھیں اسے استعمال کریں۔'' راوی نے بیان کیا کہ یہ سن کر اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: ''خوب یہ تو بڑی ہی آمدنی کا مال ہے۔ یہ تو بہت ہی نفع بخش ہے۔ جو بات تم نے کہی وہ میں نے سن لی اور میں مناسب سمجھتا ہوں کہ تم اسے اپنے نزدیکی رشتے داروں کو دے ڈالو۔'' ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے کہا: ''یا رسول اللہ ﷺ! میں ایسا ہی کروں گا۔'' چنانچہ انہوں نے اسے اپنے رشتہ داروں اور چچا کے لڑکوں کو دے دیا۔ (بخاری:1461)

(6) سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے عرض کی: اے اللہ کے رسول ﷺ! مجھے خیبر میں سے جو حصہ ملا ہے اس سے بڑھ کر نفیس مال مجھے آج تک حاصل نہیں ہوا، میں نے ارادہ کیا ہے کہ میں اسے صدقہ کر دوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اصل اپنے پاس رکھو اور اس کے پھل کو اللہ تعالیٰ کے راستے میں تقسیم کر دو۔'' (ابن ماجہ:2397)

(7) سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے ارشاد فرمایا: مجھے میری لونڈی مرجانہ بہت مرغوب ہے اسے آزاد کیے دیتا ہوں۔ (سراج البیان:145/1)

(8) ﴿حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ﴾ ''یہاں تک کہ تم ان چیزوں میں سے خرچ کرو جن سے تم محبت رکھتے ہو'' اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ ساری محبوب چیزیں نہیں بلکہ ان میں سے کچھ اللہ تعالیٰ کی راہ میں دینی ہیں۔

(9)(i) نیکی کے اعلیٰ معیار تک وہ شخص پہنچنا چاہتا ہے جو اللہ تعالیٰ سے کمال درجے کی محبت رکھتا ہو اور کمال درجے کی عجز و انکساری رکھتا ہو جیسا کہ رب العزت نے ارشاد فرمایا: ﴿اِنَّهُمْ كَانُوْا يُسٰرِعُوْنَ فِي الْخَيْرٰتِ وَيَدْعُوْنَنَا رَغَبًا وَّرَهَبًا ۭ وَكَانُوْا لَنَا خٰشِعِيْنَ﴾ ''یقیناً وہ نیک کاموں میں جلدی کرتے تھے اور ہمیں رغبت اور خوف سے پکارتے تھے اور ہمارے لیے عاجزی کرنے والے تھے۔'' (الانبیاء:90)

(ii) کمال محبت حاصل کرنے والا اپنی ہر چیز، مال، عزت اور اقتدار وغیرہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں قربان کر کے نیکی کے اعلیٰ معیار تک پہنچنا چاہتا ہے۔

(10) چونکہ بندوں کو ہر انداز میں خرچ کرنے کا ثواب ملتا ہے، کم ہو یا زیادہ، دل پسند چیز ہو یا نہ ہو اور ﴿لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ﴾ ''تم ہرگز پوری نیکی حاصل نہیں کرو گے یہاں تک کہ تم ان چیزوں میں سے خرچ کرو جن سے تم محبت رکھتے ہو'' سے یہ وہم پیدا ہوتا ہے کہ جس چیز سے دلی محبت نہ ہو اسے خرچ کرنے پر ثواب نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ نے اس وہم کو دور کرنے کے لیے فرمایا: ﴿وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَيْءٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ﴾ ''اور جو بھی تم خرچ کرو گے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تو یقیناً اللہ تعالیٰ اس کو پوری طرح جاننے والا ہے۔'' اللہ تعالیٰ تمہیں تنگی میں نہیں ڈالتا بلکہ تمہاری نیت اور چیز کے فائدے کے مطابق تمہیں اس کا ثواب دیتا ہے۔ (تفسیر سعدی:391/1)

(11) اللہ تعالیٰ نے اپنی صفت ﴿عَلِيْمٌ﴾ کے توسط سے یہ شعور دلایا ہے کہ وہ تمہارے تمام اعمال کو اور تمہاری نیتوں کو پوری طرح جاننے والا ہے، تمہیں تمہاری نیتوں کے مطابق ان کی جزا دے گا۔ وہ خوب جانتا ہے کہ کس کے دل میں اللہ تعالیٰ کی کتنی محبت ہے؟ کس کو اللہ تعالیٰ کی رضا اور اس کی خوشی کتنی عزیز ہے؟ کون اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنی ضرورت کی چیزوں کو قربان کر کے نیکی کے اعلیٰ معیار تک پہنچنا چاہتا ہے؟ کون اللہ تعالیٰ کی راہ میں دل پسند چیز خرچ کرتا ہے؟

﴿كُلُّ الطَّعَامِ كَانَ حِلًّا لِّبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اِلَّا مَا حَرَّمَ اِسْرَآءِيْلُ عَلٰى نَفْسِهٖ مِنْ

''تمام کھانے بنی اسرائیل کے لیے حلال تھے مگر جو اسرائیل (یعقوب) نے اپنی جان پر حرام کر لیے تھے اس سے پہلے

قَبْلِ اَنْ تُنَزَّلَ التَّوْرٰىةُ ۭ قُلْ فَاْتُوْا بِالتَّوْرٰىةِ فَاتْلُوْهَآ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ﴾

کہ تورات نازل کی جاتی۔ آپ کہہ دیں تورات لاؤ پھر تم اس کو پڑھو اگر تم سچے ہو'' (93)

سوال 1: یہودیوں نے اسلام پر کون سے اعتراضات کیے تھے جن کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں؟

جواب: (1) یہودیوں نے پہلا اعتراض یہ کیا کہ مسلمان اگر ملت ابراہیمی پر ہیں تو اونٹ کا گوشت کیوں کھاتے ہیں اور اس کا دودھ کیوں پیتے ہیں؟ (2) ان کا دوسرا اعتراض یہ تھا کہ مسلمانوں نے قبلہ کیوں تبدیل کر لیا جب کہ بیت المقدس تمام انبیاء علیہم السلام کا قبلہ رہا ہے؟

سوال 2: کھانے پینے کی اشیاء جو بنی اسرائیل کے خیال میں تورات میں حرام اور قرآن میں حلال ہیں ان کی کیا حقیقت ہے، اس کی وضاحت ﴿كُلُّ الطَّعَامِ ... صٰدِقِيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) رب العزت نے اس کی حقیقت واضح کرتے ہوئے فرمایا: ﴿كُلُّ الطَّعَامِ كَانَ حِلًّا لِّبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ﴾ ''تمام کھانے بنی اسرائیل کے لیے حلال تھے'' کھانے پینے کی تمام اشیاء جو قرآن میں حلال ہیں وہ بنی اسرائیل کے لیے بھی حلال تھیں۔

(2) کچھ چیزیں بطور سزا بنی اسرائیل پر حرام کی گئی تھیں اس لیے کہ انہوں نے جرائم کا ارتکاب کیا تھا جیسا کہ سورۃ الانعام میں رب العزت نے فرمایا: ﴿وَعَلَى الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا كُلَّ ذِيْ ظُفُرٍ ۚ وَمِنَ الْبَقَرِ وَالْغَنَمِ حَرَّمْنَا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عَلَيْهِمْ شُحُوْمَهُمَآ اِلَّا مَا حَمَلَتْ ظُهُوْرُهُمَآ اَوِ الْحَوَايَآ اَوْ مَا اخْتَلَطَ بِعَظْمٍ ؕ ذٰلِكَ جَزَيْنٰهُمْ بِبَغْيِهِمْ ۫ وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ﴾ ''اوران لوگوں پر جو یہودی بن گئے ہم نے ہر ناخن والے جانور کو حرام کر دیا تھا اور گائیوں اور بکریوں میں سے ہم نے ان پر ان دونوں کی چربیاں حرام کر دیں سوائے اس کے جوان دونوں کی پیٹھوں یا انتڑیوں نے اٹھایا ہو یا جو کسی ہڈی کے ساتھ ملی ہوئی ہو، یہ ہم نے انہیں ان کی سرکشی کی وجہ سے سزا دی تھی اور بلاشبہ یقینا ہم ہی سچے ہیں۔'' (الانعام:146)

(3)﴿اِلَّا مَا حَرَّمَ اِسْرَآءِيْلُ عَلٰى نَفْسِهٖ مِنْ قَبْلِ اَنْ تُنَزَّلَ التَّوْرٰىةُ﴾ ''مگر جو اسرائیل (یعقوب) نے اپنی جان پر حرام کر لیے تھے اس سے پہلے کہ تورات نازل کی جاتی'' کچھ چیزیں تورات نازل کئے جانے سے پہلے سیدنا یعقوب علیہ السلام نے اپنے اوپر حرام کر لی تھیں۔ سیدنا یعقوب علیہ السلام نے یہ نذر مانی تھی کہ اگر اللہ تعالیٰ مجھے شفا دے گا تو میں کھانے پینے کی سب سے پیاری چیز چھوڑ دوں گا۔ جب انہیں صحت ملی تو انہوں نے اونٹ کا گوشت اور دودھ چھوڑ دیا۔ سیدنا یعقوب علیہ السلام کی اولاد نے بھی اسی طریقے کو اپنا لیا۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے زمانے میں یہ چیزیں حرام نہیں تھیں۔

(4)﴿قُلْ فَاْتُوْا بِالتَّوْرٰىةِ فَاتْلُوْهَآ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ﴾ ''آپ کہہ دیں تورات لاؤ پھر تم اس کو پڑھو اگر تم سچے ہو'' یہودیوں سے کہا گیا کہ اگر تمہیں یقین نہیں آتا تو تورات لاؤ اور اسے پڑھ کر سناؤ۔ اگر تم سچے ہو تو بات واضح ہو جائے گی۔

(5) ترمذی نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ یہودیوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ یعقوب نے اپنے لئے کس چیز کو حرام کیا تھا؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''وہ بادیہ میں رہتے تھے انہیں عرق النساء کی بیماری ہو گئی۔ انہیں بطور علاج یہی سمجھ میں آیا کہ اونٹ کا گوشت اور دودھ چھوڑ دیں چنانچہ انہوں نے اسے اپنے اوپر حرام بنا لیا۔'' یہودیوں نے کہا کہ آپ نے سچ کہا۔ احمد کی روایت سے پتہ چلتا ہے کہ انہوں نے دونوں چیزوں کو بطور نذر اپنے اوپر حرام کر لیا تھا۔ (مستدرک حاکم:3152)

سوال 3: کھانے پینے کی اشیاء میں اسلام کا اصول کیا ہے؟

جواب: (1) کھانے پینے کی ہر چیز اصلاً حلال ہے سوائے اس کے جس میں کوئی کراہت یا خرابی ہو۔

(2) بعض چیزیں مخصوص حالات کے پیش نظر حرام کی جاتی ہیں۔ حالات بدل جائیں تو حرمت ختم ہو جاتی ہے۔

﴿فَمَنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ﴾

''پھر جس نے اس کے بعد بھی اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھا تو وہی لوگ ظالم ہیں'' (94)

سوال 1: کون لوگ ظالم ہیں، اس کی وضاحت ﴿فَمَنِ افْتَرٰى ... الظّٰلِمُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جواب(1)﴿فَمَنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ﴾ ''پھر جس نے اس کے بعد بھی اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھا تو وہی لوگ ظالم ہیں'' اس سے بڑا ظالم کون ہوسکتا ہے جسے اللہ تعالیٰ کی کتاب کی روشنی میں فیصلہ کرنے کی دعوت دی جائے اور وہ تکبر اور سرکشی کی وجہ سے انکار کردے۔ ایسے ہی لوگ ظالم ہیں۔

(2)﴿مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ﴾ ''اس کے بعد بھی'' اس سے مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حق واضح ہوجانے کے بعد بھی جھوٹے اعتراضات کیے جائیں۔

(3)﴿فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ﴾ ''تو وہی لوگ ظالم ہیں'' ظالموں کا ظلم یہ ہے کہ (i) وہ سچائی پر پردہ ڈالتے ہیں۔ (ii) اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھتے ہیں۔ (iii) جھوٹے اعتراضات کرتے ہیں۔ (iv) سچائی کو تسلیم نہیں کرتے۔

سوال 2: اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھ کر انسان کس پر ظلم کرتا ہے؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھ کر انسان اپنی ذات پر ظلم کرتا ہے جب وہ اللہ تعالیٰ کے حلال کیے ہوئے کو حرام کرلیتا ہے۔ (2) جو احکامات اللہ تعالیٰ نے نہیں دیئے انہیں اس کی طرف منسوب کرکے انسان اللہ تعالیٰ پر ظلم کرتا ہے۔

﴿قُلْ صَدَقَ اللّٰهُ ۫ فَاتَّبِعُوْا مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا ۭ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ﴾

''آپ کہہ دو کہ اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا ہے، چنانچہ ابراہیم کی ملت کی پیروی کرو جو یک سو تھا اور مشرکوں میں سے نہ تھا'' (95)

سوال: ﴿قُلْ ... مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿قُلْ صَدَقَ اللّٰهُ ۫ فَاتَّبِعُوْا مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ﴾ ''آپ کہہ دو کہ اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا ہے چنانچہ ابراہیم کی ملت کی پیروی کرو'' اللہ تعالیٰ نے سچ واضح کردیا ہے کہ (i) بیت اللہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام اور سیدنا اسماعیل علیہ السلام نے تعمیر کیا تھا اور اللہ تعالیٰ نے اسے قبلہ اور جائے عبادت بنایا تھا۔

(ii) تمام کھانے بنی اسرائیل کے لیے حلال تھے مگر جو اسرائیل (یعقوب علیہ السلام) نے تورات نازل ہونے سے پہلے اپنے اوپر حرام کرلیے تھے۔ یعنی طعام کی یہ قسم پہلے حلال تھی بعد میں یعقوب علیہ السلام نے اپنے آپ پر حرام کرلی اور آپ کی اولاد نے بھی (آپ کے احترام میں) ان سے اجتناب کیا۔ پھر تورات میں سیدنا یعقوب علیہ السلام کی حرام کردہ چیزوں کے علاوہ کچھ دوسری حلال اور پاک چیزیں حرام کی گئیں۔ ثابت ہوگیا کہ اللہ تعالیٰ سچا ہے اور یہود جھوٹے ہیں اس لیے اب انہیں یہودیت چھوڑ کر ملت ابراہیم یعنی دین اسلام کو اختیار کرلینا چاہیے۔

(2)﴿فَاتَّبِعُوْا مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ﴾ ''چنانچہ ابراہیم کی ملت کی پیروی کرو'' یعنی ملت اسلام ہی اصل میں ملت ابراہیم

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہے۔(تفسیر بیضاوی:67/2)

(3) ملت ابراہیم سے مراد زندگی کے وہ طور طریقے، وہ دین ہے جو سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے اپنی زندگی میں اختیار کیا یعنی اللہ تعالیٰ کو ایک ماننا، اس کے لیے یک سو رہنا اور اس کے لیے اپنا سب کچھ قربان کرنے کے لیے تیار رہنا۔

(4) ملت ابراہیم توحید پر قائم ہے اور وہ قرآن مجید کی شریعت ہے جس کو محمد ﷺ لے کر آئے اور وہ حق ہے جس میں کوئی شک نہیں۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿قُلْ اِنَّنِيْ هَدٰىنِيْ رَبِّيْٓ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۚ دِيْنًا قِيَمًا مِّلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا﴾ ''آپ کہہ دیں: ''میرے رب نے مجھے سیدھی راہ دکھلائی ہے کہ وہ ایک مضبوط دین ہے، ملت ابراہیم ہے جو ایک ہی طرف کے تھے، مشرکوں میں سے نہ تھے۔'' (الانعام:161)

(5) ﴿حَنِيْفًا﴾ ''حنیف'' یک سو کو کہتے ہیں، وہ جو ایک ہی طرف اپنا رخ کرنے والا ہو یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف رخ کرنے والا ہو۔

(6) ﴿وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ﴾ ''اور مشرکوں میں سے نہ تھا'' سیدنا ابراہیم علیہ السلام یک سو تھے اور وہ مشرک نہیں تھے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ وہ صرف اللہ تعالیٰ سے امید باندھنے والے، اسی پر بھروسہ کرنے والے، اسی کو اپنا سب کچھ بنانے والے تھے۔

(7) اس سے معلوم ہوا کہ یہودی وغیرہ جو ابراہیم علیہ السلام کے طریقے پر نہیں وہ مشرک ہیں، موحد نہیں۔ (تفسیر سعدی:393/1)

(8) یہودی اپنے آپ کو سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے وارث کی حیثیت سے پیش کرتے تھے اس لیے انہیں سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے دین کی حقیقت بتائی گئی کہ ہر قسم کے شرک سے نفرت کرنا اور صرف اللہ تعالیٰ کی طرف رخ کرنا ہی اصل دین ابراہیمی ہے اس لیے اس کی پیروی کرو۔

﴿اِنَّ اَوَّلَ بَيْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِيْ بِبَكَّةَ مُبٰرَكًا وَّهُدًى لِّلْعٰلَمِيْنَ﴾

''یقیناً پہلا گھر جو لوگوں کے لیے بنایا گیا وہی ہے جو مکہ میں ہے، تمام جہانوں کے لئے بابرکت اور ہدایت ہے'' (96)

سوال 1: اللہ تعالیٰ کے پہلے گھر کعبۃ اللہ کی صفات کی وضاحت ﴿اِنَّ اَوَّلَ ... لِّلْعٰلَمِيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: ﴿اِنَّ اَوَّلَ بَيْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِيْ بِبَكَّةَ﴾ ''یقیناً پہلا گھر جو لوگوں کے لیے بنایا گیا وہی ہے جو مکہ میں ہے'' اللہ تعالیٰ کے پہلے گھر کعبۃ اللہ کی پانچ صفات بیان کی گئی ہیں۔

(1) کعبہ دنیا میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لیے مقرر کیا جانے والا سب سے پہلا گھر ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(2)﴿مُبٰرَكًا﴾ "بابرکت" برکت والا ہے۔ برکت کا مطلب خیر کا دوام اور کثرت ہے۔ اس میں بہت سی برکتیں اور دینی ودنیاوی فوائد موجود ہیں۔ دنیا میں اتنی برکت والا، اس قدر کثیر اور دائمی خیر والا، اور مخلوق کے لیے اس قدر فوائد کا حامل کوئی گھر موجود نہیں۔

(3)﴿وَّهُدًى لِّلۡعٰلَمِيۡنَ﴾ "اور تمام جہانوں کے لیے ہدایت ہے" وہ ہدایت ہے۔ ہدایت دینے والے کے بجائے ہدایت (مصدر) کا لفظ بولنے میں مبالغہ کا مفہوم پایا جاتا ہے گویا یہ خود سراپا ہدایت ہے۔

(4) اس میں آیات بینات (واضح نشانیاں) موجود ہیں جن کی تعداد چالیس سے زیادہ ہے۔

(5) اس میں داخل ہونے والے کے لیے امن ہے۔ (تفسیر سعدی:1/388،389)

سوال 2: بیت اللہ کو قبلہ بنانے کے بارے میں یہودیوں کا اعتراض کیا تھا؟

جواب: بیت اللہ کو قبلہ بنانے کی وجہ سے انہوں نے یہ اعتراض کیا کہ پچھلے انبیاء علیہم السلام کا قبلہ تو بیت المقدس تھا۔

سوال 3: اہلِ کتاب کے تحویلِ قبلہ پر کیے جانے والے اعتراض کا کیا جواب دیا گیا؟

جواب: (1) بیت اللہ کے بارے میں جو کچھ اللہ تعالیٰ نے کہا ہے سچ کہا ہے۔ (2) بیت اللہ کو سیدنا ابراہیم علیہ السلام اور سیدنا اسماعیل علیہ السلام نے تعمیر کیا تھا۔ (3) یہ زمین پر پہلا گھر تھا جو اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لیے بنایا گیا تھا۔

(4) اس کو قبلہ یعنی ایک جائے عبادت بنایا گیا۔ یہ یہودیوں کے دوسرے اعتراض کا جواب ہے۔ وہ کہتے تھے کہ بیت المقدس سب سے پہلا عبادت کا گھر ہے۔ صحیحین میں ابوذر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ میں نے پوچھا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! روئے زمین پر کون سی مسجد پہلے بنائی گئی؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "مسجد حرام" میں نے پوچھا: پھر کون سی؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "مسجد اقصیٰ" میں نے پوچھا: دونوں کے درمیان کتنی مدت کا فاصلہ ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "چالیس سال۔" (صحیح بخاری:3366)

(5) ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے بیت اللہ کو تعمیر کیا۔ اس کے چالیس سال کے بعد سیدنا یعقوب علیہ السلام نے مسجد اقصیٰ کو تعمیر کیا۔

سوال 4: بیت اللہ کی تعمیر کے مقاصد کیا تھے؟

جواب: بیت اللہ کی تعمیر کے مقاصد یہ تھے: (1) اس میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کی جائے۔

(2) یہ طواف کرنے والوں، عبادت کرنے والوں، رکوع اور سجدہ کرنے والوں کے لیے مخصوص رہے۔ (3) امن وسلامتی کی جگہ رہے۔ (4) لوگوں کے لیے قبلہ رہے۔ (5) ہدایت وراہ نمائی کا مرکز بن جائے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿فِيْهِ اٰيٰتٌۢ بَيِّنٰتٌ مَّقَامُ اِبْرٰهِيْمَ ۚ وَمَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا ؕ وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ

''اس میں واضح نشانیاں ہیں، مقام ابراہیم ہے، اور جو اس میں داخل ہوا وہ امن والا ہو گیا اور اللہ تعالیٰ کے لیے لوگوں پر اس

حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا ؕ وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ

گھر کا حج (فرض) ہے جو اس کی طرف راستے کی استطاعت رکھتا ہو اور جس نے کفر کیا تو یقیناً اللہ تعالیٰ

غَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ﴾

تمام جہانوں سے بے نیاز ہے''(97)

سوال 1: بیت اللہ کی خصوصیات کی وضاحت ﴿فِيْهِ ... اٰمِنًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) اس آیت میں بیت اللہ کی خصوصیات بیان کی گئی ہیں کہ اس میں روشن نشانیاں ہیں، مقامِ ابراہیم ہے اور جو اس میں داخل ہو جائے امن میں ہے۔ رب العزت نے فرمایا:

(2) ﴿فِيْهِ اٰيٰتٌۢ بَيِّنٰتٌ﴾ ''اس میں واضح نشانیاں ہیں'' بیت اللہ میں یہ نشانیاں ہیں۔ (i) زم زم کا کنواں۔ (ii) حجر اسود۔ (iii) مقام ابراہیم۔ (iv) صفا و مروہ۔

(3) یعنی مختلف علوم الٰہی اور بلند مطالب پر واضح دلائل اور قطعی براہین موجود ہیں۔ مثلاً اللہ تعالیٰ کی توحید کے دلائل، اس کی رحمت، حکمت، عظمت، جلالت، اس کے کامل علم اور بے حد و حساب جود و سخا کے دلائل اور انبیاء و اولیاء پر ہونے والے اللہ تعالیٰ کے احسانات کی نشانیاں۔ ان نشانیوں میں سے ایک مقام ابراہیم بھی ہے۔ (تفسیر سعدی: 393/1)

(4) ﴿مَّقَامُ اِبْرٰهِيْمَ﴾ مقام ابراہیم سے مراد وہ پتھر ہے جس پر کھڑے ہو کر سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے بیت اللہ کو تعمیر کیا تھا۔ آج یہ پتھر صحن حرم میں ملتزم کے سامنے نصب کیا گیا ہے۔ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: آیات بینات میں سے ایک مقام ابراہیم بھی ہے اور باقی اور بھی ہیں۔ مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ خلیل اللہ کے قدموں کے نشان جو مقام ابراہیم پر تھے یہ بھی آیات بینات میں سے ہیں۔ (تفسیر ابن کثیر: 443/1)

(5) ﴿وَمَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا﴾ ''اور جو اس میں داخل ہوا وہ امن والا ہو گیا'' حرم مقام امن ہے۔ (i) بیت اللہ کے اردگرد کا علاقہ حرم ہے جس کی حدود معروف ہیں۔ (ii) اور جو اس میں داخل ہوا اسے اپنے نفس، مال اور عزت کا کوئی خوف نہیں رہتا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(6)﴿اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا جَعَلْنَا حَرَمًا اٰمِنًا وَّيُتَخَطَّفُ النَّاسُ مِنْ حَوْلِهِمْ ۭ اَفَبِالْبَاطِلِ يُؤْمِنُوْنَ وَبِنِعْمَةِ اللّٰهِ يَكْفُرُوْنَ﴾ ''اور کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ یقیناہم نے حرم کو پُرامن بنایا ہے؟ حالانکہ لوگ اُن کے اردگرد سے اُچک لیے جاتے ہیں تو کیا وہ باطل پر ایمان لاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی نعمت کی ناشکری کرتے ہیں؟'' (العنکبوت:67)

(7)ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فتح مکہ کے دن فرمایا: ''اب ہجرت فرض نہیں رہی لیکن (اچھی) نیت اور جہاد اب بھی باقی ہے اس لیے جب تمہیں جہاد کے لیے بلایا جائے تو تیار ہو جانا۔ اس شہر (مکہ) کو اللہ تعالیٰ نے اسی دن حرمت عطا کی تھی جس دن اس نے آسمان اور زمین پیدا کیے، اس لیے یہ اللہ تعالیٰ کی مقرر کی ہوئی حرمت کی وجہ سے محترم ہے یہاں کسی کے لیے بھی مجھ سے پہلے لڑائی جائز نہیں تھی اور مجھے بھی صرف ایک دن گھڑی بھر کے لیے (فتح مکہ کے دن اجازت ملی تھی) اب یہ شہر اللہ تعالیٰ کی قائم کی ہوئی حرمت کی وجہ سے قیامت تک کے لیے حرمت والا ہے پس اس کا کانٹا کاٹا جائے نہ اس کے شکار ہانکے جائیں اور اس شخص کے سوا جو اعلان کرنے کا ارادہ رکھتا ہو کوئی یہاں کی گری ہوئی چیز نہ اٹھائے اور نہ یہاں کی گھاس اکھاڑی جائے۔'' سیدنا عباس رضی اللہ عنہ نے کہا: یا رسول اللہ! اذخر (ایک گھاس) کی اجازت تو دیجیے کیونکہ یہاں یہ کاریگروں اور گھروں کے لیے ضروری ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''اذخر کی اجازت ہے۔'' (بخاری:1834)

(8)سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: بیت اللہ پناہ چاہنے والے کو پناہ دیتا ہے لیکن جگہ اور کھانا پینا نہیں دیتا۔ (تفسیر ابن کثیر:443/1)

سوال 2: حج واجب ہے، اس حکم کی وضاحت ﴿وَلِلّٰهِ ... سَبِيْلًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا﴾ ''اور اللہ تعالیٰ کے لیے لوگوں پر اس گھر کا حج (فرض) ہے جو اس کی طرف راستے کی استطاعت رکھتا ہو'' اللہ تعالیٰ نے حج کے واجب ہونے کا ذکر اس کے حق کی تاکید اور اس کی حرمت کی تعظیم کے لیے بلیغ الفاظ میں کیا۔ اس کے فرض ہونے میں کوئی اختلاف نہیں۔ وہ اسلام کے ارکان میں سے ایک رکن ہے اور عمر میں ایک بار سے زیادہ واجب نہیں۔ (تفسیر قرطبی:108/2)

(2)سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں خطبہ دیا اور فرمایا: ''اے لوگو! تم پر حج فرض کر دیا گیا ہے پس تم حج کرو۔'' تو ایک آدمی نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! کیا ہر سال حج فرض کیا گیا ہے؟ تو آپ ﷺ خاموش رہے یہاں تک کہ اس نے آپ ﷺ سے تین مرتبہ عرض کیا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اگر میں کہتا ہاں! (تو ہر سال حج) واجب ہو جاتا اور تم اس کی طاقت نہ رکھتے۔'' پھر آپ ﷺ نے فرمایا: ''جن باتوں کو میں چھوڑ دیا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کروں تو ان کے بارے میں مجھ سے نہ پوچھا کرو کیونکہ تم سے پہلے لوگ کثرت سوال کی وجہ سے ہلاک ہوئے اور وہ اپنے نبیوں سے اختلاف کرتے تھے۔ جب میں تمہیں کسی چیز کا حکم کروں تو حسب استطاعت تم اسے اپنالو اور جب تمہیں کسی چیز سے روک دوں تو تم اسے چھوڑ دو۔" (صحیح مسلم:3257)

(3) حسن نے کہا: نبی ﷺ نے یہ آیت تلاوت کی: ﴿وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا﴾ "اور اللہ تعالیٰ کے لیے لوگوں پر اس گھر کا حج (فرض) ہے جو اس کی طرف راستے کی استطاعت رکھتا ہو" ایک شخص نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ! سبیل کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "زادراہ اور سواری۔" (جامع البیان:4/19)

(4) یہ آیت وجوب حج کی دلیل ہے۔ (تفسیر قاسمی:4/160)

سوال 3: حج کا انکار کرنے والا کافر ہے، اس کی وضاحت ﴿وَمَنْ ... عَنِ الْعٰلَمِيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَمَنْ كَفَرَ﴾ "اور جس نے کفر کیا" سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جو شخص فریضہ حج کا انکار کرے، وہ کافر ہے۔ (تفسیر ابن ابی حاتم:3/715) (2) قرآن مجید نے استطاعت رکھنے کے باوجود حج نہ کرنے کو کفر سے تعبیر کیا ہے۔

(3) یعنی جس نے واجب پر عمل نہ کر کے اور اسے ترک کر کے کفر کا ارتکاب کیا۔ (تفسیر سعدی:1/398)

(4) ﴿فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ﴾ "تو یقیناً اللہ تعالیٰ تمام جہانوں سے بے نیاز ہے" اللہ تعالیٰ کے دنیا جہان والوں سے بے نیاز ہونے سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو تمہارے حج کی ضرورت نہیں، یہ فقط تمہاری ضرورت ہے۔

(5) اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے احکامات کی انسان کو ضرورت ہے۔ اگر وہ ان احکامات کی پرواہ نہ کرے تو اللہ تعالیٰ کو انسان کی ضرورت نہیں۔

(6) اللہ تعالیٰ کی صفت غنا کا اثبات ان مشرک قوموں کے رد میں ہے جن کے دیوی دیوتاؤں کا وجود ان کے پجاریوں ہی کے دم سے قائم ہے اور وہ دیوتا اپنے کھانے پینے تک کے لئے اپنے پجاریوں کے محتاج رہتے ہیں۔ (تفسیر ماجدی:1/611)

سوال 4: حج کیسا فرض ہے؟

جواب: (1) حج زندگی میں ایک بار استطاعت رکھنے والے پر فرض ہے۔

(2) سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جو حج کی طاقت رکھنے کے باوجود حج نہ کرے اس کے لیے برابر ہے یہودی ہو کر مر جائے یا عیسائی ہو کر۔ ابن کثیر نے کہا: اس کی اسناد صحیح ہیں۔ (ایسر التفاسیر:1/192)

(3) مسند سعید بن منصور میں ہے کہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میرا مقصد ہے کہ میں لوگوں کو مختلف شہروں میں بھیجوں، وہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دیکھیں جو لوگ باوجود مال رکھنے کے حج نہ کرتے ہوں ان پر جزیہ لگادیں، وہ مسلمان نہیں ہیں، وہ مسلمان نہیں ہیں۔ (تفسیر مراغی:9/2)(تفسیر ابن کثیر:444/1)

(4) مسند کی ایک اور حدیث میں ہے، رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: ''فرض حج جلدی ادا کرلیا کرو نہ معلوم کل کیا پیش آئے۔'' (مسند احمد:214/1) ابوداؤد وغیرہ میں ہے: ''حج کا ارادہ کرنے والے کو جلد اپنا ارادہ پورا کرلینا چاہئے۔'' (ابوداؤد:1732)

(5) قرآن مجید نے استطاعت رکھنے کے باوجود حج نہ کرنے کو کفر سے تعبیر کیا ہے۔

سوال 5: حج کے مقاصد کیا ہیں؟

جواب: حج کے مقاصد یہ ہیں: (1) اللہ تعالیٰ کے گھر اور اس کی نشانیوں کی زیارت جن کی وجہ سے انسان کا اپنے رب سے خاص تعلق پیدا ہوتا ہے۔ (2) اللہ تعالیٰ کی غلامی کے لیے اس کی پکار پر لبیک کہنا سیکھنا۔

(3) ہر سال دنیا کے گوشے گوشے سے مسلمان جمع ہوں تاکہ ان کے درمیان ایک عالم گیر وحدت پیدا ہو۔

(4) اللہ تعالیٰ کے بندوں کے درمیان مساوات پیدا کرکے انسانیت کو اسلام کی طرف راغب کرنا۔

(5) احرام کی پابندیوں سے یہ پیغام دینا کہ انسانیت کو امن دین اسلام کے ماسوا کسی اور نظام سے نہیں مل سکتا۔

(6) ایک اللہ تعالیٰ کی پکار پر لبیک کہتے ہوئے، اس کی بڑائی بیان کرتے ہوئے، اس کے گھر کے گرد گھومتے ہوئے، اسی کی خاطر مشقتیں برداشت کرتے ہوئے انسانیت کو توحید کی دعوت دینا۔

﴿قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ۖ وَاللّٰهُ شَهِيْدٌ عَلٰى مَا تَعْمَلُوْنَ﴾

''آپ کہہ دیں کہ اے اہل کتاب! تم اللہ تعالیٰ کی آیات کا کفر کیوں کرتے ہو؟ حالانکہ جو تم عمل کرتے ہو اللہ تعالیٰ اس پر گواہ ہے'' (98)

سوال 1: اللہ تعالیٰ کی آیات کا کفر کرنے پر اہل کتاب کو جو ملامت کی گئی ہے، اس کی وضاحت ﴿قُلْ ... تَعْمَلُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے کفار اہل کتاب کو ملامت کی ہے جو حق سے دشمنی رکھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی آیات کے ساتھ کفر کرتے ہیں۔ رب العزت نے فرمایا:

(2) ﴿قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ﴾ ''آپ کہہ دیں کہ اے اہل کتاب! تم اللہ تعالیٰ کی آیات کا کفر کیوں کرتے ہو؟'' کفر سے مراد یہ ہے کہ (i) انہوں نے اللہ تعالیٰ کے پہلے گھر کا انکار کیا۔ (ii) انہوں نے اللہ تعالیٰ کے قائم کردہ حلال وحرام کا انکار کیا۔ (iii) انہوں نے اللہ تعالیٰ کے نبیوں کا انکار کیا۔ (iv) انہوں نے اللہ تعالیٰ کی کتابوں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کا انکار کیا۔

(3)﴿وَاللّٰهُ شَهِيْدٌ عَلٰى مَا تَعْمَلُوْنَ﴾ ''حالانکہ جو تم عمل کرتے ہو اللہ تعالیٰ اس پر گواہ ہے'' اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب کو ڈرایا ہے کہ وہ ان کے اعمال پر گواہ ہے۔

سوال 2: اہلِ کتاب سے یہ کہا گیا: ''تم کیوں اللہ تعالیٰ کی آیات کے ساتھ کفر کرتے ہو؟ حالانکہ جو عمل تم کرتے ہو اللہ تعالیٰ اس پر گواہ ہے'' اس ڈراوے کے انسان پر کیا اثرات مرتب ہوتے ہیں؟

جواب: (1) اس ڈراوے کا پہلا اثر یہ ہوسکتا ہے کہ اہل کتاب پر اپنی اصلیت واضح ہو جاتی ہے جب وہ خود کو بڑا مومن سمجھتے ہیں لیکن حقیقت میں کفر کرتے ہیں۔ (2) دوسرا اثر یہ ہوسکتا ہے کہ اہل کتاب سے دھوکہ کھانے والے مؤمنوں کی آنکھیں کھل جائیں اور انہیں پتہ چل جائے کہ اہل کتاب غلط ہیں اور اہل اسلام سچے ہیں۔ (3) تیسرا اثر یہ ہوسکتا ہے کہ ان کے دل میں یہ خوف پیدا ہو کہ میرے اعمال پر اللہ تعالیٰ گواہ ہے، اس طرح وہ کفر کرنے سے بچ جائیں۔

﴿قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ تَبْغُوْنَهَا عِوَجًا وَّ

''آپ کہہ دیں کہ اے اہل کتاب! تم کیوں اللہ تعالیٰ کی راہ سے روکتے ہو اس شخص کو جو ایمان لایا ہے، تم اس (راہ) میں کجی تلاش کرتے ہو

اَنْتُمْ شُهَدَآءُ ؕ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ﴾

حالانکہ تم خود گواہ ہو اور اللہ تعالیٰ اس کے بارے میں ہرگز بے خبر نہیں ہے جو تم عمل کرتے ہو'' (99)

سوال 1: اللہ تعالیٰ کے راستے سے روکنے پر یہود کی جو مذمت کی گئی ہے، اس کی وضاحت ﴿قُلْ ... تَعْمَلُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ﴾ ''آپ کہہ دیں کہ اے اہل کتاب! تم کیوں اللہ تعالیٰ کی راہ سے روکتے ہو اس شخص کو جو ایمان لایا ہے'' یہاں اللہ تعالیٰ کے راستے سے روکنے کی وجہ سے یہود کی مذمت کی گئی ہے۔ وہ خود تو کفر کرتے تھے اب ان کی اتنی جرأت ہوگئی تھی کہ طرح طرح سے دوسروں کو بھی دین حق سے روکنے کی فکر میں لگے رہتے تھے۔

(2) (i) اہل کتاب حق کو نہیں مانتے تھے اس لیے انہیں کسی کا حق پر چلنا گوارا نہیں تھا۔

(ii) باطل پرستی اور باطل سے محبت کا یہ تقاضا تھا کہ وہ حق سے روکیں۔ اس لیے وہ باطل کی حمایت میں لوگوں کو اللہ تعالیٰ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے راستے پر چلنے سے روکتے تھے۔

(3)﴿سَبِيْلِ اللّٰهِ﴾ ''اللہ تعالیٰ کی راہ سے'' اللہ تعالیٰ کی راہ سے مراد اس کے نبی اور اس کی کتاب کا راستہ ہے۔

(4)﴿تَبْغُوْنَهَا عِوَجًا﴾ ''تم اس (راہ) میں کجی تلاش کرتے ہو'' اللہ تعالیٰ کے دین والے جو حق کے راستے پر چلتے ہیں، آپ ان کے لیے کجی اور گمراہی چاہتے ہو۔ آپ لوگ ہدایت پر استقامت اختیار کرنے میں کجی تلاش کرتے ہو۔

(5)(i)اہل کتاب دلوں میں اسلام کے بارے میں شکوک وشبہات پیدا کر کے اللہ تعالیٰ کی راہ میں کجی تلاش کرتے تھے۔ (ii)اہل کتاب خود اسلام کی سچائی کا انکار کر کے مسلمانوں کے لیے اللہ تعالیٰ کی راہ میں کجی تلاش کرتے تھے۔

(iii)اسلام پر اعتراضات عائد کر کے اور مسلمانوں کے دلوں میں رسول اللہ ﷺ کے بارے میں شکوک وشبہات پیدا کر کے اللہ تعالیٰ کی راہ میں کجی تلاش کرتے تھے۔

(iv)اہل کتاب طاقت کے ذریعے زبردستی اسلام کے راستے سے روک کر اللہ تعالیٰ کی راہ میں کجی تلاش کرتے تھے۔ آج بھی یہودیوں اور عیسائیوں کی جانب سے یہ سلسلہ جاری ہے۔

(6)﴿وَّاَنْتُمْ شُهَدَآءُ﴾ ''حالانکہ تم خود گواہ ہو'' عبداللہ بن ابی جعفر اپنے والد سے اللہ تعالیٰ کے اس قول ﴿اَنْتُمْ شُهَدَآءُ﴾ کے بارے میں روایت کرتے ہیں کہ تم خود اس پر گواہ ہو جو کتاب اللہ میں سے پڑھتے ہو کہ محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور یہ کہ اسلام اللہ تعالیٰ کا دین ہے۔ تم اسے اپنے پاس تورات اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہو۔

(تفسیر ابن ابی حاتم:718/3)

(7)اہل کتاب نے اللہ تعالیٰ کی آیات کا انکار بھی کیا، ان پر ایمان لانے والوں کو بھی روکا، ان میں تحریف کی، انہیں اصل مفہوم سے پھیرنے کی کوشش کی۔ وہ خود ان جرائم کو تسلیم کرتے ہیں، انہیں خوب معلوم ہے کہ ان کا یہ کام بہت بڑا کفر ہے، جس کی سزا بہت سخت ہے۔ (تفسیر سعدی:401/1)

(8)﴿وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ اس کے بارے میں ہرگز بے خبر نہیں ہے جو تم عمل کرتے ہو'' اس کے ذریعے اہل کتاب کی اس طرف توجہ دلائی گئی ہے کہ تم اپنے اعمال سے غافل ہو مگر اللہ تعالیٰ غافل نہیں ہے۔ وہ تمہاری نیتوں اور اعمال سے پوری طرح باخبر ہے اور تمہیں بری سزا دے گا۔

سوال 2: انسانوں کو اللہ تعالیٰ کے راستے سے روکنے کے کیا نتائج سامنے آتے ہیں؟

جواب: (1)جب بھی انسانوں کو اللہ تعالیٰ کے راستے سے روکا جاتا ہے تو ان کے معاملات خراب ہو جاتے ہیں اور ان کے اندر سے استقامت ختم ہو جاتی ہے۔ (2)اچھائی اور برائی کے پیمانے خراب ہو جاتے ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(3)زمین کے نظام کا ہر شعبہ ٹیڑھا ہو جاتا ہے مثلاً تعلیمی اور معاشی نظام خراب ہو جاتا ہے۔
(4)انسانی زندگی میں بگاڑ پیدا ہو جاتا ہے کیونکہ ایسی صورت میں زندگی سیدھے راستے کی بجائے کجی اور بگاڑ پر قائم ہو جاتی ہے۔(5)انسانی تصورات میں بھی بگاڑ پیدا ہوتا ہے۔(6)انسانی ضمیر اور اخلاق میں بھی بگاڑ پیدا ہوتا ہے۔
(7)انسان کے طرز عمل اور اس کے تعلقات میں بھی بگاڑ پیدا ہوتا ہے۔

﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ تُطِیْعُوْا فَرِیْقًا مِّنَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اگر تم ان لوگوں میں سے ایک گروہ کی اطاعت کرو گے جنہیں کتاب دی گئی تو وہ تمہارے ایمان

یَرُدُّوْكُمْ بَعْدَ اِیْمَانِكُمْ كٰفِرِیْنَ﴾

کے بعد تمہیں کافر بنا کر لوٹا دیں گے''(100)

سوال1:اس آیت کا شان نزول کیا ہے؟

جواب:ابن اسحاق اور ابوالشیخ نے زید بن اسلم سے روایت نقل کی ہے کہ شاس بن قیس یہودی اوس اور خزرج کے پاس سے گزرا اور ان کو آپس میں باتیں کرتا ہوا دیکھ کر حسد کیا کہ زمانہ جاہلیت میں ان میں کس قدر دشمنی تھی اور اب آپس میں کس قدر محبت ہے، چنانچہ اس سے برداشت نہ ہوا۔اس نے آ کر ایک یہودی نوجوان کو حکم دیا کہ اوس وخزرج کے مسلمانوں کی مجلس میں جا کر بیٹھے اور جنگ ''بعاث'' کا ذکر چھیڑے اور ان کو وہ وقت یاد دلائے۔چنانچہ اس نے آ کر ایسا ہی کیا۔اس کی یہ باتیں سن کر انہوں نے آپس میں لڑائی اور ایک دوسرے پر فخر کرنا شروع کیا۔قبیلہ اوس سے اوس بن قیظی اور خزرج سے جبار بن جعفر، یہ دونوں آدمی کھڑے ہو گئے اور آپس میں گفتگو کی جس سے دونوں قبائل غصہ میں تیار ہو گئے۔اس چیز کی اطلاع رسول اکرم ﷺ کو پہنچی آپ وہاں تشریف لائے اور ان کو نصیحت کر کے آپس میں صلح کرا دی۔ان سب حضرات نے آپ ﷺ کی بات کو بسر وچشم سنا اور اطاعت وفرماں برداری کے لیے اپنی گردنیں جھکا دیں، اللہ تعالیٰ نے قبیلہ اوس وخزرج اور جو ان کے ساتھ تھے، ان کے بارے میں ﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا﴾ یہ آیت کریمہ نازل فرمائی اور شاس بن قیس کے بارے میں ﴿قُلْ یٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ﴾ والی آیت نازل فرمائی۔
(تفسیر ابن عباس:207,206/1)

سوال2:مسلمانوں کو اہل کتاب کے راستے پر نہ چلنے کی جو تلقین کی گئی ہے، اس کی وضاحت ﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ ... كٰفِرِیْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جواب:(1)﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تُطِيْعُوْا فَرِيْقًا مِّنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ يَرُدُّوْكُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ كٰفِرِيْنَ﴾ ''اے ایمان والو! اگر تم ان لوگوں میں سے ایک گروہ کی اطاعت کرو گے جنہیں کتاب دی گئی تو وہ تمہارے ایمان کے بعد تمہیں کافر بنا کر لوٹا دیں گے'' اللہ تعالیٰ اپنے مومن بندوں کو تلقین فرما رہا ہے کہ وہ اہل کتاب میں سے ان لوگوں کی بات نہ مانیں جو مومنوں سے ان نعمتوں کی وجہ سے حسد کرتے ہیں جن سے اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے فضل وکرم سے نوازا ہے اور اپنے رسول کی ان میں بعثت سے انہیں سرفراز فرمایا ہے۔(المصباح المنیر :1/622)

(2)اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو یہودیوں کے مکروفریب اور ان کی سازشوں سے ہمیشہ بچ کر رہنے کی تنبیہ کی ہے۔

(3)﴿فَرِيْقًا مِّنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ﴾ ''ان لوگوں میں سے ایک گروہ جنہیں کتاب دی گئی'' اس سے مراد اسلام سے کینہ رکھنے والا گروہ ہے جن میں شاس بن قیس یہودی اور اس کے ساتھی تھے جو اوس اور خزرج کے درمیان فتنے کی صورت حال پیدا کرنا چاہتے تھے۔لیکن عبرت اس کے خاص سبب میں نہیں، اس کے عموم میں عبرت ہے۔ یہودی اور عیسائی امت اسلامیہ کی تباہی وبربادی میں ہمیشہ مصروف رہے ہیں۔(ایسر التفاسیر:1/193)

(4)ہر مسلمان کا فرض ہے کہ شکوک وشبہات میں مبتلا کرنے والوں کی باتیں نہ سنے۔اسی میں دین کی سلامتی ہے کیونکہ بحث کرنے سے شبہات بڑھتے ہیں۔

(5)﴿يَرُدُّوْكُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ كٰفِرِيْنَ﴾ ''تو وہ تمہارے ایمان کے بعد تمہیں کافر بنا کر لوٹا دیں گے'' اس کفر سے مراد مسلمان ہوتے ہوئے کفر ہے، اس سے مرتد ہونا مراد نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے دو لڑنے والے گروہوں کو مومن قرار دے کر ان کے درمیان اصلاح کروانے کا حکم دیا ہے۔

(6)ایمان کے بعد پھر کافر بنا دینے والی باتوں میں آپس میں قتال بھی شامل ہے اور اگر ان کی بات مانو گے تو آپس کے اتفاق اور محبت سے محروم ہو جاؤ گے۔

(7)نبی ﷺ نے فرمایا: ''میرے بعد تم گمراہ نہ ہو جانا کہ ایک دوسرے کی گردن مارنے لگو۔'' (صحیح بخاری:4064)

سوال 3: اہل کتاب کی اطاعت کس چیز کا ثبوت ہے؟

جواب:(1)اہل کتاب کی اطاعت اس بات کا ثبوت ہے کہ مسلمانوں نے اندر سے شکست قبول کر لی ہے۔

(2)اہل کتاب کی اطاعت چھپا ہوا کفر ہے جو غیر شعوری ہے۔اس کا خطرہ انسان کو محسوس نہیں ہوتا۔

(3)اہل کتاب کی اطاعت اس بات کا ثبوت ہے کہ امت مسلمہ قیادت کے مقام سے دست بردار ہو گئی ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(4)اہل کتاب کی اطاعت سے اسلامی نظام زندگی کی اس صلاحیت میں شک پیدا ہو جاتا ہے کہ وہ اس دور کے لوگوں کی راہ نمائی کرے اور ان کی ترقی، نشوونما اور تنظیم کرے۔

سوال 4: اہل کتاب مسلمانوں کے بارے میں کس چیز کی حرص رکھتے ہیں؟

جواب: (1)اہل کتاب مسلمانوں کے بارے میں یہ حرص رکھتے ہیں کہ وہ امت مسلمہ کو اپنے عقیدے اور نظریات سے ہٹا دیں۔ رب العزت کا فرمان ہے: ﴿وَدَّ كَثِيرٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَوْ يَرُدُّوْنَكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ اِيْمَانِكُمْ كُفَّارًا ۚ حَسَدًا مِّنْ عِنْدِ اَنْفُسِهِمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْحَقُّ﴾ ''اہل کتاب میں سے اکثر لوگ چاہتے ہیں کہ کاش وہ تمہیں تمہارے ایمان کے بعد کافر بنا دیں اپنے دلوں میں حسد کی وجہ سے، اس کے بعد کہ حق ان کے لیے پوری طرح واضح ہو گیا۔'' (البقرہ:109)

(2)اس مقصد کے حصول کے لیے: (i)وہ ساری قوت لگاتے ہیں۔(ii)خفیہ مکروفریب کرتے ہیں۔(iii)منافقین سے مدد لیتے ہیں۔(3)لوگوں کو اندر سے اسلام سے دور کرنے کے لیے غیر اسلامی نظاموں کو خوب صورت بنا کر پیش کرتے ہیں۔

(4)اس امت پر ایسی قیادت مسلط کرتے ہیں جو اسلامی نہیں ہوتی۔

﴿وَكَيْفَ تَكْفُرُوْنَ وَاَنْتُمْ تُتْلٰى عَلَيْكُمْ اٰيٰتُ اللّٰهِ وَفِيْكُمْ رَسُوْلُهٗ ۭ وَمَنْ

''اور تم کیسے کفر کرتے ہو؟ حالانکہ تمہیں اللہ تعالیٰ کی آیات پڑھ کر سنائی جا رہی ہیں اور تمہارے درمیان اس کا رسول بھی موجود ہے اور جو

يَّعْتَصِمْ بِاللّٰهِ فَقَدْ هُدِيَ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ﴾

اللہ تعالیٰ (کے دین) کو مضبوطی سے پکڑے گا تو یقیناً وہ سیدھے راستے کی طرف ہدایت دیا گیا'' (101)

سوال: ایمان کے بعد کفر اختیار کرنا قابل تعجب ہے، اس کی وضاحت ﴿وَكَيْفَ ... مُّسْتَقِيْمٍ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1)﴿وَكَيْفَ تَكْفُرُوْنَ وَاَنْتُمْ تُتْلٰى عَلَيْكُمْ اٰيٰتُ اللّٰهِ وَفِيْكُمْ رَسُوْلُهٗ﴾ ''اور تم کیسے کفر کرتے ہو؟ حالانکہ تمہیں اللہ تعالیٰ کی آیات پڑھ کر سنائی جا رہی ہیں اور تمہارے درمیان اس کا رسول بھی موجود ہے'' یعنی ایمان کے بعد کفر اختیار کرنا اہل عقل کا شیوہ نہیں بلکہ عقل سے بعید ہے کیونکہ تمہیں روزانہ اللہ تعالیٰ کی آیتیں پڑھ کر سنائی جا رہی ہیں پھر اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ بھی تم میں موجود ہیں۔ (السراج المنیر: 1/244)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(2)اللہ تعالیٰ نے گزشتہ واقعے کو مدّنظر رکھتے ہوئے خبر دی ہے کہ مسلمانوں کی جماعت کفر کو قبول نہیں کر سکتی۔(تیسیر الرحمٰن:196/1)

(3)﴿اٰیٰتُ اللّٰهِ﴾''اللہ تعالیٰ کی آیات'' اللہ تعالیٰ کی آیات سے مراد قرآن کریم کی آیات ہیں۔

(4)﴿وَفِیْكُمْ رَسُوْلُهٗ﴾''اور تمہارے درمیان اس کا رسول بھی موجود ہے''(i)جو ہادی، مبشر اور نذیر ہیں۔ جو اللہ تعالیٰ کے دین کو مضبوطی سے پکڑنے کی طرف ہدایت دیتے ہیں اور ہدایت اور کمال کے راستے پر چلنے کے لیے دین کو مضبوطی سے پکڑنے والوں کو بشارت دیتے ہیں۔(ایسر التفاسیر:194)(ii)یعنی رسول تمہارے اندر موجود ہیں، وہ ہر وقت تمہیں رب کی آیتیں سناتے ہیں۔ یہ آیات واضح ہیں جو بیان کردہ مسائل پر قطعی یقین کا فائدہ دیتی ہیں اور یہ کہ ان سے جو کچھ ثابت ہوتا ہے اس میں کسی بھی لحاظ سے شک کی گنجائش نہیں۔

(5)﴿وَمَا لَكُمْ لَا تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ۚ وَالرَّسُوْلُ یَدْعُوْكُمْ لِتُؤْمِنُوْا بِرَبِّكُمْ وَقَدْ اَخَذَ مِیْثَاقَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ﴾''اور تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم اللہ تعالیٰ پر ایمان نہیں لاتے؟ حالانکہ خود رسول تمہیں دعوت دے رہا ہے کہ تم اپنے رب پر ایمان لے آؤ اور یقیناً اگر تم واقعی مومن ہو تو وہ تم سے پختہ عہد بھی لے چکا ہے۔''(الحدید:8)

(6)﴿وَمَنْ یَّعْتَصِمْ بِاللّٰهِ﴾''اور جو اللہ تعالیٰ (کے دین) کو مضبوطی سے پکڑے گا''(i)اس سے مراد اللہ تعالیٰ کی کتاب اور نبی ﷺ کی سنت کو مضبوطی سے پکڑنا ہے۔(ایسر التفاسیر:194)(ii)اس سے مراد اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور اس کے دین کو مضبوطی سے تھام لینا ہے۔

(7)﴿فَقَدْ هُدِیَ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ﴾''تو یقیناً وہ سیدھے راستے کی طرف ہدایت دیا گیا'' اسے صراط مستقیم پر چلنے کی توفیق دے دی جاتی ہے۔

(8)اسے اللہ تعالیٰ کی رضا، اللہ تعالیٰ کے عذاب سے نجات اور جنت کے راستے پر چلا دیا جاتا ہے۔(جامع البیان:30,29/4)

(9)اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا کہ جو شخص اللہ تعالیٰ سے تعلق مضبوط کرے، اس پر توکل کرے، ہر برائی سے بچاؤ کے لیے اس کی قوت و رحمت کا سہارا تلاش کرے اور ہر خیر کے لیے اس سے مدد طلب کرے۔﴿قَدْ هُدِیَ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ﴾''تو یقیناً وہ سیدھے راستے کی طرف ہدایت دیا گیا'' جو مطلوب منزل تک پہنچانے والی ہے، کیونکہ اس نے رسول اللہ ﷺ کے اقوال، افعال اور احوال کی اتباع بھی کی اور اللہ تعالیٰ کا سہارا بھی حاصل کیا۔(تفسیر سعدی:402,401/1)

﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ تعالیٰ سے ڈر جاؤ جیسا کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے اور تمہیں ہرگز موت نہ آئے مگر

﴿وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ﴾

اسی حال میں کہ تم مسلمان ہو'' (102)

سوال: اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کا حق کیسے ادا ہو سکتا ہے، اس کی وضاحت ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ ... مُّسْلِمُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) سیدنا عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ پوچھا گیا کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کا حق کیسے ادا ہو سکتا ہے؟ انہوں نے جواب دیا: اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا جائے اس کو بھلایا نہ جائے۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا جائے اس کی ناشکری نہ کی جائے۔ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی جائے اس کی نافرمانی نہ کی جائے۔ (جامع البیان: 31/4)

(2) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ ﴿حَقَّ تُقٰتِهٖ﴾ کا یہ مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کریں جیسا کہ جہاد کا حق ہے اور اللہ تعالیٰ کے بارے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہ ڈریں اور انصاف کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے لیے کھڑے ہوں۔ اگر اپنے خلاف اور اپنے ماں باپ کے خلاف بھی انصاف کرنا پڑے تو ایسے وقت میں بھی انصاف کو ہاتھ سے نہ جانے دیں۔ (الدر المنثور: 59/2)

(3) ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ﴾ ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ تعالیٰ سے ڈر جاؤ'' ایمان والوں سے تقویٰ یعنی اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کا مطالبہ اس لئے کیا گیا تا کہ وہ اس کے احکامات اور اسلام کے عائد کردہ فرائض کو پورے طور پر بجا لائیں اور جن سے اس نے روکا ہے ان سے رک جائیں۔

(4) تقویٰ کی اصل یہ ہے کہ جس جس کام کا حکم اللہ تعالیٰ دے، اسے انجام دینا اور جس جس کام سے منع کرے اس سے باز رہنا۔

(5) ﴿حَقَّ تُقٰتِهٖ﴾ ''جیسا کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے'' یعنی اللہ تعالیٰ سے ایسے ڈرو جس کی وجہ سے اس کے حقوق ادا کر سکو۔

(6) اس کا مطلب یہ ہے کہ کسی مسلمان پر کبھی بھی ایسا وقت نہیں آنا چاہیے کہ جب وہ اللہ تعالیٰ کے خوف سے غافل ہو کیونکہ موت کے وقت کا کسی کو کوئی علم نہیں اور اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کا ایسا ہی حق ہونا چاہیے کہ جن جن اوامر کا اس نے حکم دیا ہے اور جن نواہی سے روکا ہے انہیں ٹھیک ٹھیک اور بروقت بجا لانا چاہیے۔ (تیسیر القرآن: 293/1)

(7) اس آیت کے نزول سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پریشان ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی: ﴿فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ﴾ ''سو جتنی تم استطاعت رکھتے ہو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو۔'' (التغابن: 16)

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

(8)امام شوکانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے اس طرح ڈرو جس طرح اپنی طاقت کے مطابق ڈرنے کا حق ہے۔(فتح القدیر)

(9)﴿وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ﴾ ''اور تمہیں ہرگز موت نہ آئے مگر اسی حال میں کہ تم مسلمان ہو'' یعنی اپنی صحت کے زمانے میں اسلام کی حفاظت کرو، نہ خود بدلو، نہ اپنے دین میں تبدیلی لاؤ، اپنی موت تک اللہ تعالیٰ کے دین پر ثبات اختیار کرو۔

(10)رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص جہنم سے الگ ہونا اور جنت میں جانا چاہتا ہو اسے چاہئے کہ مرتے دم تک اللہ تعالیٰ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھے اور لوگوں سے وہ برتاؤ کرے جسے وہ خود اپنے لیے چاہتا ہو۔'' (مسند احمد:192/2)

(11)سیدنا جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے نبی ﷺ کی زبانی آپ ﷺ کے انتقال کے تین روز پہلے سنا کہ دیکھو موت کے وقت اللہ تعالیٰ سے نیک گمان رکھنا۔'' (مسلم:7229)(12)رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: ''اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ میرا بندہ میرے ساتھ جیسا گمان رکھے میں اس کے گمان کے پاس ہی ہوں اگر اس کا میرے ساتھ حسن ظن ہے تو میں اس کے ساتھ اچھائی کروں گا اور اگر وہ میرے ساتھ بدگمانی کرے گا تو میں اس سے اسی طرح پیش آؤں گا۔'' (مسند احمد:391/2)

(13)ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو حکم دیا ہے کہ اس سے ایسے ڈریں جیسے اس سے ڈرنے کا حق ہے، پھر اس تقویٰ پر قائم اور ثابت قدم رہیں اور موت تک استقامت ہو کیونکہ انسان جس طرح کی زندگی گزارتا ہے اسے ویسی ہی موت نصیب ہوتی ہے۔ جو شخص صحت، نشاط اور طاقت کی حالت میں اللہ تعالیٰ کے تقویٰ اور اس کی اطاعت پر قائم رہتا ہے، اور ہمیشہ اس کی طرف متوجہ رہتا ہے، اللہ تعالیٰ اسے موت کے وقت استقامت عطا فرماتا ہے اور اسے حسن خاتمہ سے نوازتا ہے۔(تفسیر سعدی:402/1)

﴿وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا ۠ وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ

''اور سب مل کر اللہ تعالیٰ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو اور جدا جدا نہ ہو جاؤ، اور اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کی نعمت کو یاد کرو

اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖٓ اِخْوَانًا ۚ وَ

کہ جب تم ایک دوسرے کے دشمن تھے تو اللہ تعالیٰ نے تمہارے دلوں کے درمیان الفت ڈال دی تو تم اس کی نعمت سے بھائی بھائی بن

كُنْتُمْ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا ؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ

گئے، اور تم آگ کے گڑھے کے کنارے پر تھے تو اس نے تمہیں اس سے بچا لیا اس طرح اللہ تعالیٰ اپنی نشانیاں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ﴾

تمہارے لیے کھول کر بیان کرتا ہے تا کہ تم ہدایت پا جاؤ" (103)

سوال 1: اس آیت میں کس کی دشمنی کا تذکرہ ہے؟

جواب: حافظ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ آیت کا سیاق دلالت کرتا ہے کہ اس میں اوس وخزرج کے ماضی کی طرف اشارہ ہے کہ ان کے درمیان کیسی دشمنی تھی لیکن اسلام کو قبول کر لینے کے بعد اللہ تعالیٰ کے لیے آپس میں بھائی بھائی ہو گئے۔ (تیسیر الرحمن: 197/1)

سوال 2: اللہ تعالیٰ کی رسی کو مضبوطی سے تھامنے اور جماعت کے ساتھ رہنے کے حکم کی وضاحت ﴿وَاعْتَصِمُوْا ... وَّلَا تَفَرَّقُوْا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا﴾ "اور سب مل کر اللہ تعالیٰ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو" اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ سب مل کر اللہ تعالیٰ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لیں۔

(2) اللہ تعالیٰ کی مضبوط رسی کیا ہے؟ (i) سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ﴿كِتَابُ اللّٰهِ هُوَ حَبْلُ اللّٰهِ الْمَمْدُوْدُ مِنَ السَّمَاءِ إِلَى الْأَرْضِ﴾ "اللہ تعالیٰ کی کتاب اس کی رسی ہے جسے آسمان سے زمین کی طرف لٹکایا گیا ہے۔" (سلسلہ احادیث صحیحہ: 2912)

(ii) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "آگاہ رہو میں تمہارے پاس دو بہت ہی بھاری اور عظیم چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں ان میں سے ایک اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے جو اللہ تعالیٰ کی رسّی ہے۔ جو اس کی اتباع کرے گا وہ ہدایت پر رہے گا اور جو اسے چھوڑ دے گا وہ گمراہ ہو جائے گا۔" (مسلم: 6228)

(iii) سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ان راستوں میں شیاطین چل پھر رہے ہیں تم اللہ تعالیٰ کے راستے پر آ جاؤ۔ اللہ تعالیٰ کی رسی کو مضبوط تھام لو، وہ رسی قرآن کریم ہے۔ اختلاف نہ کرو، پھوٹ نہ ڈالو، جدائی نہ کرو، علیحدگی سے بچو۔ (تفسیر ابن کثیر: 447/1)

(3) قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی رسی ہے۔ اس کو مضبوطی سے تھامنے سے مراد دراصل اس کے احکامات کو تھامنا ہے۔ قرآن حکیم میں اتنی قوت ہے کہ جو اس کے احکامات پر چلے گا وہ خواہ دنیا کے کسی گوشے، کسی نسل سے تعلق رکھتا ہو، اس سچائی کے ساتھ جڑنے کی وجہ سے ذہنی اعتبار سے جڑ جائے گا۔

(4) جو افراد ذہنی مطابقت رکھتے ہوں وہ ایک فورم پر اکٹھے ہو کر کام کریں تو اس کی وجہ سے قرآن حکیم کی تعلیمات عام ہو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سکتی ہیں۔ پھر لوگ عملی اعتبار سے بھی ایک جیسے ہو سکتے ہیں اور وہ مل کر اس قرآن کے مطابق زندگی گزارنے کے لیے کوشش کر سکتے ہیں۔

(5)﴿وَّلَا تَفَرَّقُوْا﴾ ''اور جدا جدا نہ ہو جاؤ'' اللہ تعالیٰ نے اجتماعیت اختیار کرنے کا حکم دیا ہے اور تفرقہ بازی سے منع فرمایا ہے۔(المصباح المنیر :1/668)(6) جدا جدا ہونے سے مراد ذہنی اور عملی طور پر انتشار کا شکار ہونا ہے۔

(7) قرآن مجید کو چھوڑ کر مسلمانوں میں کوئی قدر مشترک نہیں رہ جاتی۔ وہ ایک دوسرے سے کٹ کر رہنے کے لیے جو بھی کوشش کریں وہ تفرقہ (گروہ بندی) ہے۔

(8) اللہ تعالیٰ نے دین پر مضبوطی سے کاربند رہنے اور متحد رہنے کا حکم دیا ہے جو تقویٰ اختیار کرنے میں مدد دیتا ہے۔ دین پر متحد رہنے سے اور باہمی الفت و محبت سے ان کا دین بھی درست رہے گا اور دنیا بھی درست رہے گی۔ اس طرح وہ ہر ایسا کام کر سکیں گے جس کا دارومدار اتفاق و اتحاد پر ہے۔ اس اتحاد کا مقصد یہ ہے کہ تمام مومن مل جل کر رہیں اور آپس میں اختلاف نہ کریں۔ اتحاد کی وجہ سے انہیں فوائد بھی حاصل ہوں گے اور نیکی اور تقویٰ میں تعاون بھی ممکن ہو جائے گا۔ جب کہ اس کے برعکس اختلاف اور تفرقہ کی وجہ سے باہمی رابطے ٹوٹ جائیں گے، ہر شخص اپنے ذاتی فائدے کے لیے بھاگ دوڑ کرے گا اور ان کا نظام درہم برہم ہو جائے گا۔

سوال 3: تقویٰ کے بعد ﴿وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا﴾ کے حکم سے اسلام کے تصور نجات اور تصور اتحاد کے بارے میں کیا پتہ چلتا ہے؟

جواب: (1) تقویٰ کے بعد ﴿وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا﴾ ''اور سب مل کر اللہ تعالیٰ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو'' یعنی سب کا اللہ تعالیٰ کی رسی کو مل کر مضبوطی سے پکڑ لینے کا حکم یہ واضح کرتا ہے کہ نجات اور کامیابی بھی ان ہی دو اصولوں میں ہے اور ان ہی پر اتحاد کا قائم رہنا بھی ممکن ہے۔

(2) سیدنا قتادہ رحمہ اللہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے تفرقہ اور اس میں پڑنے کو ناپسند کیا ہے، اس نے تمہیں اس سے ڈرایا اور اس سے روکا ہے۔ اس نے آپ کے لیے سمع و طاعت (سننا اور اطاعت کرنا)، الفت (باہمی محبت) اور جماعت کو پسند کیا ہے، لہٰذا اگر استطاعت رکھتے ہو تو اپنے آپ کو اس پر راضی کرلو جس کو اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے پسند کیا ہے۔ ولا قوۃ الا باللہ۔ (جامع البیان:4/35)

(3) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تین باتوں سے اللہ رحیم خوش ہوتا ہے اور تین باتوں سے ناخوش ہوتا ہے۔ ایک تو یہ کہ اسی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کی عبادت کرو اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو، دوسرے اللہ تعالیٰ کی رسی کو اتفاق سے پکڑو، تفرقہ نہ ڈالو، تیسرے مسلمان بادشاہوں کی خیر خواہی کرو۔ فضول بکواس، زیادتی سوال اور بربادی مال یہ تینوں چیزیں رب کی ناراضگی کا سبب ہیں۔" (مسلم:4418)

(4) اتفاق واتحاد ہر قوم کی قوت کی ریڑھ کی ہڈی ہے اور اتفاق اس وقت ہی ہوسکتا ہے جب کہ ہر قبیلہ، ہر قوم، ہر علاقہ کے لوگ اسلام کی قوت اور ساکھ برقرار رکھنے کے لیے اپنے اپنے جذبات کو دبا کر رہیں۔ (انوار البیان:528/1)

(5) اس آیت کریمہ میں مسلمانوں کو اتفاق واتحاد کی نصیحت کی گئی ہے اور ہر قسم کے افتراق واختلاف سے ڈرایا گیا ہے اور اتفاق کی بنیاد قرآن کریم کو بتایا گیا ہے اور جیسا کہ معلوم ہے کہ سنت قرآن سے جدا نہیں ہوسکتی اور قرآن بغیر سنت کے نہیں سمجھا جاسکتا، اس لیے مسلمانوں کے درمیان حقیقی اتفاق واتحاد صرف قرآن وسنت پر عمل کر کے ہی پیدا کیا جاسکتا ہے۔ (تیسیر الرحمن:197/1)

(6) سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "آپس میں اختلاف نہ کیا کرو کیونکہ تم سے پہلے لوگوں نے اختلاف کیا تو وہ ہلاک وبرباد ہو گئے۔" (صحیح بخاری:2410)

(7) سیدنا ابو بردہ رضی اللہ عنہ نے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "آسانی پیدا کرو اور سختی میں مبتلا نہ کرو، خوش خبری سنانا اور نفرت نہ پھیلانا، اتفاق رکھنا اور اختلاف نہ رکھنا۔" (صحیح مسلم:4526)

سوال 4: امت مسلمہ (اسلامی اجتماعیت) کن دو بنیادی ستونوں پر قائم ہوتی ہے؟

جواب: (1) تقویٰ (2) اخوت

سوال 5: تقویٰ مسلمانوں کی اجتماعیت کا پہلا ستون ہے۔ اس کی اہمیت واضح کریں؟

جواب: (i) تقویٰ کے ستون کے بغیر انسانوں کی ہر اجتماعیت ایک جاہلی اجتماعیت ہوگی اس لیے کہ ان کی قیادت ہدایت یافتہ نہیں ہوگی اور ان کا مقصد صالح نہیں ہوگا۔ (ii) تقویٰ کے ساتھ ہی اسلامی اجتماعیت اپنے وجود کو ثابت کرسکتی ہے۔

(iii) تقویٰ کے ساتھ ہی وہ اس اہم کردار کو ادا کرسکتی ہے جو اس کے سپرد کیا گیا ہے۔

سوال 6: اسلامی اجتماعیت کی دوسری اساس "اخوت" کیسے پیدا ہوتی ہے؟

جواب: (1) اخوت اللہ تعالیٰ پر ایمان اور اس کے خوف سے پھوٹتی ہے۔

(2) اخوت اللہ تعالیٰ کی مضبوط رسی کو پکڑنے کی بنیاد پر پیدا ہوتی ہے۔

(3) اخوت اللہ تعالیٰ کے ساتھ کیے گئے عہد کی بنیاد پر پیدا ہوتی ہے۔ (4) اخوت دین کی بنیاد پر پیدا ہوتی ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(5)اخوت کسی جاہلی مقصد کی بنیاد پر پیدا نہیں ہوتی۔

سوال 7: اسلامی اخوت کے فوائد کیا ہیں؟

جواب:(1)اسلامی اخوت کی وجہ سے لوگوں میں اتحاد پیدا ہوتا ہے۔(2)اس کی وجہ سے افراد اپنی تاریخی دشمنیاں بھول جاتے ہیں۔(3)اسی کی وجہ سے قبائلی انتقام معاف کر دیئے جاتے ہیں۔(4)اسی کی وجہ سے افراد اپنے ذاتی مفادات چھوڑ دیتے ہیں۔(5)اسی کی وجہ سے افراد اپنی فرقہ وارانہ روایات ترک کر دیتے ہیں۔

سوال 8: مسلمانوں میں اتحاد اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمت ہے، اس کی وضاحت ﴿وَاذْكُرُوْا ... اِخْوَانًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1) ﴿وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً﴾ ''اور اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کی نعمت کو یاد کرو کہ جب تم ایک دوسرے کے دشمن تھے'' ربیع کا قول ہے: ﴿اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً﴾ جب تم ایک دوسرے کے دشمن تھے تمہارے لوگ ایک دوسرے کو قتل کر دیتے تھے اور تمہارا قوت والا ضعیف کو کھا جاتا تھا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اسلام لے آیا اور تمہارے درمیان اسلام کی وجہ سے الفت پیدا کر دی۔ (تفسیر ابن ابی حاتم: 725/3)

(2)رشتۂ اخوت سے قبل مدینہ میں اوس اور خزرج کے قبائل ایک دوسرے کے دشمن تھے، یہودی ان میں دشمنی کی آگ کو بھڑکائے رکھتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان دو نفرت کرنے والے قبیلوں کے درمیان اسلام کی وجہ سے الفت پیدا کر دی۔ یہ اتحاد اور محبت اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمت ہے۔

(3)شیخ محمد علی الصابونی لکھتے ہیں: ''اور اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کی نعمت کو یاد کرو'' جب اسلام آنے سے پہلے تم ایک دوسرے کے دشمن تھے، تمہارے لوگ ایک دوسرے کو قتل کر دیتے تھے، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے محبت کے ساتھ تمہارے دلوں میں الفت ڈال دی، اور تمہیں ایمان پر جمع کیا تو تم اللہ کے فضل اور اس کے انعام سے اللہ تعالیٰ کے لیے ایک دوسرے سے محبت کرنے والے بن گئے۔ (واضح البیان: 141,140)

(4)﴿فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ﴾ ''تو اللہ تعالیٰ نے تمہارے دلوں کے درمیان الفت ڈال دی'' انسانوں کے باہمی تعلقات اور باہمی محبت کا مرکز دل ہے اس لیے دل کا لفظ استعمال کیا گیا ہے جو اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کیے ہوئے عہد کی رسی میں دلوں کو باندھ دیا گیا، جوڑ دیا گیا، ان میں ایک دوسرے کے لیے الفت ڈال دی گئی۔ رب العزت کا فرمان ہے: ﴿وَاِنْ يُّرِيْدُوْٓا اَنْ يَّخْدَعُوْكَ فَاِنَّ حَسْبَكَ اللّٰهُ ۭ هُوَ الَّذِيْٓ اَيَّدَكَ بِنَصْرِهٖ وَبِالْمُؤْمِنِيْنَ (۶۲)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ ؕ لَوْ اَنْفَقْتَ مَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا مَّآ اَلَّفْتَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ اَلَّفَ بَيْنَهُمْ ؕ اِنَّهٗ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۶۳﴾ ''اور اگر وہ آپ کو دھوکہ دینے کا ارادہ کریں تو بے شک اللہ تعالیٰ تمہارے لیے کافی ہے۔ وہی ہے جس نے اپنی مدد اور مومنوں کے ذریعے آپ کو قوت دی۔ اور اس نے ان کے دلوں میں الفت ڈال دی، اگر آپ زمین میں جو بھی ہے وہ سب خرچ کر دیتے تب بھی آپ ان کے دلوں کے درمیان الفت نہ ڈالتے اور لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کے درمیان الفت ڈال دی یقیناوہ سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔'' (الانفال:62،63)

(5) رسول اللہ ﷺ نے حنین کا مال تقسیم کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے اس احسان کی طرف اشارہ فرمایا۔ سیدنا عبداللہ بن زید بن عاصم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ پر حنین کے مال کی تقسیم کے وقت، جب کچھ انصار کے لوگوں نے اس وجہ سے اعتراض کیا تھا کہ آپ ﷺ نے کچھ لوگوں کو زیادہ حصہ دے دیا تھا، حالانکہ وہ اللہ تعالیٰ کی مرضی و مشیت کے مطابق ہی تھا تو آپ ﷺ نے انہیں خطبہ دیتے ہوئے فرمایا: ''اے گروہ انصار! کیا میں نے تمہیں گمراہ نہیں پایا تھا؟ مگر اللہ تعالیٰ نے تمہیں میری وجہ سے ہدایت سے نوازا، تم ایک دوسرے سے الگ الگ تھے مگر میرے ذریعے سے اللہ تعالیٰ نے تمہارے دلوں میں الفت و محبت ڈال دی، اور تم فقیر تھے مگر اللہ تعالیٰ نے تمہیں میری وجہ سے دولت مند بنا دیا۔'' آپ ﷺ جب بھی کچھ ارشاد فرماتے تو اس کے جواب میں وہ کہتے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کا ہم پر بہت بڑا احسان ہے۔ (بخاری:4330، مسلم:1061)

(6) ﴿فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖٓ اِخْوَانًا﴾ ''تو تم اس کی نعمت سے بھائی بھائی بن گئے'' مومنوں کی باہمی محبت اللہ تعالیٰ ہی کی نعمت ہے اس لئے کہ انسان زمین بھر دولت بھی دے ڈالے کسی کی محبت نہیں خرید سکتا۔ یہ اللہ تعالیٰ کا ارادہ، اس کی رحمت اور اس کی نعمت ہے۔

(7) نبی ﷺ نے فرمایا: ''نہ باہم حسد کرو، نہ ایک دوسرے سے لاتعلق رہو، نہ باہم بغض رکھو بلکہ اے اللہ کے بندو! بھائی بھائی ہو جاؤ۔'' (صحیح مسلم) نبی ﷺ نے فرمایا: ''تو مومنوں کو باہمی رحم دلی، دوستی اور باہمی مہربانی میں ایک جسم کی مانند پائے گا۔ جب کسی عضو کو دکھ درد پہنچتا ہے تو سارا جسم بے خوابی اور تپ میں مبتلا ہو جاتا ہے۔'' (بخاری:6011)

(8) سیدنا ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''ایک مومن دوسرے مومن کے ساتھ ایک عمارت کے حکم میں ہے کہ ایک دوسرے سے قوت پہنچتی ہے اور آپ نے اپنے ایک ہاتھ کی انگلیوں کو دوسرے ہاتھ کی انگلیوں کے اندر کیا۔'' (بخاری:2446)

سوال 9: اسلام کی توفیق ملنا اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمت ہے، اس کی وضاحت ﴿وَكُنْتُمْ ... تَهْتَدُوْنَ﴾ کی روشنی میں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کریں؟

جواب: (1)﴿وَ كُنْتُمْ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا﴾ ''اور تم آگ کے گڑھے کے کنارے پر تھے تو اس نے تمہیں اس سے بچالیا'' تم آگ کے گڑھے پر کھڑے تھے۔ کفر وشرک نے تمہیں لب جہنم تک پہنچادیا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مہربانی سے تمہیں توفیق اسلام دے کر آگ سے بچالیا۔ (مختصر ابن کثیر:246/1)

(2)﴿شَفَا حُفْرَةٍ﴾ کا معنی گڑھے کا کنارہ جیسے کچے کنوئیں کا کنارہ ہوتا ہے۔ (بخاری کتاب التفسیر)

(3) سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: اگر تم جاہلیت پر مرجاتے تو تم آگ والوں میں سے ہوتے ﴿فَاَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا﴾ ''تو اس نے تمہیں اس سے بچالیا'' اللہ تعالیٰ نے دین اسلام سے اور محمد ﷺ کی بدولت تمہیں نجات دی۔ (تفسیر الوسیط:474/1)

(4) مقاتل بن حیان کا قول ہے: اللہ تعالیٰ نے تمہیں شرک سے ایمان کی طرف نجات دی۔ (تفسیر ابن ابی حاتم:726/3)

(5) مدینہ کے دو قبائل اوس اور خزرج کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی۔ اسلام قبول کرنے کے بعد یہ دونوں قبائل بھائیوں کی طرح ایک محفل میں بیٹھے ہوئے تھے کہ قریب سے ایک یہودی گزرا۔ یہ بات اس پر گراں گزری۔ اس نے ایک شخص کو بھیجا جو جنگ بعاث میں ان کے درمیان گزرے واقعات کا تذکرہ کرنے لگا حتیٰ کہ لوگ ایک دوسرے کے مخالف ہوگئے اور ان کے اندر جذبۂ انتقام بھڑک اٹھا۔ انہوں نے اپنے اپنے جھنڈے اٹھالیے، اسلحہ طلب کرلیا گیا اور مقام ''حرہ'' دوبارہ جنگ کے لیے تقریباً طے ہوگیا۔ اس بات کی اطلاع نبی ﷺ کو ہوگئی۔ آپ ﷺ ان کے پاس آئے، انہیں ٹھنڈا کیا اور فرمایا: ''کیا تم دوبارہ جاہلیت کی طرف دعوت دیتے ہو؟ حالانکہ میں تمہارے درمیان ہوں۔'' اس کے بعد آپ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔ اس پر انہیں سخت ندامت ہوئی، ان کے درمیان صلح ہوگئی، انہوں نے اسلحہ پھینک دیا اور اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہوگیا۔ (تفسیر ابن کثیر:448,447/1)

(6)﴿كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ﴾ ''اس طرح اللہ تعالیٰ اپنی نشانیاں تمہارے لیے کھول کر بیان کرتا ہے تاکہ تم ہدایت پاجاؤ'' اللہ تعالیٰ نے تقویٰ اور اخوت کی بنیاد پر جو اسلامی اجتماعیت قائم کرنے کے لیے کہا، اس کے بارے میں فرمایا کہ دیکھو یہ سب کچھ اس لیے ہے تاکہ تم ہدایت پاجاؤ۔

(7)﴿لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ﴾ تاکہ تم ہدایت پاجاؤ'' اللہ تعالیٰ کا یہ ارادہ تھا کہ تم ہدایت پر ثبات پاجاؤ اور وہ تمہیں اس میں بڑھادے۔ (تفسیر بیضاوی:74/2)

(8) اس بدیع بیان میں اللہ تعالیٰ نے واضح فرمایا کہ اس نے تمہیں دین اور شریعت عطا فرمائی تاکہ تم ہدایت پاؤ اور دونوں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جہانوں کی سعادت اور کامیابی حاصل کرو۔ (واضح السیر:141)

(9) اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا وَصّٰى بِهٖ نُوْحًا وَّالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهٖٓ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسٰٓى اَنْ اَقِيْمُوا الدِّيْنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوْا فِيْهِ﴾ ''اس نے تمہارے لیے دین کا وہی طریقہ مقرر کیا ہے جس کا تاکیدی حکم اس نے نوح کو دیا اور جس کی وحی ہم نے آپ کی طرف کی ہے اور جس کا تاکیدی حکم ہم نے ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ کو دیا تھا کہ دین کو قائم کرو اور اس میں تفرقہ نہ ڈالو۔'' (شوریٰ:13)

﴿وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ

''اور لازم ہے کہ تم میں سے ایک جماعت ہو جو نیکی کی طرف دعوت دیں اور بھلائی کا حکم دیں اور برائی سے روکیں

عَنِ الْمُنْكَرِ ۭ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ﴾

اور یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں'' (104)

سوال 1: دعوت الی اللہ کے حکم کی وضاحت ﴿وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ ۔۔۔ الْمُفْلِحُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) اس آیت میں امت مسلمہ کو مخاطب کیا گیا ہے اور دعوت الی اللہ کا حکم دیا گیا ہے۔ رب العزت نے فرمایا:

(2) ﴿وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ﴾ ''اور لازم ہے کہ تم میں سے ایک جماعت ہو'' اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے امت مسلمہ کو ایک بہت بڑی ذمہ داری دی ہے اور کہا ہے کہ مسلمانوں میں ایک ایسی جماعت کا ہونا ضروری ہے جو لوگوں کو خیر کی دعوت دے، اچھائی کا حکم دے اور برائی سے روکے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ایسی صراحت کر دی کہ امت مسلمہ کی دینی اور دنیاوی فلاح و بہبود کی یہی بنیادی شرط ہے۔ (تیسیر الرحمن:197/1)

(3) یہاں امت سے مراد مجاہدین اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنے والے لوگ ہیں۔ (ایسر التفاسیر:195)

(4) ﴿يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ﴾ ''جو نیکی کی طرف دعوت دیں'' دعوت الی الخیر سے مراد اللہ تعالیٰ کی توحید کی، اسلام کو قبول کرنے کی، قرآن مجید کو اللہ تعالیٰ کی کتاب کے طور پر قبول کرنے کی، اس کی ذمہ داریاں ادا کرنے کی اور محمد رسول اللہ ﷺ کی پیروی کرنے کی دعوت ہے۔

(5) الخیر سے مراد اسلام اور ہر وہ چیز ہے جو اسے دنیا اور آخرت میں نفع دے، ان میں ایمان اور عمل صالح شامل ہیں۔

(6) ابوجعفر الباقر نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے آیت پڑھی ﴿وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ﴾ پھر فرمایا: خیر سے مراد قرآن اور میری سنت کی اتباع ہے۔ (فتح القدیر:471/1)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(7) ''خیر'' میں ہر وہ چیز شامل ہے جو اللہ تعالیٰ کے قریب کرنے والی اور اس کی ناراضی سے دور کرنے والی ہو۔ (تفسیر سعدی:404/1)

(8) ﴿وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ﴾ ''اور بھلائی کا حکم دیں'' المعروف وہ ہے جس کو شریعت نے معروف قرار دیا ہو۔ اس کے نفع اور اس کی اصلاح کے لیے فرد اور جماعت دونوں کو حکم دیا ہے۔ (ایسر التفاسیر:195)

(9) معروف میں وہ تمام نیکیاں اور بھلائیاں شامل ہیں جن کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے اور ہر نبی نے اپنے دور میں جس کو رواج دینے کی کوشش کی۔ یہ نیکیاں اور بھلائیاں جانی پہچانی ہیں اس لئے معروف کہلاتی ہیں۔

(10) ﴿وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ﴾ ''اور برائی سے روکیں'' المنکر، المعروف کی ضد ہے اور وہ ایسے امور ہیں جس کے ضرر اور فساد سے بچانے کے لیے شریعت نے فرد اور جماعت کو ان سے روکا ہو۔ (ایسر التفاسیر:195)

(11) منکر میں تمام وہ برائیاں اور مفاسد داخل ہیں جن کو رسول کریم ﷺ کی طرف سے ناجائز قرار دینا معلوم و معروف ہے۔

(12) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم میں سے جو کوئی کسی برائی کو دیکھے اسے ہاتھ سے دفع کر دے۔ اگر اس کی طاقت نہ ہو تو زبان سے روکے۔ اگر یہ بھی نہ کر سکتا ہو تو اپنے دل سے نفرت کرے یہ ضعیف ایمان ہے، ایک اور روایت میں اس کے بعد یہ بھی ہے کہ اس کے بعد رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان نہیں۔'' (صحیح مسلم:177)

(13) سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! تم ضرور نیکی کا حکم کرو اور ضرور برائی سے روکو ورنہ قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ تم پر اپنا عذاب بھیج دے پھر تم اس سے دعائیں کرو گے لیکن وہ قبول نہیں کی جائیں گی۔'' (جامع ترمذی:2169)

(14) سیدنا نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کی حدود پر قائم رہنے والے اور اس میں گھس جانے والے (یعنی خلاف کرنے والے) کی مثال ایسے لوگوں کی سی ہے جنہوں نے ایک کشتی کے سلسلے میں قرعہ ڈالا جس کے نتیجے میں بعض لوگوں کو کشتی کے اوپر والا حصہ ملا اور بعض کو نیچے کا۔ پس جو لوگ نیچے والے تھے انھیں دریا سے پانی لینے کے لئے اوپر والوں کے اوپر سے گزرنا پڑتا۔ انہوں نے سوچا: کیوں نہ ہم اپنے ہی حصے میں ایک سوراخ کر لیں تاکہ اوپر والوں کو ہم کوئی تکلیف نہ دیں۔ اب اگر اوپر والے بھی نیچے والوں کو من مانی کرنے دیں گے تو کشتی والے تمام ہلاک ہو جائیں گے اور اگر اوپر والے نیچے والوں کا ہاتھ پکڑ لیں تو یہ خود بھی بچیں گے اور ساری کشتی بھی بچ جائے گی۔'' (صحیح بخاری:2493)

(15) انسان کے پیچھے شیطان لگا ہوا ہے اسی وجہ سے بہت سے لوگ فرائض اور واجبات چھوڑ دیتے ہیں اور گناہوں میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ ایسے لوگوں کو سیدھے راستے پر باقی رکھنے کے لیے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی ضرورت ہے۔ یہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دونوں کام مومنوں کی خاص صفات ہیں۔

(16)﴿وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ﴾ ''اور یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں'' اللہ تعالیٰ نے فلاح، نجات اور کامیابی کے لئے تین کاموں کو ضروری قرار دیا ہے: (i) دعوت الی الخیر (خیر کی طرف دعوت دینا)۔ (ii) امر بالمعروف (نیکی کا حکم دینا)۔ (iii) نہی عن المنکر (برائی سے روکنا)۔

سوال 2: اُمتِ مسلمہ کا مشن، فریضہ کیا ہے؟

جواب: (1) امتِ مسلمہ کا فریضہ اقامتِ دین ہے۔ (2) ان کا مشن اس کرۂ ارض پر اسلامی نظامِ زندگی کا قیام ہے۔

(3) اُن کا یہ ہدف ہے کہ حق کو باطل پر غالب کرنا ہے، معروف کو منکر پر غالب کرنا ہے۔

(4) اُمتِ مسلمہ کا نصب العین یہ ہے کہ خیر کو پھیلائیں اور شر کو روکیں۔

سوال 3: ﴿وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ﴾ ''اور لازم ہے کہ تم میں سے ایک جماعت ہو جو نیکی کی طرف دعوت دیں'' اس سے کیا طریقۂ کار سامنے آرہا ہے؟

جواب: (1) اس سے دو حقائق سامنے آرہے ہیں: امت کے خاص لوگ: (i) امت کے اندر برائی برداشت نہ کریں۔

(ii) نیکی اور بھلائی کے لیے تڑپنے والے ہوں۔ (iii) ان کے اندر کا جذبۂ اصلاح انہیں غیر جانب دارانہ رہنے دے۔

(iv) وہ لازماً بھلائی کی طرف بلائیں اور برائی سے روکیں۔

(2) امت کے عوام الناس: (i) ان کے اندر بھی اطاعت کا جذبہ ہو۔ (ii) وہ خاص ذمہ داران کی اطاعت کریں۔

(iii) سمع وطاعت کی فضا قائم کریں۔

سوال 4: امتِ مسلمہ کی کامیابی کے لیے ایک اسلامی جماعت کا قیام کس لیے ضروری ہے؟

جواب: جماعتی زندگی اسلامی نظام کی ضرورت ہے کیونکہ:

(1) اسلام کا تصورِ زندگی، تصورِ کائنات، تصورِ اَقدار، تصورِ اَخلاق، تصورِ واقعات بالکل مختلف ہے اس لیے اسلام کو ایک جاہلی معاشرے سے جدا اپنا معاشرہ درکار ہے۔

(2) یہ جماعت وہ ماحول فراہم کرتی ہے جہاں اسلامی نظام حقیقت کے روپ میں سامنے آسکتا ہے۔

(3) یہ جماعت بھلائی کا ماحول پیدا کرسکتی ہے۔ (4) اس جماعت کے تمام افراد ایک دوسرے کے معاون ہوسکتے ہیں۔

(5) اس جماعت میں شر کی نشوونما کے راستے میں مشکلات اور رکاوٹیں ہوتی ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(6)اس ماحول میں بھلائی آسان اور برائی مشکل ہو جاتی ہے۔

(7)اس ماحول میں برائی کرنے والے کو مخالفت کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

(8)اس ماحول میں بھلائی کی جدوجہد نشوونما پا سکتی ہے۔

سوال5: اسلامی جماعت کیسے قائم ہوتی ہے؟

جواب: (1) اسلامی جماعت دو اہم بنیادوں پر قائم ہوتی ہے: (i) اللہ تعالیٰ پر ایمان یعنی اس کی ذات کی پہچان اور اس کی نگرانی کا شعور یعنی تقویٰ۔ (ii) اخوت (محبت، تعاون، باہمی کفالت) یعنی افراد ایک دوسرے کے لیے ایثار کرنے والے اور ایک دوسرے سے سچی ہمدردی رکھنے والے ہوں۔

(2) اسلامی جماعت کے قیام کے لیے ضروری ہے کہ اس جماعت کے سارے فیصلے اللہ تعالیٰ کی شریعت کے مطابق ہوں۔

(3) جماعت کے افراد محبت کے ساتھ قیادت کی پیروی کریں۔ (4) تفرقے سے بچا جائے۔

سوال6: دنیا میں بھلائی کا دور دورہ کیسے ممکن ہے؟

جواب: دنیا میں بھلائی کا دور دورہ تب ممکن ہے جب: (1) بھلائی کی دعوت ہر وقت ہو اور ایک امت یہ دعوت دے۔

(2) ایک ایسا اقتدارِ اعلیٰ ہو جو ''دعوت الی الخیر'' بھلائی کی دعوت کے نصب العین پر ہو اور ''امر بالمعروف اور نہی عن المنکر'' کا کام کرے۔ (3) یہ اقتدارِ اعلیٰ، مملکت یا سلطنت دو بنیادوں پر قائم ہو گی: (i) تقویٰ۔ (ii) اخوت

(4) اس اقتدارِ اعلیٰ کا نصب العین انسانی زندگی میں اسلامی نظام کو قائم کرنا ہو تو دنیا میں بھلائی کا دور دورہ ہو سکتا ہے۔

﴿وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ تَفَرَّقُوا وَاخْتَلَفُوا مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَهُمُ الْبَيِّنٰتُ ۚ

''اور تم ان لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ جو الگ الگ ہو گئے اور اپنے پاس واضح احکامات آنے کے بعد بھی اختلاف کیا

وَأُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ﴾

اور یہی لوگ ہیں جن کے لیے بہت بڑا عذاب ہو گا'' (105)

سوال1: تفرقہ بازی اختیار نہ کی جائے، اس حکم کی وضاحت ﴿وَلَا تَكُونُوا ... عَظِيمٌ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ تَفَرَّقُوا وَاخْتَلَفُوا مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَهُمُ الْبَيِّنٰتُ﴾ ''اور تم ان لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ جو الگ الگ ہو گئے اور اپنے پاس واضح احکامات آنے کے بعد بھی اختلاف کیا'' اللہ تعالیٰ اس امت کو منع

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

فرمارہا ہے کہ وہ ان سابقہ امتوں کی طرح نہ ہوں جنہوں نے حجت قائم ہونے کے باوجود تفرقہ بازی اور اختلاف کو اختیار کیا اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو ترک کر دیا تھا۔(المصباح المنیر :671/1)

(2) اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو یہودیوں اور عیسائیوں کی طرح فرقوں میں تقسیم ہونے سے منع فرمایا ہے۔ان کے درمیان حسد، عداوت اور بغض وعناد پیدا ہو گیا تھا۔

(3) یہاں اختلاف سے مراد یہودیوں اور عیسائیوں کے باہمی اختلافات ہیں جن کی وجہ لاعلمی نہ تھی بلکہ دنیاوی مفادات اور نفسانی اغراض تھیں۔

(4) اس اختلاف کی وجہ یہ تھی کہ انہوں نے حق سے روگردانی کر کے خواہش نفس کی پیروی کی، دین میں بدعت کو راہ دی اور ایک دوسرے سے حسد کیا، یہاں تک کہ انبیاء کرام علیہم السلام کو بھی انہوں نے آپس میں بانٹ لیا۔اس طرح حق کے واضح دلائل آجانے کے باوجود انہوں نے آپس میں اختلاف کیا۔

(5) اس اختلاف کے بارے میں رب العزت نے وضاحت فرمائی ہے:﴿كَانَ النَّاسُ أُمَّةً وَّاحِدَةً ۟ فَبَعَثَ اللّٰهُ النَّبِيّٖنَ مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ ۪ وَاَنْزَلَ مَعَهُمُ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِيَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ فِيْمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ ؕ وَمَا اخْتَلَفَ فِيْهِ اِلَّا الَّذِيْنَ اُوْتُوْهُ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ بَغْيًۢا بَيْنَهُمْ ۚ فَهَدَى اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ مِنَ الْحَقِّ بِاِذْنِهٖ ؕ وَاللّٰهُ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ﴾ ''لوگ ایک ہی امت تھے پھر اللہ تعالیٰ نے انبیاء کو خوش خبری دینے والے اور ڈرانے والے بنا کر بھیجا۔اور ان کے ساتھ کتاب کو حق کے ساتھ نازل کیا تا کہ وہ لوگوں کے درمیان ان باتوں کا فیصلہ کر دے جن میں انہوں نے اختلاف کیا اور اس میں اختلاف نہیں کیا مگر ان لوگوں نے جنہیں کتاب دی گئی، اس کے بعد کہ ان کے پاس واضح دلائل آچکے تھے، آپس میں ضد کی وجہ سے پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے حکم سے ان لوگوں کو جو ایمان لائے، حق میں سے ہدایت دی، جس میں انہوں نے اختلاف کیا تھا، اور اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے سیدھے راستے کی طرف ہدایت دیتا ہے۔''(البقرہ:213)

(6) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''یہود 71 فرقوں میں بٹ گئے، عیسائی 72 فرقوں میں بٹ گئے اور میری امت 73 فرقوں میں بٹ جائے گی 72 فرقے جہنم میں ہوں گے اور ایک جنت میں، یہی الجماعۃ۔''
(ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ)

(7) ﴿وَاُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ﴾ ''اور یہی لوگ ہیں جن کے لیے بہت بڑا عذاب ہوگا'' انہوں نے واضح احکامات آنے کے بعد بھی اختلاف کیا حالانکہ ان کا نتیجہ تو یہ ہونا چاہئے تھا کہ اختلاف نہ ہو۔انہیں دین پر دوسروں سے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

زیادہ پابندی اختیار کرنا چاہئے تھی۔لیکن انہوں نے بالکل الٹ کام کیا حالانکہ انہیں معلوم تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے احکام کی مخالفت کررہے ہیں۔اس لیے وہ سخت عذاب کے مستحق ہوگئے۔

(8)اس عذاب کی وعید سے اللہ تعالیٰ نے اسلام کے نظام اطاعت پر راضی کیا ہے۔اس پر ایمان کی وجہ سے مومن ٹکڑے ٹکڑے ہونے سے بچ جاتے ہیں۔اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق چلنے کی وجہ سے سب ایک ہوجاتے ہیں اور اتحاد مومنوں کی عام صفت بن جاتی ہے، جو بڑی قوت ہے۔

سوال2:انسان فرقوں میں کیسے تقسیم ہوجاتے ہیں؟

جواب:(1)تقویٰ اور اعتصام بحبل اللہ جمیعا (سب کا اللہ تعالیٰ کی رسی کو مل کر مضبوطی سے پکڑ لینا) ان دو اصولوں سے ہٹتے ہی پھوٹ پڑ جاتی ہے اور لوگ فرقوں میں تقسیم ہوجاتے ہیں۔

(2)انسان فرقوں میں بٹ جاتے ہیں:(i)جب بھی اللہ تعالیٰ سے تعلق کی بجائے کوئی اور چیز بنیاد بنتی ہے۔(ii)جب بھی اللہ تعالیٰ کے خوف کی جگہ کوئی اور خوف لیتا ہے۔(iii)جب بھی آخرت کے مفاد پر کوئی اور مفاد حاوی آجاتا ہے۔

سوال3:کیا قرآن وحدیث کے فہم اور اس کی تشریح میں اختلاف فرقہ بندی کا سبب بنتا ہے؟

جواب:فرقہ بندی کی تاریخ بتاتی ہے کہ قرآن وحدیث کے فہم، اس کی تشریح وغیرہ میں اختلاف تو صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین اور تابعین کے عہد میں بھی تھا۔یہ فرقہ بندی کا سبب نہیں۔مسلمان قرآن وحدیث کی وجہ سے فرقوں اور گروہوں میں تقسیم نہیں ہوئے کیونکہ اختلاف کے باوجود سب کے لئے اطاعت اور عقیدت کا محور ومرکز قرآن مجید اور حدیث رسول ﷺ تھے۔

سوال4:کیا نبی ﷺ کی حدیث سے یہ پتہ نہیں چلتا کہ اختلاف رحمت کا باعث ہے؟

جواب:(i)نبی ﷺ کی جو روایت فرقہ بندی کے حق میں پیش کی جاتی ہے:''میری امت کا اختلاف رحمت ہے''، یہ موضوع روایت ہے۔(ii)اگر امت کا اختلاف رحمت کا باعث ہوتا تو رسول اللہ ﷺ یہ نہ فرماتے کہ میری امت 73 فرقوں میں بٹ جائے گی جن میں سے ایک فرقہ جنتی ہوگا اور باقی سب جہنم میں۔(iii)رسول اللہ ﷺ نے جنت میں جانے والے فرقے کی پہچان یہ بتائی ہے کہ جو میرے اور میرے صحابہ رضی اللہ عنہم کے طریقے پر ہوگا۔(ترمذی،ابوداؤد،ابن ماجہ)

سوال5:فرقہ بندی کا آغاز کیسے ہوتا ہے؟

جواب:(1)فرقہ بندی کا آغاز اطاعت اور عقیدت کے محور ومرکز کے بدلنے سے ہوتا ہے۔جب شخصیات کے اقوال کو پہلا درجہ دیا جاتا ہے تو قرآن وحدیث کے احکامات خود بخود دوسرے درجے کی حیثیت اختیار کرلیتے ہیں۔یہیں سے اس

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

امت کے اندر فرقہ بندی کا آغاز ہوا جو دن بدن بڑھتا چلا گیا اور اتنا مضبوط ہو گیا کہ اب جو کسی خاص شخصیت کے اقوال و افکار کے ساتھ خود کو منتھی نہیں کرتا اس کا اسلام مشکوک قرار دیا جاتا ہے۔

(2) امت میں اختلاف کو راہ دینے والے بعض کج فہم لوگوں نے (اختلاف امتی رحمۃ جیسی) ضعیف اور کمزور حدیث کا سہارا لے کر امت میں اختلاف پیدا کرنا چاہا ہے جب کہ اس حدیث کی کوئی سند نہیں ہے۔ اسے طبرانی اور بیہقی نے (المدخل) میں ابن عباس سے سند ضعیف کے ساتھ مرفوعاً روایت کیا ہے۔ اس حدیث کی سند تو کمزور ہے ہی اس کے علاوہ بہت سی قرآنی آیات اور صحیح احادیث کے مخالف ہے۔

(3) اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ لَجَعَلَ النَّاسَ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلَا يَزَالُوْنَ مُخْتَلِفِيْنَ ۝ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ رَبُّكَ ۭ وَلِذٰلِكَ خَلَقَهُمْ ۭ وَتَمَّتْ كَلِمَةُ رَبِّكَ لَاَمْلَــَٔنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ﴾ ''اور اگر آپ کا رب چاہتا تو تمام انسانوں کو یقیناً ایک ہی امت بنا دیتا اور وہ ہمیشہ اختلاف کرنے والے ہی رہیں گے۔ مگر جن پر آپ کا رب رحم کرے اور اسی لیے اس نے ان کو پیدا کیا اور تیرے رب کی وہ بات پوری ہو گئی کہ میں جہنم کو جنوں اور انسانوں سب ہی سے ضرور بھر دوں گا'' (ہود:118،119) اس آیت میں اختلاف اور رحمت میں دوری کے بارے میں بتایا گیا ہے۔

(4) نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''آپس میں اختلاف نہ کرو ورنہ تمہارے دل مختلف ہو جائیں گے'' اور آپ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے صف اول پر رحمت نازل فرماتے ہیں۔'' (سنن ابوداود:664)

(5) رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''اگر تمہارا امیر ایسا شخص بنا دیا جائے جس کے ناک کان کٹے ہوئے ہوں جو تمہیں اللہ تعالیٰ کی کتاب کے ذریعہ لے کر آگے چلتا ہو اس کی بات سنو اور اطاعت کرو۔'' (مسلم:120/2)

(6) ایک اور حدیث میں ارشاد فرمایا: ''بات سنو اور اطاعت کرو اگرچہ تم پر ایسے شخص کو عامل بنا دیا جائے جو حبشی غلام ہو گویا کہ اس کا سر کشمش (کی طرح چھوٹا) سا ہو۔'' (بخاری:105/2)

(7) سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ سے بیعت کی کہ بات سنیں گے اور فرماں برداری کریں گے تنگی میں بھی اور آسانی میں بھی، خوشی میں بھی اور ناخوشی میں بھی اور اس بات پر بھی کہ اگر ہمارے اوپر دوسروں کو ترجیح دی جائے گی تب بھی فرماں برداری کریں گے اور اس بات پر بھی کہ صاحب اقتدار سے جھگڑا نہ کریں گے۔ ہاں اگر ظاہر کفر نظر آئے جس کے بارے میں ہمارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے کھلی ہوئی دلیل

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہوتو اس وقت ہم اس سے جھگڑا کریں گے۔(مسلم:4771)

﴿يَوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوْهٌ وَّتَسْوَدُّ وُجُوْهٌ ۚ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اسْوَدَّتْ وُجُوْهُهُمْ ۫

''جس دن کچھ چہرے روشن ہوں گے اور کچھ چہرے سیاہ ہوں گے تو وہ لوگ جن کے چہرے سیاہ ہوں گے (ان سے پوچھا جائے گا

اَكَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ﴾

کہ) کیا تم نے اپنے ایمان کے بعد کفر کیا؟ تو اب عذاب چکھو اس وجہ سے کہ تم کفر کیا کرتے تھے''(106)

سوال: قیامت کے دن اتحاد اور اختلاف کی وجہ سے چہروں پر کیا اثرات نظر آئیں گے، اس کی وضاحت ﴿يَوْمَ ... تَكْفُرُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿يَوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوْهٌ وَّتَسْوَدُّ وُجُوْهٌ﴾''جس دن کچھ چہرے روشن ہوں گے اور کچھ چہرے سیاہ ہوں گے''یعنی قیامت کے دن سنت پر عمل کرنے والی جماعت کے چہرے سفید و روشن ہوں گے اور بدعتیوں اور فرقہ پرستوں کے چہرے سیاہ ہوں گے۔(السراج المنیر:1/247)

(2) گزشتہ آیت کے اختتام پر اللہ تعالیٰ نے اختلاف کرنے والوں کو عذاب الیم سے ڈرایا تو یہاں یہ بتایا کہ یہ عذاب انہیں اس دن ملے گا جب مومنوں کے چہرے ایمان کے نور سے چمک رہے ہوں گے اور کافروں اور دین میں اختلاف پیدا کرنے والوں کے چہرے ایمان کے نور سے محروم ہونے کی وجہ سے سیاہ ہوں گے۔

(3)﴿فَاَمَّا الَّذِيْنَ اسْوَدَّتْ وُجُوْهُهُمْ ۫ اَكَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ﴾''تو وہ لوگ جن کے چہرے سیاہ ہوں گے (ان سے پوچھا جائے گا کہ) کیا تم نے اپنے ایمان کے بعد کفر کیا''سیاہ چہرے والے وہ لوگ ہوں گے جو نعمت ایمان پانے کے بعد بھی کافرانہ روش جاری رکھتے ہیں۔

(4) حسن کا قول ہے کہ اس سے مراد منافق ہیں یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے زبان سے کلمہ ایمان ادا کیا لیکن اپنے دلوں اور اعمال سے اس کا انکار کیا۔(الدر المنثور:2/112)

(5) ایسے لوگوں کے بارے میں ارشاد ربانی ہے:﴿وَالَّذِيْنَ كَسَبُوا السَّيِّاٰتِ جَزَآءُ سَيِّئَةٍ بِمِثْلِهَا ۙ وَ تَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ ؕ مَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ عَاصِمٍ ۚ كَاَنَّمَاۤ اُغْشِيَتْ وُجُوْهُهُمْ قِطَعًا مِّنَ الَّيْلِ مُظْلِمًا﴾

''اور جن لوگوں نے برائیاں کمائیں تو برائی کا بدلہ اس جیسا ہی ہوگا اور ان کو رسوائی ڈھانپے ہوگی، کوئی انہیں اللہ تعالیٰ سے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بچانے والا نہ ہوگا۔ گویا ان کے چہرے سیاہ رات کے ٹکڑوں سے ڈھانپ دیئے گئے ہیں۔'' (یونس:27)

(6)﴿وَوُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ عَلَيْهَا غَبَرَةٌ ۝ تَرْهَقُهَا قَتَرَةٌ ۝ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْكَفَرَةُ الْفَجَرَةُ﴾ ''اور اس دن کچھ چہروں پر خاک اڑ رہی ہوگی۔ ان پر سیاہی چھائی ہوئی ہوگی۔ یہی لوگ کافر، بدکردار ہیں۔'' (عبس:40-42)

(7)﴿فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ﴾ ''تو اب عذاب چکھو اس وجہ سے کہ تم کفر کیا کرتے تھے'' اب عذاب کا مزہ چکھو اس وجہ سے جو تم اللہ تعالیٰ اور اس کی شریعت کا کفر کیا کرتے تھے۔ (ایسر التفاسیر:196)

﴿وَاَمَّا الَّذِيْنَ ابْيَضَّتْ وُجُوْهُهُمْ فَفِيْ رَحْمَةِ اللّٰهِ ؕ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ﴾

''اور جن کے چہرے سفید ہوں گے، سو وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت میں ہوں گے، وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں'' (107)

سوال: ﴿وَاَمَّا الَّذِيْنَ ... خٰلِدُوْنَ﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿وَاَمَّا الَّذِيْنَ ابْيَضَّتْ﴾ ''اور جن کے چہرے سفید ہوں گے'' ابی بن کعب کا قول ہے: یہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنے والے، اللہ تعالیٰ کے عہد کو وفا کرنے والے ہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت میں ہوں گے، وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔ (ابن ابی حاتم:730/3)

(2)﴿فَفِيْ رَحْمَةِ اللّٰهِ﴾ ''سو وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت میں ہوں گے'' اس سے مراد اللہ تعالیٰ کے غضب سے بچ کر اس کی پناہ میں آنا ہے۔

(3)﴿فَفِيْ رَحْمَةِ اللّٰهِ﴾ ''سو وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت میں ہوں گے'' جنت کو رحمت سے تعبیر کرنے میں یہ حکمت ہے کہ آدمی خواہ کتنا ہی عابد اور زاہد کیوں نہ ہو وہ جنت میں محض اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ہی جائے گا، کیونکہ عبادت کرنا بھی انسان کا کوئی ذاتی کمال نہیں ہے۔ (معارف القرآن:148/2)

(4)﴿هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ﴾ ''وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہوں گے'' سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس آیت کے بارے میں فرمایا: اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ خیر کا ثواب اور شر پر عذاب دائمی ہوگا، کبھی منقطع نہیں ہوگا۔ (ابن ابی حاتم:731/3)

﴿تِلْكَ اٰيٰتُ اللّٰهِ نَتْلُوْهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ ؕ وَمَا اللّٰهُ يُرِيْدُ ظُلْمًا لِّلْعٰلَمِيْنَ﴾

''یہ اللہ تعالیٰ کی آیات ہیں جو ہم حق کے ساتھ پڑھ کر آپ کو سناتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ تمام جہانوں کے لیے ظلم کا ارادہ نہیں رکھتا'' (108)

سوال 1: ﴿تِلْكَ ... لِّلْعٰلَمِيْنَ﴾ کی وضاحت کریں؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جواب: (1) ﴿تِلْكَ اٰيٰتُ اللّٰهِ نَتْلُوْهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ﴾ ''یہ اللہ تعالیٰ کی آیات ہیں جو ہم حق کے ساتھ پڑھ کر آپ کو سناتے ہیں'' یہ آیات اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہو رہی ہیں جو ذات برحق ہے۔ زجاج نے کہا: ﴿تِلْكَ اٰيٰتُ اللّٰهِ﴾ سے مراد اللہ تعالیٰ کے دلائل ہیں۔ (قرطبی:131/2)

(2) یہ آیات جو اعمال کے نتائج اور جزا و سزا طے کر رہی ہیں بالکل حق ہیں۔

(3) یہ آیات جس انجام کی اطلاع دے رہی ہیں وہ پوری سچائی کے ساتھ پیش آنے والا ہے۔

(4) یہ آیات جو ہدایت اور خیر پر مشتمل ہیں، ہم حق کے ساتھ پڑھ کر آپ کو سناتے ہیں جس نے ان کو قبول کیا وہ نجات پا گیا اور جس نے اعرض کیا وہ ہلاک ہو گیا۔ (ایسر التفاسیر:196)

(5) ﴿وَمَا اللّٰهُ يُرِيْدُ ظُلْمًا لِّلْعٰلَمِيْنَ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ تمام جہانوں کے لیے ظلم کا ارادہ نہیں رکھتا'' اللہ تعالیٰ عدل کرنے والا حاکم ہے اس لیے وہ ظلم نہیں کر سکتا۔

(6) اللہ تعالیٰ مالک ارض و سماوات ہے۔ اس نے کائنات میں عدل کو جاری رکھنا ہے اس لیے وہ ظلم نہیں کر سکتا۔

(7) ظلم کرنا تو بہت دور کی بات ہے، اللہ تعالیٰ ظلم کا ارادہ بھی نہیں فرماتا۔ لہٰذا کسی کی نیکیوں میں کمی نہیں فرماتا اور ظالموں کے ظلم میں اضافہ نہیں فرماتا، بلکہ صرف ان کے کیے ہوئے اعمال کی سزا دیتا ہے۔ (تفسیر سعدی:406/1)

سوال 2: اللہ تعالیٰ کا انصاف جو آخرت کے دن ہو گا، اس کے نتیجے میں کچھ لوگ جہنم میں اور کچھ جنت میں چلے جائیں گے، ہمیشہ کے لئے کسی کو آگ میں ڈال دینا ظلم نہیں ہے، اس کی وضاحت کریں؟

جواب: اللہ تعالیٰ کا انصاف بے لاگ ہے۔ جو کچھ انسان دنیا میں کرتے ہیں اس کا بدلہ وہ آخرت میں پائیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے اسی بات کو سمجھانے کے لئے رسول بھیجے، کتابیں عطا کیں تا کہ انسان برے انجام سے بچ سکے۔ اس کے باوجود جو لوگ دنیا کی زندگی میں سرکشی پر اڑے رہتے ہیں اور زمین میں فساد برپا کرتے ہیں، ان کے لئے پہلے سے طے شدہ عین انصاف کے مطابق ہمیشہ کی آگ ہے لہٰذا کسی کو ہمیشہ کے لئے آگ میں ڈال دینا ظلم نہیں بلکہ عین انصاف ہے۔

﴿وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ﴾

ع 11 2

''اور اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے اور سارے معاملات اللہ تعالیٰ ہی کی طرف لوٹائے جاتے ہیں۔'' (109)

سوال 1: اللہ تعالیٰ ہی زمین و آسمان کا مالک ہے، اس کی وضاحت ﴿وَلِلّٰهِ ... الْاُمُوْرُ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

زمین میں ہے'' سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس آیت کے بارے میں کہا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے سارے آسمان بنائے اور جو کچھ آسمانوں میں ہے اور ساری زمینوں کو بنایا اور جو کچھ ان میں ہے۔ (ابن ابی حاتم: 731/3)

(2) آسمانوں اور زمین کی ہر چیز اللہ تعالیٰ کے لیے ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر چیز کا مالک ہے، مالک ہی فیصلہ کر سکتا ہے۔

(3) ﴿وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ﴾ ''اور سارے معاملات اللہ تعالیٰ ہی کی طرف لوٹائے جاتے ہیں'' تمام امور اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹائے جاتے ہیں اس لیے کہ آخری فیصلہ اسی کا ہوگا۔ دنیا میں انسان اگر مرضی سے فیصلے کرتا ہے تو اسے دیکھ لینا چاہیے کہ اس کی مرضی کے ناحق استعمال کی وجہ سے فیصلہ اس کے حق میں ہوتا ہے یا اس کے خلاف ہوتا ہے۔

(4) اس آیت کے توسط سے انسان کے شعور کو بیدار کیا گیا ہے۔

(5) اللہ تعالیٰ یہ چاہتا ہے کہ انسان اپنی زندگی کو اسی کے لیے خالص کر دے۔

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے انسانوں کے شعور کو بیدار کرنے کے لئے اپنی ذات کا شعور کیسے دلایا ہے؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان کی ملکیت سے اپنی ذات کا شعور دلایا ہے۔

(2) سارے معاملات کا لوٹنا اللہ تعالیٰ کی طرف ہے۔ اس سے اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کا شعور دلایا ہے۔

﴿كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ

''تم بہترین امت ہو جو لوگوں کے لیے نکالی گئی ہے، تم بھلائی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے روکتے ہو

وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ۭ وَلَوْ اٰمَنَ اَهْلُ الْكِتٰبِ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ ۭ مِنْهُمُ

اور تم اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہو اور اگر اہل کتاب بھی ایمان لے آتے تو ضرور ان کے لیے بہتر ہوتا، ان میں سے

الْمُؤْمِنُوْنَ وَاَكْثَرُهُمُ الْفٰسِقُوْنَ﴾

کچھ مومن ہیں اور ان کے اکثر نافرمان ہیں'' (110)

سوال 1: امت محمدیہ کی فضیلت ﴿كُنْتُمْ ... وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ﴾ کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب: (1) ﴿كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ﴾ ''تم بہترین امت ہو جو لوگوں کے لیے نکالی گئی ہے'' اللہ تعالیٰ نے امت محمدیہ کی فضیلت بیان کی ہے کہ وہ بہترین امت ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(2)ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ تم لوگوں میں سے لوگوں کے لیے سب سے بہتر ہو۔معنی یہ ہے کہ تم سب سے بہترین امت اور لوگوں کے لیے سب سے زیادہ نفع بخش ہو۔(المصباح المنیر :1/673)

(3)اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو تقویٰ اور اعتصام بحبل اللہ اور جماعتی زندگی اختیار کرنے کا حکم دیا تو اب کام بتایا ہے کہ وہ اسلام کی طرف دعوت دیتے ہیں، معروف کا حکم دیتے ہیں اور منکر سے روکتے ہیں۔(ایسر التفاسیر:197)

(4)اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں بتا دیا ہے کہ اس امت نے وہ کام انجام دیا جس کا اسے حکم دیا گیا تھا اسی بناء پر یہ افضل قرار پائی۔

(5)(i) مسلمان امت کو اللہ تعالیٰ باہر نکال رہے ہیں۔

(ii)اس امت کو آہستہ آہستہ متحرک کیا جا رہا ہے۔

(iii)اس امت کو تمام انسانوں کی اصلاح کے لیے نکالا گیا۔

(iv)اس امت کو اس کائنات میں خیر کی قیادت کی ذمہ داری سونپی گئی ہے۔

(v)اس امت نے کسی اور امت سے ہدایت نہیں لینی بلکہ اب ساری انسانیت اس امت سے راہ نمائی حاصل کرے گی۔

(6)﴿تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ﴾ ''تم بھلائی کا حکم دیتے ہو'' سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا:﴿تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ﴾ تم لوگوں کو حکم دیتے ہو کہ وہ گواہی دیں لا الہ الا اللہ اور اس چیز کا اقرار کریں جو اللہ تعالیٰ نے نازل کی اور اس پر جنگ کریں اور لا الہ الا اللہ معرفت میں سب سے عظیم ہے۔(القرآن العظیم ابن ابی حاتم:3/733)

(7) ابو العالیہ نے کہا: معروف توحید ہے۔

(8)تم لوگوں کے لیے معروف یعنی اسلام اور ہدایت، نبی شریعت جو نبی ﷺ لے کر آئے اس کا حکم دیتے ہو۔ (ایسر التفاسیر:197)

(9)﴿وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ﴾ ''اور تم برائی سے روکتے ہو'' سیدنا ابن عباس نے کہا: ''منکر تکذیب ہے اور وہ سب منکروں سے بڑا منکر ہے۔'' (ابن ابی حاتم:3/734)(10) منکر سے مراد کفر، شرک، کبیرہ گناہ اور فواحش ہیں۔ (ایسر التفاسیر:197)

(11)طارق بن شہاب سے روایت ہے، سب سے پہلے جس نے عید کے دن نماز سے پہلے خطبہ شروع کیا، وہ مروان تھا (حکم کا بیٹا جو خلفائے بنی امیہ میں سے پہلا خلیفہ ہے) اس وقت ایک شخص کھڑا ہوا اور کہنے لگا: خطبہ سے پہلے نماز پڑھنی چاہئے۔مروان نے کہا: یہ بات موقوف کر دی گئی۔سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے کہا: اس شخص نے تو اپنا حق ادا کر دیا۔میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ ﷺ نے فرمایا: ﴿مَنْ رَأَى مِنْكُمْ مُنْكَرًا فَلْيُغَيِّرْهُ بِيَدِهِ فَإِنْ لَمْ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

يَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِهِ فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِهِ وَذَلِكَ أَضْعَفُ الإِيمَانِ﴾ ''جو شخص تم میں سے کسی منکر (خلاف شرع) کام کو دیکھے تو اس کو مٹا دے اپنے ہاتھ سے، اگر اتنی طاقت نہ ہو تو زبان سے، اور اگر اتنی بھی طاقت نہ ہو تو دل ہی سے سہی (دل میں اس کو برا جانے اور اس سے بیزار ہو) یہ سب سے کم درجہ کا ایمان ہے۔'' (مسلم:177)

(12) سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: '' قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! تم ضرور نیکی کا حکم دو اور ضرور برائی سے روکو ورنہ قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ تم پر اپنی طرف سے کوئی عذاب بھیج دے پھر تم اس سے دعائیں کرو گے لیکن وہ قبول نہیں کی جائیں گی۔'' (ترمذی:2169)

(13) سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ﴿فِتْنَةُ الرَّجُلِ فِي أَهْلِهِ وَمَالِهِ وَوَلَدِهِ وَجَارِهِ تُكَفِّرُهَا الصَّلَاةُ وَالصَّدَقَةُ وَالْأَمْرُ بِالْمَعْرُوفِ وَالنَّهْيُ عَنِ الْمُنْكَرِ﴾ ''انسان کا فتنہ (آزمائش) اس کی بیوی، اس کے مال، اس کے بچے اور پڑوسی کے معاملات میں ہوتا ہے جس کا کفارہ نماز، صدقہ، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کر دیتا ہے۔'' (بخاری:7096)

(14) سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ﴿يُصْبِحُ عَلَى كُلِّ سُلَامَى مِنْ أَحَدِكُمْ صَدَقَةٌ فَكُلُّ تَسْبِيحَةٍ صَدَقَةٌ وَكُلُّ تَحْمِيدَةٍ صَدَقَةٌ وَكُلُّ تَهْلِيلَةٍ صَدَقَةٌ وَكُلُّ تَكْبِيرَةٍ صَدَقَةٌ وَأَمْرٌ بِالْمَعْرُوفِ صَدَقَةٌ وَنَهْيٌ عَنِ الْمُنْكَرِ صَدَقَةٌ وَيُجْزِءُ مِنْ ذَلِكَ رَكْعَتَانِ يَرْكَعُهُمَا مِنَ الضُّحَى﴾ ''جب آدمی پر صبح ہوتی ہے تو اس کے ہر جوڑ پر ایک صدقہ واجب ہوتا ہے۔'' پھر ہر بار ﴿سبحان اللہ﴾ کہنا ایک صدقہ ہے، اور ہر بار ﴿الحمد للہ﴾ کہنا ایک صدقہ ہے اور ہر بار ﴿لا الہ الا اللہ﴾ کہنا ایک صدقہ ہے ہر بار ﴿اللہ اکبر﴾ کہنا صدقہ ہے اور اچھی بات کا حکم کرنا ایک صدقہ ہے، اور بری بات سے روکنا ایک صدقہ ہے اور ان سب سے کافی ہو جاتی ہیں چاشت کی دو رکعتیں جس کو وہ پڑھ لیتا ہے۔'' (مسلم:720)

(15) سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مجھ سے پہلے اللہ تعالیٰ نے جو نبی بھی بھیجا اس کے اس کی امت میں سے حواری اور (مخلص) ساتھی ہوتے جو اس کی سنت پر عمل اور اس کے حکم کی اقتداء کرتے۔ پھر ان کے بعد ایسے ناخلف لوگ پیدا ہوئے جو ایسی باتیں کہتے جو وہ کرتے نہیں تھے اور وہ کام کرتے تھے جن کا انہیں حکم نہیں دیا جاتا تھا۔ پس جو شخص ان سے ہاتھ کے ساتھ جہاد کرے گا وہ مومن ہے اور جو شخص ان سے دل سے جہاد کرے گا وہ مومن ہے اور جو ان سے اپنی زبان سے جہاد کرے گا وہ مومن ہے اور اس کے علاوہ رائی کے دانے کے برابر بھی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ایمان کا (درجہ) نہیں۔'' (صحیح مسلم:179)

(16) سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم راستوں میں بیٹھنے سے بچو!'' صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہمارے لیے ان مجلسوں کے بغیر چارہ نہیں۔ ہم وہاں بیٹھ کر باتیں کرتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اگر تم نے وہاں ضرور بیٹھنا ہی ہے تو تم راستے کو اس کا حق دو۔'' صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! راستے کا حق کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''نگاہوں کو پست رکھنا، تکلیف دہ چیزوں کو راستے سے ہٹانا (یا خود تکلیف پہنچانے سے باز رہنا) سلام کا جواب دینا، نیکی کی تلقین کرنا اور برائی سے روکنا۔'' (صحیح بخاری:2465)

(17) ﴿وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ﴾ ''اور تم اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہو'' جس ایمان کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا اس میں اللہ تعالیٰ، رسولوں، فرشتوں، کتابوں، آخرت میں اٹھائے جانے اور تقدیر پر ایمان شامل ہے۔ (ایسر التفاسیر:197)

(18) امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے ساتھ ﴿وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ﴾ ''اور تم اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہو'' کی شرط عائد کی گئی ہے، اس کی حکمت یہ ہے کہ: (i) ایمان کی وجہ سے ہی خیر اور شر میں فرق واضح ہوتا ہے۔

(ii) ایمان ہی کی وجہ سے معروف اور منکر کی پہچان ہوتی ہے۔

(iii) صرف ایک صالح گروہ کا ہونا کافی نہیں۔ جب شر پھیل جائے تو معاشرے کے اندر اچھائی برائی کے پیمانے بدل جاتے ہیں۔ ایسے میں خیر وشر کے مضبوط تصور کی ضرورت ہوتی ہے اور یہ تصور ایمان سے جڑا ہوا ہے۔

(iv) قوتِ ایمانی کی وجہ سے اس راہ کی مشقتیں برداشت کرتے ہوئے ثابت قدم رہا جاسکتا ہے۔

(v) ایمان اس لیے بھی ضروری ہے کہ خواہشاتِ نفس میں شدت ہوتی ہے اور ان کا مقابلہ ایمان کے بغیر ممکن نہیں۔

(vi) ایمان کے ساتھ خواہش پرستی کی وجہ سے پیدا ہونے والی کمزوریوں کا مقابلہ کیا جاسکتا ہے۔

(vii) جب ساری اُمیدیں ختم ہوجائیں تو مومن کا زادِ راہ ایمان ہوتا ہے۔

(viii) جب سارے سہارے ایک ایک کر کے ٹوٹ جائیں تو اللہ تعالیٰ کا سہارا انسان کو قوت دیتا ہے۔

(19) مسلمانوں کے ﴿خَيْرَ اُمَّةٍ﴾ یعنی بہترین امت ہونے کا سبب ایمان باللہ، امر بالمعروف (نیکی کا حکم دینا) اور نہی عن المنکر (برائی سے روکنا) کو قرار دیا گیا ہے۔ امت اگر ان خصوصیات کی حامل ہوگی تو بہترین امت ہوگی اور جو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر نہیں کرے گا وہ بھی اہل کتاب کی طرح ہوگا جیسے سورۃ المائدۃ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿كَانُوْا لَا يَتَنَاهَوْنَ عَنْ مُّنْكَرٍ فَعَلُوْهُ ۭ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ﴾ ''وہ ایک دوسرے کو اس برائی سے منع نہیں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کرتے تھے جس کو وہ کر لیتے تھے۔یقیناً بہت ہی برا ہے جو وہ کر رہے تھے۔" (المائدہ:79)

(20) انسانی معاشرے میں امت مسلمہ کی پہچان نیکی کا کام کرنا اور برائی سے روکنے کے لیے اپنا فرض ادا کرنا ہے۔اگر یہ خصوصیت ختم ہوگئی تو گویا امت کا کوئی حقیقی وجود ہی نہیں۔

سوال 2: مسلمانوں کو خیر امت قرار دیا گیا، اس فضیلت میں کون سے دور کے لوگ شامل ہیں؟

جواب: (1) امت مسلمہ کی یہ فضیلت دوسری تمام امتوں پر علی الاطلاق ہے اور اس فضیلت میں امت مسلمہ کے ہر دور کے لوگ شریک ہیں۔خود امت مسلمہ کے درمیان درجات میں تفاوت تو موجود ہے، جیسے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو دیگر مسلمانوں پر فوقیت حاصل ہے، لیکن مسلمان چاہے جس دور کے ہوں، انہیں غیر مسلموں پر فضیلت حاصل ہے۔(تیسیر الرحمٰن:199/1)

(2) حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ امت مسلمہ کو یہ مقام ان کے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے ملا ہے، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں مخلوق میں سب سے اشرف اور رسولوں میں سب سے اعلیٰ بنایا تھا، اور انہیں ایک ایسا عظیم اور کامل دین دے کر بھیجا تھا جو ان سے پہلے کسی نبی یا رسول کو نہیں ملا۔ان کا اس دین کا پابند رہ کر تھوڑا عمل بھی دوسرے مذاہب والوں کے عمل کثیر سے زیادہ افضل ہے۔(تیسیر الرحمٰن:199/1)

(3) گویا یہ امت اگر ان امتیازی خصوصیات سے متصف رہے گی تو "بہترین امت" ہے بصورت دیگر اس امتیاز سے محروم قرار پا سکتی ہے۔(دعوۃ القرآن)

سوال 3: امر بالمعروف اور نہی عن المنکر فرض عین ہے یا فرض کفایہ، وضاحت کریں؟

جواب: (1) اکثر علماء کے نزدیک یہ علماء کی ذمہ داری ہے کیونکہ وہ معروف و منکر کا شرعی علم رکھتے ہیں۔

(2) اس کی ذمہ داری سے کوئی شخص عہدہ برآ نہیں ہو سکتا جب تک کہ اپنے اپنے دائرے میں وہ نیکی کو رواج دینے اور برائی کے خاتمے کے لئے کوشش نہ کرے۔

(3) اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ۘ يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ﴾ "اور مومن مرد اور مومن عورتیں ایک دوسرے کے دوست ہیں، وہ نیکی کا حکم دیتے ہیں اور برائی سے روکتے ہیں۔" (التوبہ:71)

(4) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ﴿بَلِّغُوْا عَنِّيْ وَلَوْ اٰيَةً﴾ (بخاری:3461) "مجھ سے پہنچا دو اگرچہ ایک آیت ہی کیوں نہ ہو۔" اس لحاظ سے ہر شخص بھی ذمہ دار ہے اگرچہ علماء کا فریضہ بڑا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سوال 4: ﴿وَلَوْ ... الْفٰسِقُوْنَ﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلَوْ اٰمَنَ اَهْلُ الْكِتٰبِ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ﴾ ''اور اگر اہل کتاب بھی ایمان لے آتے تو ضرور ان کے لیے بہتر ہوتا'' یعنی (i) انہیں دنیا میں تفرقے بازی سے نجات مل جاتی۔ (ii) ان کا عقیدہ درست ہو جاتا۔ (iii) ان کا اجتماعی نظام درست ہو جاتا۔ (2) آخرت میں بھی یہ ایمان ان کے حق میں مفید ثابت ہوتا اور وہ برے انجام سے بچ جاتے۔

(3) ﴿مِنْهُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ﴾ ''ان میں سے کچھ مومن ہیں'' اس سے مراد مومن ہیں جو اپنے عقائد اور اعمال میں مخلص ہیں جیسے سیدنا عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھی یہودیوں میں سے، نجاشی اور اس کے قبیلے کے لوگ عیسائیوں میں سے ہیں۔ (تفسیر مراغی: 26/2)

(4) ﴿وَاَكْثَرُهُمُ الْفٰسِقُوْنَ﴾ ''اور ان کے اکثر نافرمان ہیں'' سعید بن جبیر رحمہ اللہ نے کہا: فاسقون سے مراد کافر، عاصی ہیں۔ (ابن ابی حاتم: 734/3)

(5) اہل کتاب کو فاسق قرار دینے کا سبب نیکی کا حکم دینے سے رکنا اور برائی سے روکنے سے بچنا ہے۔ یہ دو کام ایسے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے دائرے سے باہر لے جاتے ہیں اس لئے اہل کتاب کو فاسق قرار دیا گیا ہے۔

﴿لَنْ يَّضُرُّوْكُمْ اِلَّاۤ اَذًى ؕ وَاِنْ يُّقَاتِلُوْكُمْ يُوَلُّوْكُمُ الْاَدْبَارَ ۫ ثُمَّ

''وہ تمہیں معمولی تکلیف کے سوا ہرگز کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے اور اگر وہ تم سے جنگ کریں گے تو تم سے پیٹھیں پھیر جائیں گے،

لَا يُنْصَرُوْنَ﴾

پھر وہ نہیں مدد کیے جائیں گے'' (111)

سوال: مسلمانوں کو اہل کتاب کے مقابلے میں فتح و نصرت کی جو خوش خبری دی گئی ہے، اس کی وضاحت ﴿لَنْ يَّضُرُّوْكُمْ ... يُنْصَرُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے اپنے مومن بندوں کو خوش خبری دیتے ہوئے فرمایا ہے کہ کافر اہل کتاب کے مقابلے میں انہیں فتح و نصرت حاصل ہوگی۔

(2) ﴿لَنْ يَّضُرُّوْكُمْ﴾ ''وہ تمہیں ہرگز کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے'' اس سے مراد شکست ہے کہ میدان جنگ میں یہودی اور عیسائی تمہیں شکست نہیں دے سکیں گے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(3)﴿اِلَّآ اَذًى﴾ ''معمولی تکلیف کے سوا'' یہاں اَذًی سے مراد زبانی بہتان تراشی ہے جس سے دل کو تکلیف پہنچتی ہے مگر یہ تکلیف وقتی ہوتی ہے۔(4) قتادہ رحمہ اللہ نے کہا کہ تم ان سے اذیت والی باتیں سنو گے۔(جامع البیان:4/50)

(5) امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا کام اللہ تعالیٰ کا کام ہے اس لیے اللہ تعالیٰ نے اس کے ساتھ اپنے حفاظتی نظام کو متحرک کیا ہے۔ جو لوگ بھی اس کام کے لیے اٹھیں گے ان کے لیے اللہ تعالیٰ کی ضمانت ہے کہ ان کے مخالف معمولی تکلیفوں کے سوا انہیں کوئی حقیقی نقصان نہیں پہنچا سکیں گے۔ وہ مسلمانوں کی جماعت کی تشکیل پر اثر انداز نہیں ہو سکتے اس دعوت کو زمین سے ختم نہیں کر سکتے۔ وہ صرف عارضی دکھ اور اذیتیں دے سکتے ہیں جن کے اثرات وقت کے ساتھ ختم ہو جاتے ہیں۔

(6)﴿وَاِنْ يُّقَاتِلُوْكُمْ يُوَلُّوْكُمُ الْاَدْبَارَ﴾ ''اور اگر وہ تم سے جنگ کریں گے تو تم سے پیٹھیں پھیر جائیں گے'' پیٹھ پھیر کر بھاگنے سے مراد شکست کھانا ہے۔

(7)﴿ثُمَّ لَا يُنْصَرُوْنَ﴾ ''پھر وہ نہیں مدد کیے جائیں گے'' ان کی قسمت میں مسلمانوں کے خلاف کوئی مدد نہیں ہے کیونکہ ان پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ذلت کی مار پڑی ہے اور ان کا برا انجام لکھ دیا گیا ہے۔

(8) تاریخی طور پر ایسا ہی ہوا۔(i) مدینہ سے یہودیوں کو نکلنا پڑا۔(ii) خیبر فتح ہو گیا۔(iii) شام کے علاقوں میں عیسائیوں نے شکست کھائی۔(iv) صلیبی جنگوں میں اگرچہ عیسائیوں نے بیت المقدس پر قبضہ کر لیا مگر 90 سال کے بعد صلاح الدین ایوبی نے یہ علاقہ فتح کر لیا۔(v) مسلمان اب انتہائی ذلت اور مغلوبیت کے دور سے گزر رہے ہیں لیکن سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے بعد عیسائیت کا خاتمہ یقینی ہے اور اسلام ضرور غالب آئے گا۔ صحیح احادیث سے اس کا ثبوت ملتا ہے۔(ابن کثیر)

(9) قرآن حکیم علی الاعلان یہ کہتا ہے کہ کفر ہمیشہ مغلوب رہے گا اور ایمان کی ہمیشہ فتح ہوگی۔ اس لئے حق و باطل کی آمیزش میں حق کا پلہ قطعی بھاری رہتا ہے اور باطل کے پاؤں نہیں ہوتے مگر یہ اس وقت ہے جب مقابلہ صحیح مومن اور کافر کے درمیان ہو۔(سراج البیان:1/151)

﴿ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ اَيْنَ مَا ثُقِفُوْٓا اِلَّا بِحَبْلٍ مِّنَ اللّٰهِ وَحَبْلٍ مِّنَ النَّاسِ

''یہ جہاں کہیں بھی پائے جائیں ذلت ان پر مسلط کر دی گئی سوائے اس کے کہ اللہ تعالیٰ کی یا لوگوں کی پناہ میں ہوں

وَبَآءُوْ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الْمَسْكَنَةُ ۭ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ

اور وہ اللہ تعالیٰ کے غضب کے ساتھ لوٹے اور ان پر محتاجی مسلط کر دی گئی اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَيَقْتُلُوْنَ الْاَنْۢبِيَآءَ بِغَيْرِ حَقٍّ ؕ ذٰلِكَ بِمَا

اللہ تعالیٰ کی آیات سے کفر کرتے تھے اور وہ پیغمبروں کو کسی حق کے بغیر قتل کرتے تھے، یہ اس وجہ سے ہوا کہ انہوں نے

عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ﴾

نافرمانی کی اور وہ حدود سے گزر جاتے تھے"(112)

سوال1: یہودیوں پر ہمیشہ کے لیے ذلت ورسوائی کو مسلط کر دیا گیا ہے، اس کی وضاحت ﴿ضُرِبَتْ ... يَعْتَدُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ اَيْنَ مَا ثُقِفُوْٓا﴾ "یہ جہاں کہیں بھی پائے جائیں ذلت ان پر مسلط کر دی گئی" یہودیوں پر اللہ تعالیٰ کے غضب کی وجہ سے ذلّت اور مسکنت مسلّط کی گئی۔ ہر دور میں، ہر مقام پر جہاں کہیں وہ پائیں جائیں گے یہ ذلت ان پر مسلط رہے گی۔

(2) یہودیوں پر ایسی ذلت ڈال دی گئی ہے جو ان کے گلے کا طوق بن گئی ہے، اب یہ ان سے چمٹی رہے گی۔ یہ ایمان والے نہیں۔

(3)﴿اِلَّا بِحَبْلٍ مِّنَ اللّٰهِ وَحَبْلٍ مِّنَ النَّاسِ﴾ "سوائے اس کے کہ اللہ تعالیٰ کی یا لوگوں کی پناہ میں ہوں" حبل سے مراد عہد اور ذمہ ہے۔ قتادہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: سوائے اللہ تعالیٰ کے عہد کے یا لوگوں کے معاہدوں کے۔ (تفسیر ابن ابی حاتم:3/735)

(4) ان کے وقتی طور پر بچاؤ کی دو صورتیں ہیں: (i)﴿اِلَّا بِحَبْلٍ مِّنَ اللّٰهِ﴾ "سوائے اس کے کہ اللہ تعالیٰ کی پناہ میں ہوں" اسلامی حکومت میں ذمی کی حیثیت سے رہنا قبول کر لیں، جزیہ دیں اور احکام ملت تسلیم کریں۔ (ii)﴿وَحَبْلٍ مِّنَ النَّاسِ﴾ "یا لوگوں کی پناہ میں ہوں" یعنی یہ اسلامی حکومت کی بجائے عام مسلمانوں کی پناہ لے لیں یا صلح کا معاہدہ ہو جائے یا کسی بڑی غیر مسلم طاقت کی پناہ لے لیں جیسا کہ اسرائیل بڑی طاقتوں، امریکہ، برطانیہ، فرانس وغیرہ کی وجہ سے قائم ہے۔

(5) کسی قوم کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے غلبے کی ضمانت دین کی سچی نمائندگی ہے۔ جب کوئی قوم دین کی سچی نمائندگی سے ہٹ جاتی ہے تو دنیا میں مغلوب ہو جاتی ہے۔

(6) کوئی قوم اللہ تعالیٰ کے دین کی نمائندگی سے ہٹ کر اگر کوئی اختیار پا لیتی ہے یا اسے اقتدار مل جاتا ہے تو یہ اس اصول الٰہی کے مطابق ہے کہ: (i) ایسی قوم کبھی ذاتی غلبہ حاصل نہیں کر سکتی۔ (ii) ایسی قوم کو جو اختیار ملے گا وہ کسی اور کے بل

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بوتے پر ہوگا۔(iii) یا تو کسی خدائی حکومت کی طرف سے امان ملے گی۔(iv) یا کوئی غیر حکومت انہیں اپنی حمایت اور سرپرستی میں لے لے گی۔

(7)﴿وَبَآءُوْا بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ﴾ ''اور وہ اللہ تعالیٰ کے غضب کے ساتھ لوٹے'' وہ اللہ تعالیٰ کے غضب کے مستحق ہو گئے اس کی ناراضگی ان پر واجب ہوگئی۔(تفسیر مراغی:27/2)

(8)انہوں نے اپنے برے کرتوتوں سے اپنے اوپر ذلت وخواری اور اللہ تعالیٰ کا قہر واجب کرلیا اور اس کا سبب ان کا تکبر اور حسد ہے۔

(9)ہمیشہ کے لئے اللہ تعالیٰ کے غضب سے بچنے کی صورت تو یہی ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آجائیں یعنی اسلام قبول کرلیں۔

(10)﴿وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الْمَسْكَنَةُ﴾ ''اور ان پر محتاجی مسلط کردی گئی'' محتاجی نے انہیں گھیر لیا ہے۔وہ غیروں کے تابع رہتے ہیں وہ مال میں سے جو کچھ ان پر عائد کردیں یہ ادا کرتے رہے ہیں۔(تفسیر مراغی:27/2)

(11)(i)ابوالعالیہ کا قول ہے کہ مسکنت فاقہ ہے۔(ii)ضحاک نے کہا: مسکنت جزیہ ہے۔(ابن ابی حاتم:736/3)

(12)یہودیوں پر ذلت مسلط کیے جانے کے چار اسباب قرآن حکیم میں بتائے گئے ہیں:(i)اللہ تعالیٰ کی آیات کے ساتھ کفر۔(ii)انبیاء علیہم السلام کا ناحق قتل۔(iii)اللہ تعالیٰ کی نافرمانی۔(iv)زیادتی۔

(13)﴿ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ﴾ ''اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی آیات سے کفر کرتے تھے'' اللہ تعالیٰ کی آیات کا کفر کرنے سے مراد ہے:(i)انہیں اپنی زندگیوں میں نافذ نہ کرنا۔(ii)ان کے مطابق اپنی عدالتوں میں فیصلے نہ کرنا۔

(14)﴿وَيَقْتُلُوْنَ الْاَنْۢبِيَآءَ بِغَيْرِ حَقٍّ﴾ ''اور وہ پیغمبروں کو کسی حق کے بغیر قتل کرتے تھے'' ابوداؤد طیالسی میں حدیث ہے کہ بنی اسرائیل ایک ایک دن میں تین تین سو نبیوں کو قتل کر ڈالتے تھے اور دن کے آخری حصہ میں اپنے اپنے کاموں پر بازاروں میں لگ جاتے تھے۔(تفسیر ابن کثیر:455/1)

(15)﴿ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ﴾ ''یہ اس وجہ سے ہوا کہ انہوں نے نافرمانی کی اور وہ حدود سے گزر جاتے تھے'' ان سب بداعمالیوں کی وجہ ان کی نافرمانی اور ظلم تھا جس کی وجہ سے انہوں نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کرنے اور انبیائے کرام کو شہید کرنے کی جسارت کی۔(تفسیر سعدی:408/1)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(16)امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے: جو شخص ترک آداب کرے گا اس سے ترک سنن کا ارتکاب ہوگا اور ترک سنن کا نتیجہ ترک فرائض کی صورت میں ظاہر ہوگا اور ترک فرائض سے شریعت کی اہانت کا جذبہ پیدا ہوتا ہے اور اہانت شریعت سے انسان کفر کے گڑھے میں گر جاتا ہے۔(کبیر)(تفسیر اشرف الحواشی:78/1)

سوال2: آج شکست اور ذلت وخواری مسلمانوں کا مقدر کیوں بن چکی ہے؟

جواب: آج مسلمانوں میں ایسے اسباب پائے جاتے ہیں جن کی وجہ سے ذلت وخواری مقدر ہو جاتی ہے جیسے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اور حدود سے نکل جانا مسلمانوں کی بگڑی ہوئی نسل میں پایا جاتا ہے:

(1)مسلمانوں نے اللہ تعالیٰ کی کتاب کو چھوڑ دیا ہے۔(2)مسلمانوں نے اللہ تعالیٰ کی صریح نافرمانیاں کی ہیں۔

(3)مسلمانوں نے صراط مستقیم چھوڑ کر ظلم کا راستہ اپنایا ہے۔

﴿لَيْسُوْا سَوَآءً ؕ مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اُمَّةٌ قَآئِمَةٌ يَّتْلُوْنَ اٰيٰتِ اللّٰهِ اٰنَآءَ

''وہ سب برابر نہیں ہیں، اہل کتاب میں سے ایک جماعت قیام کرنے والی ہے، جو رات کے اوقات میں اللہ تعالیٰ کی آیات

الَّيْلِ وَ هُمْ يَسْجُدُوْنَ﴾

تلاوت کرتے ہیں اور وہ سجدے کرتے ہیں''(113)

سوال1: اس آیت کا شان نزول کیا ہے؟

جواب: سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جس وقت سیدنا عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ، ثعلبہ بن سعید رضی اللہ عنہ، اسید بن عبید رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھ یہودیوں میں سے اور حضرات مشرف بااسلام ہو گئے اور انہوں نے سچائی کے ساتھ ایمان قبول کیا اور اسلام میں جوش اور رغبت پیدا کی تو یہود کے علماء اور کافر بولے کہ ہم میں جو برے ہیں وہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے ہیں اور جو ہم میں پسندیدہ ہیں انہوں نے اپنے آباؤ اجداد کے دین کو نہیں چھوڑا اور نہ دوسرے دین کو اختیار کیا۔اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی کہ اہل کتاب میں سے یہ سب برابر نہیں۔(لباب النقول فی اسباب النزول از علامہ سیوطی)(تفسیر ابن عباس:210/1)

سوال2: اہل کتاب میں سے جن لوگوں نے اسلام قبول کیا، ان کی فضیلت ﴿لَيْسُوْا ... يَسْجُدُوْنَ﴾ کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب:(1)﴿لَيْسُوْا سَوَآءً﴾''وہ سب برابر نہیں ہیں'' سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اہل کتاب اور امت محمدیہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

برابر نہیں ہو سکتے۔(مسند احمد۔تفسیر ابن کثیر)

(2)﴿لَيْسُوْا سَوَآءً﴾ ''وہ سب برابر نہیں ہیں'' یعنی کافر اہل کتاب اور مومن اہل کتاب برابر نہیں ہیں کیونکہ مومن اہل کتاب اللہ تعالیٰ کے حکم کے تابعدار اور شریعت محمدیہ کے پیروکار ہیں اور سیدھی راہ پر ہیں۔(السراج المنیر :251/1)

(3)﴿مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اُمَّةٌ قَآئِمَةٌ﴾ ''اہل کتاب میں سے ایک جماعت قیام کرنے والی ہے'' ﴿اُمَّةٌ قَآئِمَةٌ﴾ قتادہ رحمہ اللہ کا قول ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی کتاب پر اور اس کے فرائض اور اس کی حدود پر قائم ہیں۔(جامع البیان:56/4)

(4) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حکم پر قائم ہیں۔وہ اس کے بارے میں جھگڑا نہیں کرتے اور نہ اسے چھوڑتے ہیں جیسا کہ دوسرے لوگوں نے اسے چھوڑ دیا اور اسے ضائع کر دیا۔(ابن ابی حاتم:738/3)

(5)﴿يَتْلُوْنَ اٰيٰتِ اللّٰهِ اٰنَآءَ الَّيْلِ﴾ ''جو رات کے اوقات میں اللہ تعالیٰ کی آیات تلاوت کرتے ہیں'' وہ رات کی گھڑیوں میں عشاء اور قیام اللیل میں اللہ تعالیٰ کی آیات کی تلاوت کرتے ہیں۔(ایسر التفاسیر:198)

(6) رات کی گھڑیوں میں اللہ تعالیٰ کی آیات کی تلاوت کرنے سے: (i) مومن کا دل پگھلتا ہے۔(ii) مومن رب کے قریب ہوتا ہے۔(iii) مومن رب کی طرف سے عائد کردہ ذمہ داریوں کو نبھانے کے لیے تیار ہوتا ہے۔

(7)﴿وَهُمْ يَسْجُدُوْنَ﴾ ''اور وہ سجدے کرتے ہیں'' سجدہ ارکان صلوٰۃ میں سے خشوع وخضوع کے کمال کے لیے خاص ہے۔(تفسیر مراغی:30/2)

(8) یہ سجدہ کرنے پر ان کی تعریف ہے کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے لیے خضوع کا عظیم مظہر ہیں۔(ایسر التفاسیر:198)

(9) سجدے انسان کو اللہ تعالیٰ کے قریب کرتے ہیں اور اس کے مزاج میں تواضع پیدا کرتے ہیں۔

﴿يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ

''وہ اللہ تعالیٰ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں اور بھلائی کا حکم دیتے ہیں اور برائی سے روکتے ہیں

وَيُسَارِعُوْنَ فِي الْخَيْرٰتِ ۭ وَاُولٰۗىِٕكَ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ﴾

اور خیر کے کاموں میں بھاگ دوڑ کرتے ہیں اور یہی لوگ صالحین میں سے ہیں'' (114)

سوال: اسلام قبول کرنے والے اہل کتاب کی خصوصیات کی وضاحت ﴿يُؤْمِنُوْنَ...مِنَ الصّٰلِحِيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جواب: اس آیت میں اسلام قبول کرنے والے اہل کتاب کی خصوصیات بیان کی گئی ہیں۔

(1) ﴿يُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ﴾ ''وہ اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہیں'' سعید بن جبیر کا قول ہے: ﴿يُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ﴾ سے مراد اللہ تعالیٰ کی توحید کی تصدیق ہے۔

(2) ﴿وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ﴾ ''اور آخرت کے دن پر'' وہ غیب کی تصدیق کرتے ہیں جس میں اعمال کی جزا ہے۔
(القرآن العظیم ابن ابی حاتم: 739/3)

(3) ﴿وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ﴾ ''اور بھلائی کا حکم دیتے ہیں اور برائی سے روکتے ہیں'' وہ لوگوں کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر ایمان لانے کا حکم دیتے ہیں اور محمد ﷺ کی تصدیق کرتے ہیں اور جو ان کے پاس آیا ہے اس کی تصدیق کرتے ہیں۔ (جامع البیان: 59/4)

(4) ﴿وَيُسَارِعُونَ فِي الْخَيْرَاتِ﴾ ''اور خیر کے کاموں میں بھاگ دوڑ کرتے ہیں'' بھلائیوں میں دوڑ دوڑ کر حصہ وہ لیتا ہے جس کے لیے زندگی کا سب سے بڑا مقصد اللہ تعالیٰ کو راضی کرنا ہو جائے۔

(5) یہ ان کی عالی ہمتی ہے کہ نیکی کے ہر موقع سے فائدہ اٹھاتے ہیں اور جب بھی ہو سکے فوراً نیکی کر لیتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ نیکی کی شدید رغبت اور خواہش رکھتے ہیں اور اس کے فوائد و ثمرات سے خوب واقف ہیں۔ (تفسیر سعدی: 409/1)

(6) نیک کاموں میں اڑ کر وہ پہنچتے ہیں جو اپنی زندگی، صحت، مال، فرصت اور جوانی کی قدر و قیمت پہچانتے ہیں۔

(7) ﴿وَأُولَٰئِكَ مِنَ الصَّالِحِينَ﴾ ''اور یہی لوگ صالحین میں سے ہیں'' صالحین میں وہ لوگ شامل ہیں جن میں ایمان اور تقویٰ والی خوبیاں موجود ہیں۔

﴿وَمَا يَفْعَلُوا مِنْ خَيْرٍ فَلَنْ يُكْفَرُوهُ ۗ وَاللّٰهُ عَلِيمٌ بِالْمُتَّقِينَ﴾

''اور بھلائی میں سے جو بھی وہ کریں گے اس کی ناقدری ہرگز نہیں کی جائے گی اور اللہ تعالیٰ متقی لوگوں کو خوب جاننے والا ہے'' (115)

سوال: ﴿وَمَا يَفْعَلُوا ... بِالْمُتَّقِينَ﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَمَا يَفْعَلُوا مِنْ خَيْرٍ فَلَنْ يُكْفَرُوهُ﴾ ''اور بھلائی میں سے جو بھی وہ کریں گے اس کی ناقدری ہرگز نہیں کی جائے گی'' قتادہ رحمہ اللہ نے کہا کہ تم سے ہرگز گم نہیں ہوں گے۔ (جامع البیان: 60/4)

(2) بھلائی کے کام کرتے ہوئے شیطان انسان کے ذہن میں وسوسے ڈالتا ہے کہ یہ کام قبول نہیں ہوگا۔ جب انسان یہ تسلیم کر لیتا ہے تو وہ کہتا ہے کہ ایسے بے مقصد کرنے کا کیا فائدہ؟ اللہ تعالیٰ نے انسان کی ذہن سازی کی ہے کہ وہ قدر دان

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہے، بھلائیوں کو ضائع نہیں کرتا۔

(3)﴿وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالْمُتَّقِيْنَ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ متقی لوگوں کو خوب جاننے والا ہے'' اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ کون اس کے تقویٰ کی وجہ سے اس کی اطاعت کرتا ہے اور اس کی نافرمانی سے اجتناب کرتا ہے اور اپنے اعمال صالحہ کی حفاظت کرتا ہے حتیٰ کہ وہ ان پر ثبات اختیار کرتا ہے۔ (جامع البیان: 60/4)

(4) نیک کاموں کی بنیاد تقویٰ یعنی اللہ تعالیٰ کے خوف پر ہے۔ آپ اگر بھلائی کرو گے تو اللہ تعالیٰ دل کے خوف کو جانتا ہے یعنی کس نے کس نیت سے کام کیا اس سے ڈھکا چھپا نہیں۔

(5) اللہ تعالیٰ کی جانب سے بشارت ہے کیونکہ تقویٰ، خیر اور حسن عمل کی بنیاد ہے اور اللہ تعالیٰ کی جانب سے وہی کامیاب ہیں جو تقویٰ والے ہیں۔ (تفسیر بیضاوی: 81/2)

(6) اعمال کے ثواب کا دارومدار عمل کرنے والے کے دل میں موجود ایمان اور تقویٰ پر ہوتا ہے جیسے دوسرے مقام پر فرمایا ہے:

﴿اِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ﴾ ''بے شک اللہ تعالیٰ تو صرف متقیوں ہی سے قبول کرتا ہے۔'' (المائدہ: 27)

(تفسیر سعدی: 410/1)

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَنْ تُغْنِيَ عَنْهُمْ اَمْوَالُهُمْ وَلَآ اَوْلَادُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا ؕ

''یقیناً جن لوگوں نے کفر کیا ان کے مال اور ان کی اولاد اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں ان کے ہرگز کچھ کام نہ آئیں گے

وَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ﴾

اور یہی لوگ آگ والے ہیں اور وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں'' (116)

سوال 1: اس آیت کا شان نزول کیا ہے؟

جواب: اس آیت کا پس منظر بیان کرتے ہوئے ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم، طبرانی اور دیگر کئی محدثین نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کا یہ قول نقل کیا ہے کہ جب عبداللہ بن سلام، ثعلبہ بن سعید، اسید بن سعید، اسد بن عبید اور کچھ دوسرے یہودیوں نے اسلام قبول کر لیا تو علمائے یہود کہنے لگے کہ محمد ﷺ پر برے لوگ ایمان لائے ہیں، اگر وہ اچھے ہوتے تو اپنے باپ دادا کا دین نہ چھوڑتے اور ان مسلمانوں سے مخاطب ہو کر کہا کہ تم لوگوں نے اپنا دین بدل کر خسارہ اٹھایا ہے۔ اس وقت یہ آیت کریمہ نازل ہوئی کہ وہ اہل کتاب جنہوں نے دین اسلام کو قبول کر لیا، ان اہل کتاب کی مانند نہیں ہیں جو اپنے کفر پر قائم رہے۔ (تیسیر الرحمٰن: 201/1)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سوال2: کافروں کے مال اور اولاد اللہ تعالیٰ کے ہاں کام نہ آئیں گے،اس کی وضاحت ﴿اِنَّ الَّذِیْنَ۔۔۔ خٰلِدُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)اس آیت میں کافروں کو وعید دی گئی ہے کہ ان کے مال اور اولاد اللہ تعالیٰ کے ہاں کام نہیں آئیں گے اور وہ ہمیشہ ہمیشہ آگ میں رہنے والے ہیں۔

(2)﴿اِنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا﴾ ''یقینا جن لوگوں نے کفر کیا'' یہاں کفر کرنے والوں سے مراد اہل کتاب اور مشرکین مکہ ہیں جو نبی ﷺ اور ان کی اتباع کرنے والوں کو فقیری کی عار دلایا کرتے تھے اور کہتے تھے اگر محمد ﷺ حق پر ہے تو اس کا رب اسے اتنی شدت کی فقیری کی حالت میں نہ رکھتا اور وہ اپنے کثرت اموال واولاد پر فخر کرتے تھے جیسا کہ فرمایا:﴿نَحْنُ اَكْثَرُ اَمْوَالًا وَّاَوْلَادًا ۙ وَّمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِیْنَ﴾ ''ہم مال اور اولاد میں زیادہ ہیں اور ہم ہرگز عذاب دیئے جانے والے نہیں ہیں۔(سبا:35)(تفسیر مراغی:33/2)

(3)کفر کرنے والوں سے مراد عام طور پر وہ لوگ ہیں جو دین اسلام کو قبول نہیں کرتے یعنی ایمان نہیں لاتے۔

(4)یہاں کفر کرنے والوں سے مراد ایمان والے کاموں کے مقابلے میں ان کاموں کا انکار کرنے والے ہیں یعنی:(i)امر بالمعروف کا انکار کرنے والے۔(ii)نہی عن المنکر کا انکار کرنے والے۔(iii)بھلائی اور نیکی کے کاموں کا انکار کرنے والے۔

(5)﴿لَنْ تُغْنِیَ عَنْهُمْ اَمْوَالُهُمْ وَلَاۤ اَوْلَادُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَیْـًٔا﴾ ''ان کے مال اور ان کی اولاد اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں ان کے ہرگز کچھ کام نہ آئیں گے'' اللہ تعالیٰ بیان فرماتا ہے کہ کافروں کو ان کے مال اور ان کی اولاد اللہ تعالیٰ کے ہاں کچھ کام نہ آئیں گی یعنی اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچانے میں اور اللہ تعالیٰ سے ثواب کے حصول میں معمولی سا بھی فائدہ نہیں دیں گی۔جیسے فرمان الٰہی ہے:﴿وَمَاۤ اَمْوَالُكُمْ وَلَاۤ اَوْلَادُكُمْ بِالَّتِیْ تُقَرِّبُكُمْ عِنْدَنَا زُلْفٰۤى اِلَّا مَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا﴾ ''اور تمہارے مال اور تمہاری اولاد ایسے نہیں ہیں جو تمھیں ہمارے قرب میں نزدیک کر دیں مگر جو ایمان لایا اور نیک عمل کیے۔''(سبا:37)

(6)﴿وَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ﴾ ''اور یہی لوگ آگ والے ہیں اور وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں'' کافر اور مشرک ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جہنم میں رہیں گے۔

(7)یہ وہ لوگ ہیں جو جہنم کی آگ سے کبھی نکل نہیں پائیں گے کیونکہ انہوں نے اپنی روحوں پر ظلم کیا،اپنے عقائد خراب

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کیے اور اپنے اعمال کو بگاڑ لیا وہ ہمیشہ کے لیے بھڑکتی ہوئی آگ میں جائیں گے۔(تفسیر مراغی:33/2)

(8) مال اور اولاد کی محبت انسان کو سچے اور قربانی والے دین سے روک لیتی ہے۔انسان چند نمائشی قسم کے اعمال کا مظاہرہ کر کے سمجھتا ہے کہ وہ سچے دین پر قائم ہے۔اس لیے وہ اللہ تعالیٰ کے احکامات کو جاننے کی اور ان پر عمل پیرا ہونے کی ضرورت محسوس نہیں کرتا۔ایسے شخص کو جب دعوت دی جاتی ہے تو وہ انکار کر دیتا ہے۔اس کو یوں محسوس ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے راستے پر آ کر میری دنیا چھن جائے گی اس لیے وہ دین قبول کرنے سے انکار کر دیتا ہے۔ایسا رویہ اختیار کرنے والوں کو تنبیہ کی گئی ہے کہ ان کے مال اور اولاد ان کے کچھ کام نہیں آئیں گے۔

﴿مَثَلُ مَا يُنْفِقُوْنَ فِيْ هٰذِهِ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا كَمَثَلِ رِيْحٍ فِيْهَا صِرٌّ اَصَابَتْ حَرْثَ

"اس کی مثال جو وہ اس دنیا کی زندگی میں خرچ کرتے ہیں اس ہوا کی مثال کی طرح ہے جس میں شدید سردی ہو، جو ایسے لوگوں کی کھیتی کو

قَوْمٍ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فَاَهْلَكَتْهُ ؕ وَمَا ظَلَمَهُمُ اللّٰهُ وَلٰكِنْ

پہنچی جنہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا، تو اس نے اسے تباہ و برباد کر دیا، اللہ تعالیٰ نے ان پر ظلم نہیں کیا بلکہ

اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ﴾

وہ اپنی جانوں پر خود ظلم کرتے ہیں"(117)

سوال 1: کافروں کے خرچ کی کیا مثال دی گئی ہے، اس کی وضاحت ﴿مَثَلُ...يَظْلِمُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿مَثَلُ مَا يُنْفِقُوْنَ فِيْ هٰذِهِ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا﴾ "اس کی مثال جو وہ اس دنیا کی زندگی میں خرچ کرتے ہیں" دنیا میں کافر کے خرچ کی مثال ہے۔(الدر المنثور:117/2)

(2) ﴿كَمَثَلِ رِيْحٍ فِيْهَا صِرٌّ اَصَابَتْ حَرْثَ قَوْمٍ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فَاَهْلَكَتْهُ﴾ "اس ہوا کی مثال کی طرح ہے جس میں شدید سردی ہو، جو ایسے لوگوں کی کھیتی کو پہنچی جنہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا تو اس نے اسے تباہ و برباد کر دیا" دنیا کی زندگی میں کافروں کے اچھے مقاصد کے لیے خرچ کی مثال ایک ایسے کھیت کی طرح ہے جو ہرا بھرا ہے کٹائی کے لیے تیار ہے لیکن اچانک برفانی ہوا چلتی ہے اور کھیت کو برباد کر دیتی ہے اسی طرح سے اللہ تعالیٰ کے احکامات کو نہ ماننے والوں کا اچھے مقاصد پر کیا گیا خرچ برباد ہونے والا ہے۔

(3) اس آیت میں کافر کے صدقہ و خیرات اور رفاہی کاموں کو آخرت میں بے فائدہ اور ضائع ہونے کے اعتبار سے ظاہر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کی اس کھیتی سے تشبیہ دی ہے۔ (تفسیر اشرف الحواشی:78/1)

(4) کافروں کے اعمال اس لئے ان کے کام نہیں آئیں گے کہ وہ اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان نہیں رکھتے۔ وہ آخرت کی جزا و سزا کا شعور نہیں رکھتے۔ ایمان کے بغیر کسی قسم کے کاموں کا کوئی صلہ نہیں ملے گا خواہ دنیا میں کتنی ہی شہرت ہو جائے جیسے رفاہی کاموں پر کئے جانے والے خرچ سے شہرت ملتی ہے لیکن عملاً ان کا کوئی صلہ نہ ملے گا بلکہ جہنم کا دائمی عذاب ہوگا جو کافروں کا مقدر ہے۔ کافروں کے دنیاوی خرچ کا ثواب دنیا میں ہی مٹا دیا جاتا ہے جیسے فصل کو مالک کی بدنیتی اور گناہ جلا ڈالتے ہیں۔ اسی طرح کافروں کے عمل بے بنیاد ہیں انہیں اللہ تعالیٰ ضائع کر دیتا ہے۔ (مختصر ابن کثیر:251/1)

(5) کوئی خرچ خواہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں ہو جب تک ایمانی خواہش کی بنیاد پر نہ ہو، قبول نہیں کیا جاتا بلکہ ضائع کر دیا جاتا ہے۔

(6) ﴿وَمَا ظَلَمَهُمُ اللّٰهُ وَلٰكِنْ اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ نے ان پر ظلم نہیں کیا بلکہ وہ اپنی جانوں پر خود ظلم کرتے ہیں'' کافروں پر اللہ تعالیٰ ظلم نہیں کرتا وہ اپنے اوپر خود ظلم کرتے ہیں جیسے شرک اور نافرمانی کے کاموں سے وہ خود کو ہلاک کر دیتے ہیں۔

(7) جب لوگ اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے بغیر خرچ کرتے ہیں تو ان کا خرچ کیا ہوا ان کے اپنے کام بھی نہیں آتا۔ چونکہ بھلائی کے کاموں پر خرچ کرنا ایسا عمل ہے جس پر اہل ایمان کو اللہ تعالیٰ بڑھا چڑھا کر اجر عطا کرتے ہیں جب کہ کافروں کا خرچ رائیگاں جاتا ہے، اس لئے اللہ تعالیٰ نے واضح کر دیا کہ اپنے اعمال کو ضائع کر کے تم خود اپنے اوپر ظلم کر رہے ہو۔ اللہ تعالیٰ کی جانب سے تم پر ظلم نہیں ہے۔

(8) سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ مومن پر کسی بھی نیکی کے سلسلے میں کوئی ظلم نہیں کرے گا۔ دنیا میں بھی اسے اس نیکی کا بدلہ دیا جائے گا اور آخرت میں بھی اسے اس نیکی کا بدلہ دیا جائے گا۔ رہا کافر تو جو نیکیاں اس نے اللہ تعالیٰ کے لیے کی ہوں گی اس کا بدلہ اسے دنیا میں دے دیا جائے گا یہاں تک کہ جب وہ آخرت میں پہنچے گا تو اس کے پاس کوئی نیکی نہیں ہوگی جس کا بدلہ اسے دیا جائے۔'' (مسلم:7089)

(9) امام سعدی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ کافر مال خرچ کر کے اللہ تعالیٰ کے نور کو بجھانے کی کوشش کرتے ہیں اور لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی راہ سے روکتے ہیں تو یہ کوششیں ناکام رہیں گی جیسے کوئی شخص فصل بوئے، اسے اس کا نتیجہ ملنے اور اس سے پیداوار حاصل ہونے کی امید ہو، اچانک کھیتی پر ایک ٹھنڈی ہوا چلے جس سے کھیتی تباہ ہو جائے۔ کافروں کا بھی یہی حال ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ لِيَصُدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فَسَيُنْفِقُوْنَهَا ثُمَّ تَكُوْنُ عَلَيْهِمْ حَسْرَةً ثُمَّ يُغْلَبُوْنَ﴾ ''بلاشبہ جن لوگوں نے کفر کیا وہ اپنے مال اس لیے خرچ کرتے ہیں تا کہ لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے راستے سے روکیں۔ چنانچہ ابھی وہ اور خرچ کریں گے، پھر وہ ان پر حسرت بن جائے گا، پھر وہ مغلوب ہوں گے۔'' (الانفال:36)

سوال 2: انسان کا خرچ کیا ہوا مال کیسے اس کے کام آ سکتا ہے؟

جواب: انسان کا خرچ کیا ہوا مال تب اس کے کام آ سکتا ہے جب وہ

(1) اللہ تعالیٰ پر اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہوئے خرچ کرے۔ (2) اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے خرچ کرے۔

(3) محمد رسول اللہ ﷺ کی سنت، ان کے طریقے کے مطابق خرچ کرے یعنی ہر طرح کی بھلائی کے کاموں میں، رفاہی کاموں میں بھی اور احیائے دین کے کاموں میں بھی خرچ کرے۔

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا بِطَانَةً مِّنْ دُوْنِكُمْ لَا يَاْلُوْنَكُمْ

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اپنے سوا کسی کو دلی دوست نہ بناؤ، وہ تمہیں کسی طرح برباد کرنے میں کوئی کمی نہیں کرتے،

خَبَالًا ؕ وَدُّوْا مَا عَنِتُّمْ ۚ قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَآءُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ ۖۚ وَمَا

وہ پسند کرتے ہیں ایسی چیز کو جو تمہیں مصیبت میں ڈال دے، ان کا بغض ان کے مونہوں سے ظاہر ہو چکا ہے اور

تُخْفِيْ صُدُوْرُهُمْ اَكْبَرُ ؕ قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الْاٰيٰتِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَ﴾

جو ان کے سینے چھپاتے ہیں زیادہ بڑا ہے۔ یقیناً ہم نے تمہارے لیے آیات کھول کر بیان کر دی ہیں اگر تم سمجھتے ہو'' (118)

سوال 1: اس آیت کا شان نزول کیا ہے؟

جواب: ابن جریر اور ابن اسحاق نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ جاہلیت کی دوستی کی بنا پر مسلمانوں میں سے کچھ حضرات یہودیوں کے ساتھ دوستی رکھا کرتے تھے، اللہ تعالیٰ نے اس سے آگاہ فرمایا اور فتنہ کی بنا پر ان سے تعلقات رکھنے کی ممانعت فرما دی اور یہ آیت نازل فرمائی کہ اپنے علاوہ کسی کو صاحب خصوصیت نہ بناؤ۔ (لباب النقول فی اسباب النزول از علامہ سیوطی)

سوال 2: مومنوں کو چھوڑ کر دوسروں کو راز دار نہ بنایا جائے، اس حکم کی وضاحت ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ ... تَعْقِلُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا بِطَانَةً مِّنْ دُوْنِكُمْ﴾ ''اے لوگو! جو ایمان لائے ہو! اپنے سوا کسی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کو دلی دوست نہ بناؤ'' اللہ تعالیٰ اپنے مومن بندوں کو اس بات سے منع فرما رہا ہے کہ وہ منافقوں کو راز دار بنائیں اور انہیں اپنے بھیدوں سے آگاہ کریں اور انہیں وہ باتیں بتائیں جو انہوں نے اپنے دشمنوں سے چھپا رکھی ہوں کیونکہ منافقوں کی یہ کوشش ہوتی ہے کہ وہ مسلمانوں کو نقصان پہنچانے میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھیں، یعنی وہ مسلمانوں کی دشمنی میں ہر وقت اور ہر ممکن طریقے سے مستعد رہتے ہیں اور جس قدر بھی ممکن ہو مکر و فریب سے کام لیتے ہیں اور ایسے کاموں کو پسند کرتے ہیں جو مومنوں کے لیے تکلیف اور مشقت کا باعث ہوں۔ (المصباح المنیر: 1/680،681)

(2) مسلمانوں کو اپنے سوا کسی کو دلی دوست بنانے سے روکا گیا تو انہیں اے ایمان والو کہہ کر پکارا گیا۔ اس سے مراد ہے کہ اے لوگو! جو اللہ تعالیٰ کے رب ہونے پر ایمان رکھتے ہو اور اسلام کے دین ہونے اور محمد ﷺ کے رسول ہونے پر ایمان رکھتے ہو۔ (3) ﴿بِطَانَةً﴾ دلی دوست اور راز دار کو کہتے ہیں۔

(4) یعنی بطانۃ الرجل کسی شخص کے دلی اور راز دار دوست اور اس کے معاملات میں دخیل کو کہا جاتا ہے، جس سے وہ اپنے معاملات میں مشورہ لے۔ (معارف القرآن: 2/157)

(5) نبی ﷺ فرماتے ہیں: ''جب بھی کوئی شخص حاکم ہوتا ہے تو اس کے صلاح کار اور مشیر دو طرح کے ہوتے ہیں ایک تو وہ جو اسے نیکی اور بھلائی کا حکم دیتے ہیں اور اس پر ابھارتے رہتے ہیں اور دوسرے وہ جو اسے برائی کا حکم دیتے ہیں اور اس پر اسے ابھارتے رہتے ہیں اور معصوم وہ ہے جسے اللہ تعالیٰ محفوظ رکھے۔'' (صحیح بخاری: 6611)

(6) سیدنا انس رضی اللہ عنہ نے یہ حدیث بیان کی کہ مشرکوں کی آگ سے روشنی طلب نہ کرو اور اپنی انگوٹھی میں عربی نقش نہ کرو۔ ازہر بن راشد نے آ کر حسن بصری سے اس کی تشریح دریافت کی تو آپ نے فرمایا کہ پچھلے جملہ کا تو یہ مطلب ہے کہ انگوٹھی پر محمد ﷺ نہ کھدواؤ اور پہلے جملہ کا یہ مطلب ہے کہ مشرکوں سے اپنے کاموں میں مشورہ نہ لو دیکھو کتاب اللہ میں بھی ہے کہ ایمان دارو! اپنے سوا دوسروں کو ہم راز نہ بناؤ۔ (ابو یعلیٰ) (تفسیر ابن کثیر: 1/457)

(7) ﴿لَا يَأْلُونَكُمْ خَبَالًا﴾ ''وہ تمہیں کسی طرح برباد کرنے میں کوئی کمی نہیں کرتے'' یعنی تمہیں نقصان پہنچانے اور مشکلات پیدا کرنے میں کمی نہیں کرتے۔ وہ ایسے اسباب پیدا کرتے ہیں جس کے نتیجے میں تمہیں نقصان پہنچے اور تمہارے خلاف تمہارے دشمن کی مدد کرتے ہیں۔ (تفسیر سعدی: 1/412)

(8) ﴿وَدُّوا مَا عَنِتُّمْ﴾ ''وہ پسند کرتے ہیں ایسی چیز کو جو تمہیں مصیبت میں ڈال دے'' وہ تمہارے دین اور دنیا میں شدید نقصان کی تمنا رکھتے ہیں۔ (تفسیر مراغی: 2/37)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(9)﴿قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَآءُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ﴾ ''ان کا بغض ان کے مونہوں سے ظاہر ہو چکا ہے'' اور آپ کے نبی کی تکذیب اور کتاب اللہ کی تکذیب ظاہر ہو چکی۔ (تفسیر مراغی:37/2)

(10)﴿وَمَا تُخْفِيْ صُدُوْرُهُمْ اَكْبَرُ﴾ ''اور جو ان کے سینے چھپاتے ہیں زیادہ بڑا ہے'' ربیع نے کہا: جو کچھ ان کے سینے چھپاتے ہیں وہ زیادہ بڑا ہے اس سے جو ان کی زبانیں کہتی ہیں۔ (جامع البیان:67/4)

(11) کافر اور مشرک مسلمانوں کے بارے میں دل میں جو دشمنی کے جذبات رکھتے ہیں اس کے پیش نظر مسلمانوں کی ان سے دوستی کو ناجائز قرار دیا گیا۔

(12)﴿قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الْاٰيٰتِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَ﴾ ''یقیناً ہم نے تمہارے لیے آیات کھول کر بیان کر دی ہیں اگر تم سمجھتے ہو'' اگر تم اللہ تعالیٰ کے احکامات ونواہی اور اس کی نصیحتوں کو سمجھتے ہو تو اللہ تعالیٰ نے واضح دلائل دیے ہیں جس سے تم اپنے دشمن کو پہچان کر اس کی دوستی سے بچ سکتے ہو۔

سوال 3: مسلمانوں کو دشمنوں کی دوستی سے روکا گیا تو دراصل کن کاموں سے روکا گیا؟

جواب: مسلمانوں کو دشمنوں کی دوستی سے روکا گیا تو دراصل یہ حکم دیا گیا کہ: (1) ان پر اعتماد نہ کریں۔ (2) انہیں رازدان نہ بنائیں۔ (3) ان سے مشورہ نہ لیں۔

(4) آیت کا مقصد عام معاشی ومجلسی تعلقات سے روکنا نہیں بلکہ یہ ہے کہ کافر پر کلی اعتماد نہ کیا جائے اور کبھی غیر مسلموں کو اپنا سچا خیر خواہ نہ سمجھا جائے۔ (سراج البیان:153/1)

(5) حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ یہ آیت دلیل ہے اس بات کی کہ غیر مسلموں کو مسلم ممالک کے آفسوں میں ایسی ذمہ داریاں نہیں دینی چاہئیں جن کے ذریعے وہ مسلمانوں کے راز حاصل کریں اور دشمنوں کو ان کی اطلاع دیں۔ مفسر الکیا الہرّاسی لکھتے ہیں کہ اس آیت کے پیش نظر کسی ذمی (غیر مسلم جو مسلمانوں کے ملک میں رہتا ہے) سے مسلمانوں کے کسی معاملے میں مدد لینا جائز نہیں۔ (تیسیر الرحمٰن:202/1)

(6) سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی خدمت میں عرض کیا گیا کہ یہاں اہل حیرہ کا ایک بڑا ماہر کاتب ہے لہٰذا آپ اسے اپنے ہاں بطور کاتب مقرر فرمالیں تو آپ نے فرمایا کہ اس کے معنی تو یہ ہوں گے کہ میں مومنوں کے علاوہ کسی دوسرے کو اپنا راز دار بنالوں۔ آیت کے ساتھ ساتھ یہ اثر بھی اس بات کی دلیل ہے کہ ذمیوں کو اس کتابت کے لیے استعمال کرنا جائز نہیں جسے وہ مسلمانوں کی دشمنی کے لیے استعمال کر سکیں اور مسلمانوں کے ان داخلی امور سے آگاہ ہو جائیں جن کے بارے میں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یہ خدشہ ہو کہ وہ جنگی دشمنوں کو ان سے مطلع کر دیں گے۔ (المصباح المنیر 1: 681/1)

﴿هٰٓاَنْتُمْ اُولَآءِ تُحِبُّوْنَهُمْ وَلَا يُحِبُّوْنَكُمْ وَتُؤْمِنُوْنَ بِالْكِتٰبِ كُلِّهٖ ۚ وَاِذَا

''دیکھو! تم لوگ ہی ان سے محبت کرتے ہو اور وہ تم سے محبت نہیں رکھتے حالانکہ تم ساری کتابوں پر ایمان رکھتے ہو اور جب

لَقُوْكُمْ قَالُوْٓا اٰمَنَّا ۖۚ وَاِذَا خَلَوْا عَضُّوْا عَلَيْكُمُ الْاَنَامِلَ مِنَ الْغَيْظِ ؕ

وہ تم سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے ہیں اور جب اکیلے ہوتے ہیں تو تم پر غصے سے انگلیاں چباتے ہیں،

قُلْ مُوْتُوْا بِغَيْظِكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ﴾

آپ کہہ دیں اپنے غصے ہی سے تم مر جاؤ، بلاشبہ اللہ تعالیٰ دلوں کی باتوں کو خوب جاننے والا ہے'' (119)

سوال 1: ﴿هٰٓاَنْتُمْ... بِذَاتِ الصُّدُوْرِ﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿هٰٓاَنْتُمْ اُولَآءِ تُحِبُّوْنَهُمْ وَلَا يُحِبُّوْنَكُمْ﴾ ''دیکھو! تم لوگ ہی ان سے محبت کرتے ہو اور وہ تم سے محبت نہیں رکھتے'' تم ان کے لیے اسلام چاہتے ہو اور وہ بہترین چیز ہے اور وہ سب تمہارے لیے کفر چاہتے ہیں اور وہ ہلاکت ہے۔ (تفسیر الوسیط 1: 483/1)

(2) ابن جریج نے کہا: مومن منافق کے لیے بہتر ہے بہ نسبت منافق کے جو مومن کے لیے بہتر نہیں۔ (جامع البیان 4: 68/4)

(3) یعنی جب منافق تمہارے سامنے ایمان کا اظہار کرتے ہیں تو تم انہیں دوست سمجھ لیتے ہو حالانکہ وہ ظاہری اور باطنی طور پر تمہیں دوست نہیں رکھتے۔

(4) جو لوگ اللہ تعالیٰ کے ساتھ جڑے ہوئے نہ ہوں وہ اللہ تعالیٰ کو حقیقی معنوں میں نہیں پاتے۔ اللہ تعالیٰ سے بے تعلقی کی وجہ سے ایسے لوگ ذات کی سطح پر جیتے ہیں۔ ان کی زندگی کا سرمایہ اپنے فائدے اور اپنے گروہی تعصبات ہوتے ہیں۔ اس لیے وہ دوسروں سے محبت نہیں رکھتے۔

(5) ﴿وَتُؤْمِنُوْنَ بِالْكِتٰبِ كُلِّهٖ﴾ ''حالانکہ تم ساری کتابوں پر ایمان رکھتے ہو'' تم ساری آسمانی کتابوں پر ایمان رکھتے ہو یعنی ان کو اللہ تعالیٰ کی جانب سے تسلیم کرتے ہو۔

(6) ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا: تم اپنی کتاب پر بھی، ان کی کتاب پر بھی اور اس سے پہلے کی تمام کتابوں پر ایمان رکھتے ہو مگر وہ تمہاری کتاب پر ایمان نہیں رکھتے بلکہ اس کے ساتھ کفر کرتے ہیں، لہٰذا ان کی نسبت تم اس بات کے زیادہ حقدار ہو

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

کہ ان سے بغض رکھو۔ (تفسیر طبری:4/66)

(7)﴿وَاِذَا لَقُوْكُمْ قَالُوْٓا اٰمَنَّا﴾ ''اور جب وہ تم سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے ہیں'' قتادہ رحمہ اللہ نے کہا: جب وہ مومنوں سے ملتے ہیں تو اپنے خون اور مالوں کے ڈر سے کہتے ہیں ہم ایمان لائے۔ (جامع البیان:4/69)

(8)﴿وَاِذَا خَلَوْا عَضُّوْا عَلَيْكُمُ الْاَنَامِلَ مِنَ الْغَيْظِ﴾ ''اور جب اکیلے ہوتے ہیں تو تم پر غصے سے انگلیاں چباتے ہیں'' قتادہ رحمہ اللہ نے کہا: جو کچھ وہ اپنے دلوں میں غصہ اور کراہت پاتے ہیں اس کی وجہ سے تم پر غصے سے انگلیاں چباتے ہیں۔ (جامع البیان:4/69)

(9)﴿قُلْ مُوْتُوْا بِغَيْظِكُمْ﴾ ''آپ کہہ دیں اپنے غصے ہی سے تم مرجاؤ'' اہل کتاب کے غصّے سے انگلیاں چبانے پر انہیں یہ بات کہی گئی تاکہ انہیں پتہ چل جائے کہ اللہ تعالیٰ دل کے حالات کو جانتا ہے اور یہ کہ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے وہ جس کو چاہے نبوت کے لئے منتخب کرے۔ اس کے فیصلوں پر کسی کا طرز عمل اثر انداز نہیں ہوسکتا۔

(10) اس میں مومنوں کے لیے خوش خبری ہے کہ یہ دشمن تمہیں نقصان پہنچانے کا ارادہ رکھتے ہیں لیکن اپنا نقصان کر رہے ہیں۔ وہ اپنے غصے کو عملی جامہ پہنانے کے قابل نہیں۔ وہ مرتے دم تک دنیا کا یہ عذاب سہتے رہیں گے اور مرنے کے بعد دنیا کے عذاب سے آخرت کے عذاب کی طرف منتقل ہوجائیں گے۔ (تفسیر سعدی:1/412)

(11)﴿اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ﴾ ''بلاشبہ اللہ تعالیٰ دلوں کی باتوں کو خوب جاننے والا ہے'' کے الفاظ سے انسان محتاط ہوتا ہے اور اسے یوں لگتا ہے جیسے چوری پکڑی گئی۔ یہ احساس اسے ایک لمحے کے لیے ایمان کی روشنی میں ضرور لے آتا ہے۔ اگر انسان کے اندر تھوڑی سی حق پرستی بھی ہو تو انسان سینے کے بغض کے بارے میں شرمندہ ہوجاتا ہے اور اس سے نجات پانے کے لیے سوچتا ضرور ہے۔

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے اپنے ﴿عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ﴾ ہونے کا شعور کیسے دلایا ہے؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے مومنوں اور کافروں کے دلوں کے حال سے اپنے ﴿عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ﴾ ہونے کا شعور دلایا ہے کہ تم ان سے محبت کرتے ہو جب کہ وہ تم سے محبت نہیں کرتے۔ محبت کا معاملہ دل کا ہے جس سے وہی واقف ہوسکتا ہے جو دلوں کے بھید جانتا ہو۔

(2) اللہ تعالیٰ نے کافروں کے غصّے اور دل کی جلن سے اپنے ﴿عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ﴾ ہونے کا شعور دلایا ہے کہ اگرچہ وہ زبان سے ایمان کا اقرار کرتے ہیں لیکن دلوں کے راز جاننے والے سے دل کی جلن اور غصّے کی آگ چھپا نہیں سکتے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(3)اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو بھلائی پہنچنے پر کافروں کے دل کی ناخوشی اور مومنوں کو برائی پہنچنے پر کافروں کی خوشی سے اپنے ﴿عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ﴾ ہونے کا شعور دلایا ہے کہ یقیناوہ خفیہ باتوں کا علم رکھتا ہے۔

﴿اِنْ تَمْسَسْكُمْ حَسَنَةٌ تَسُؤْهُمْ ۫ وَاِنْ تُصِبْكُمْ سَيِّئَةٌ يَّفْرَحُوْا بِهَا ؕ وَاِنْ

''اگر تمہیں کوئی بھلائی پہنچے تو انہیں بری لگتی ہے اور اگر تمہیں کوئی مصیبت پہنچے تو وہ اس پر خوش ہوتے ہیں اور اگر

تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا لَا يَضُرُّكُمْ كَيْدُهُمْ شَيْـًٔا ؕ اِنَّ اللّٰهَ

تم صبر کرو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو تو ان کی خفیہ تدبیر تمہیں کچھ بھی نقصان نہیں پہنچائے گی۔ یقیناً جو وہ

ع 12 11 3

بِمَا يَعْمَلُوْنَ مُحِيْطٌ﴾

عمل کرتے ہیں اللہ تعالیٰ اس کا احاطہ کرنے والا ہے''(120)

سوال: منافقوں کے مسلمانوں کی فتح اور شکست پر کیا احساسات ہوتے ہیں، اس کی وضاحت ﴿اِنْ تَمْسَسْكُمْ ... مُحِيْطٌ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿اِنْ تَمْسَسْكُمْ حَسَنَةٌ تَسُؤْهُمْ﴾ ''اگر تمہیں کوئی بھلائی پہنچے تو انہیں بری لگتی ہے'' جب فتح ونصرت مسلمانوں کے قدم چومتی ہے تو منافقوں کے دلوں پر سانپ لوٹنے لگتے ہیں۔ مسلمانوں کی عزت انہیں ایک آنکھ نہیں بھاتی۔(ابن کثیر:253/1)

(2)﴿وَاِنْ تُصِبْكُمْ سَيِّئَةٌ يَّفْرَحُوْا بِهَا﴾ ''اور اگر تمہیں کوئی مصیبت پہنچے تو وہ اس پر خوش ہوتے ہیں'' جب وہ اہل اسلام کو فرقوں میں بٹا ہوا دیکھتے ہیں تو وہ اس سے خوش ہوتے ہیں۔

(3)مقاتل نے کہا: اگر تمہیں کوئی برائی پہنچے یعنی قتل، شکست اور مصائب۔(الدرالمنثور:119/2)

(4)﴿وَاِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا لَا يَضُرُّكُمْ كَيْدُهُمْ شَيْـًٔا﴾ ''اور اگر تم صبر کرو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو تو ان کی خفیہ تدبیر تمہیں کچھ بھی نقصان نہیں پہنچائے گی'' اللہ تعالیٰ نے کافروں کی چالوں کے مقابلے میں مومنوں کو خود کو منفی ردّعمل سے بچانے اور صبر اور تقویٰ پر قائم رہنے کا حکم دیا ہے۔(5)اللہ تعالیٰ کی مدد اور تائید کے حصول کا ذریعہ صبر اور تقویٰ ہے۔

(6)مسلمانوں کو پستی اور زوال سے نکالنے کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنے دین پر ثابت قدم رہیں۔ یہی صبر کا تقاضا ہے اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہیں کیونکہ یہی خوف انسان کو دنیا کی ہر قوت کے خوف سے آزاد کر دیتا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(7)انسان جب کسی کے منفی رویے پر صبر کرتا ہے تو اسے یہ خطرہ لاحق ہوتا ہے کہ فریق مخالف کی چالیں اور مضبوط ہو جائیں گی اور اس طرح اسے اور زیادہ برائی کرنے کے مواقع ملیں گے اور صبر کر کے انسان زیادہ کمزوری کا مظاہرہ کرے گا تو دوسروں کو شہ ملے گی۔ یہ چیز انسان کے صبر کے راستے کی رکاوٹ بن جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس نفسیاتی رکاوٹ کو دور کیا ہے کہ اگر تم صبر اور تقویٰ کی روش اختیار کرو گے تو ان کی چالیں تمہیں نقصان نہ دیں گی اور اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر کون اپنی بات میں سچا ہو سکتا ہے۔

(8)﴿اِنَّ اللّٰهَ بِمَا يَعْمَلُوْنَ مُحِيْطٌ﴾ ''یقیناً جو وہ عمل کرتے ہیں اللہ تعالیٰ اس کا احاطہ کرنے والا ہے'' اللہ تعالیٰ دونوں فریقوں کے اعمال کو جانتا ہے کہ کون کیا کر رہا ہے؟ کس کے دل میں کیا ہے؟ کون کیا ظاہر کر رہا ہے؟ کون اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنی جان گھلا رہا ہے اور کون دین سے نکل رہا ہے؟ اللہ تعالیٰ سب کے اعمال کو گھیرے ہوئے ہے۔

(9)اللہ تعالیٰ نے اپنے محیط ہونے کا شعور اس لئے دلایا ہے: (i) کہ مومن اپنے دلوں پر اللہ تعالیٰ کی حکومت کو محسوس کر کے اس کے آگے جھک جائیں۔ (ii) تاکہ لوگ سرکشی سے باز آجائیں۔

(iii) تاکہ لوگ اپنے آپ کو قابو میں رکھیں، اللہ تعالیٰ سے ڈر جائیں، تقویٰ اختیار کریں اور صبر کریں۔

(iv) تاکہ مومن اللہ تعالیٰ پر توکل کریں اور اسے کافی سمجھیں۔

﴿وَاِذْ غَدَوْتَ مِنْ اَهْلِكَ تُبَوِّئُ الْمُؤْمِنِيْنَ مَقَاعِدَ لِلْقِتَالِ ؕ وَاللّٰهُ

''اور جب آپ صبح کے وقت اپنے گھر والوں سے نکل کر مومنوں کو جنگ کے مورچوں پر متعین کر رہے تھے، اور اللہ تعالیٰ

سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ﴾

سب کچھ سننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے'' (121)

سوال: غزوۂ احد کے حالات کی وضاحت ﴿اِذْ غَدَوْتَ ... عَلِيْمٌ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1)﴿وَاِذْ غَدَوْتَ مِنْ اَهْلِكَ تُبَوِّئُ الْمُؤْمِنِيْنَ مَقَاعِدَ لِلْقِتَالِ﴾ ''اور جب آپ صبح کے وقت اپنے گھر والوں سے نکل کر مومنوں کو جنگ کے مورچوں پر متعین کر رہے تھے'' اس آیت میں غزوۂ احد کی تیاریوں کی طرف اشارہ ہے کہ آپ ﷺ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر سے احد کے لیے نکلے جس جگہ کے لیے مشاورت تھی اور طے ہو گیا تھا کہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جنگ مدینہ سے باہر لڑی جائے گی۔ گھر سے نکل کر یہاں مسلمانوں کی صف بندی کی جارہی ہے۔ تیراندازوں کو حکم دیا جارہا ہے کہ وہ پشت کی جانب پہاڑی پر مورچہ سنبھالیں۔ اس منظر میں اہم ترین چیز ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہاری باتیں سنتا ہے اور نہایت باخبر ہے۔

(2)﴿تُبَوِّئُ﴾ ''متعین کررہے تھے'' یعنی تم لشکر کے مقامات پر پڑاؤ تجویز کرتے تھے، مورچے بنانا مراد ہیں۔

(بخاری: کتاب التفسیر)

(3)سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے جنگ احد کے موقع پر (تیراندازوں کے) پچاس آدمیوں کا افسر عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ کو بنایا تھا۔ آپ نے انہیں تاکید کردی تھی کہ اگر تم یہ بھی دیکھو لو کہ پرندے ہم پر ٹوٹ پڑے ہیں پھر بھی اپنی اس جگہ سے مت ہٹنا، جب تک میں تم لوگوں کو کہلا نہ بھیجوں۔ اسی طرح اگر تم یہ دیکھو کہ کفار کو ہم نے شکست دے دی ہے اور انہیں پامال کردیا ہے پھر بھی اپنی اس جگہ سے مت ہٹنا جب تک میں تم لوگوں کو کہلا نہ بھیجوں۔ (صحیح بخاری:3039)

(4)غزوۂ احد شوال 3 ہجری میں پیش آیا تھا جس میں مشرکین کی تعداد تین ہزار اور مسلمانوں کی تعداد ایک ہزار تھی۔ غزوۂ بدر میں مشرکین مکہ نے شکست کھائی، جوش انتقام انہیں چین نہیں لینے دے رہا تھا۔ اس لیے ایک اور جنگ کرنے کا فیصلہ کیا گیا کہ یہ احد کے مقام پر لڑی جائے گی۔ اس جنگ کے لیے ایک ہزار اونٹ اور 50 ہزار دینار کی رقم جمع کی گئی۔ اس جنگ کے لیے دوشعلہ بیان شعراء کی خدمات حاصل کی گئیں جو بدوی قبائل کو بھڑکاتے تھے۔ جنگ میں کافروں کی تعداد تین ہزار تھی۔ مسلمان مقابلے کے لیے نکلے تو راستے میں عبداللہ بن ابی اپنے تین سو ساتھیوں کو لے کر مسلمانوں سے الگ ہوگیا۔ اس واقعے سے کچھ انصاری مسلمانوں کی ہمت پست ہوگئی مگر رسول اللہ ﷺ نے یاد دلایا کہ ہم اپنے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے بھروسے پر نکلے ہیں۔ لڑائی کے آغاز میں مسلمانوں کو فتح نصیب ہوئی لیکن ان کی ایک کمزوری سے فائدہ اٹھا کر دشمن ان پر غالب آگئے۔ اسی دوران یہ افواہ اڑی کہ نبی ﷺ شہید ہوگئے۔ اس خبر نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ہوش وحواس گم کردیئے۔ بعد میں پتہ چلا کہ نبی ﷺ زندہ ہیں۔ دشمن کے لیے موقع تھا کہ مسلمانوں کو پوری طرح کچل ڈالے مگر اس کی فوج میدان جنگ چھوڑ کر چلی گئی۔ یہ اللہ تعالیٰ کی خاص مدد تھی کہ دشمن فوج نے مدینہ کی بجائے مکہ کا رخ کیا اور جو مغلوب ہوئے یعنی مسلمان، ان کو اللہ تعالیٰ نے توفیق دی اور انہوں نے دشمن فوج کا پیچھا کیا۔

(5)﴿وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ سب کچھ سننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے'' اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کی جنگی سرگرمیوں سے اپنے سمیع اور علیم ہونے کا شعور دلایا ہے۔ جنگ سے پہلے آپ ﷺ مورچوں پر جس طرح مسلمانوں کو متعین کررہے تھے، آپ ﷺ کا کہنا اور کرنا دونوں ہی اللہ سمیع وعلیم کے نوٹس میں تھا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(6)ابوسلیمان دمشقی نے کہا: وہ خروج کے بارے میں تمہارے مشوروں کا سننے والا سمیع ہے۔ وہ جانتا ہے کہ کون کس نیت اور کس کیفیت سے نکل رہا ہے اور وہ جانتا ہے کہ کون شہادت کی محبت کو چھپائے ہوئے ہے؟(زادالمسیر:22/2)

(7)اللہ تعالیٰ نے دلوں کے تقویٰ کے لئے اپنی صفات سمیع اور علیم کا شعور دلایا ہے۔ کسی کے سننے اور جاننے کا احساس انسان کو محتاط کر دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو ان صفات کے توسط سے اپنے تعلق کی گہرائی کا احساس دلایا ہے تاکہ مومن اس تعلق کی گھنی چھاؤں میں اپنے آپ کو مطمئن کر لیں۔

﴿اِذْ هَمَّتْ طَّآئِفَتٰنِ مِنْكُمْ اَنْ تَفْشَلَا ۙ وَ اللّٰهُ وَلِيُّهُمَا ؕ وَ عَلَى اللّٰهِ

''جب تم میں سے دو جماعتیں ارادہ کر چکی تھیں کہ ہمت ہار جائیں حالانکہ اللہ تعالیٰ ان دونوں کا مددگار تھا پس لازم ہے کہ ایمان

فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ﴾

والے اللہ تعالیٰ ہی پر بھروسہ کریں''(122)

سوال1: غزوہ احد کی ابتداء میں مسلمانوں کی کن دو جماعتوں نے بزدلی دکھانے کا ارادہ کر لیا تھا، اس کی وضاحت ﴿اِذْ هَمَّتْ...الْمُؤْمِنُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿اِذْ هَمَّتْ طَّآئِفَتٰنِ مِنْكُمْ اَنْ تَفْشَلَا﴾''جب تم میں سے دو جماعتیں ارادہ کر چکی تھیں کہ ہمت ہار جائیں'' سیدنا جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ یہ آیت ہمارے بارے میں نازل ہوئی تھی، جب ہم میں سے دو جماعتیں اس کا خیال کر بیٹھی تھیں کہ ہمت ہار دیں حالانکہ اللہ تعالیٰ دونوں کا مددگار تھا۔ سفیان نے بیان کیا کہ ہم دو جماعتیں بنوحارثہ اور بنوسلمہ تھے۔ حالانکہ اس آیت میں ہمارے بودے پن کا ذکر ہے مگر ہم کو یہ بات پسند نہیں کہ یہ آیت نہ اترتی کیونکہ اس میں مذکور ہے کہ اللہ تعالیٰ ان دونوں گروہوں کا مددگار ہے۔(صحیح بخاری:4558)

(2)﴿اَنْ تَفْشَلَا﴾''یہ کہ ہمت ہار جائیں'' یعنی کمزور پڑ جائیں اور رسول اللہ ﷺ کو چھوڑ کر اپنے گھروں کو لوٹ جائیں۔(ایسرالتفاسیر:202)

(3)یہ دونوں قبائل عبداللہ بن ابی کی دھوکہ دہی سے متاثر ہو گئے کیونکہ وہ اپنے تین سو ساتھیوں کو لے کر الگ ہو گیا تھا۔

(4)﴿وَاللّٰهُ وَلِيُّهُمَا﴾''اور اللہ تعالیٰ ان دونوں کا مددگار تھا'' یعنی ان کے معاملات کا سرپرست اور ان کا مددگار تھا۔ اسی لیے اس نے معرکے سے بھاگنے سے بچا لیا۔(ایسرالتفاسیر:202)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(5) اللہ تعالیٰ نے ان کی کمزوری دور کردی اور ان کی ہمت بندھائی۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے ان کی مدد کی۔

(6) ﴿وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ﴾ ''پس لازم ہے کہ ایمان والے اللہ تعالیٰ ہی پر بھروسہ کریں'' محمد بن اسحاق نے کہا: اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ﴾ یعنی جو مومنوں میں سے کمزور ہو یا ہمت ہار بیٹھے تو اسے اپنے معاملے میں اللہ تعالیٰ کی مدد پر توکل کرنا چاہیے یہاں تک کہ وہ اپنی نیت کے مطابق قوی ہو جائے اور اپنی مراد کو پہنچ جائے۔ (ابن ابی حاتم: 750/3)

(7) مومنوں کے مزاج میں اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرنا ہونا چاہیے۔ (i) وہ تعداد یا سامان کی کمی سے نہ گھبرائیں۔

(ii) تعداد کم ہو تو یقین رکھیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے فرشتوں کو بھیج کر کمی پوری کردے گا۔

(iii) سامان کم ہو تو بھروسہ رکھیں کہ اللہ تعالیٰ ایسے اسباب پیدا کردے گا جو ان کے لیے سامان کی کمی کی تلافی بن جائیں۔

(8) اللہ تعالیٰ نے بنو حارثہ اور بنو سلمہ کے ہمت ہار جانے کے بعد ان کی کمزوری دور کرنے اور ان کی ہمت بندھانے سے اپنے اوپر توکل کرنے کی ترغیب دلائی ہے کہ وہ دہشت زدہ، گھبرائے ہوئے دلوں کی کمزوری دور کرسکتا ہے۔ یقیناً وہ بھروسے کے لائق ہے اور اس پر توکل کرنا ایمان کا تقاضا ہے۔

سوال 2: بندے کا توکل کس کے مطابق ہوتا ہے؟

جواب: بندے کو اللہ تعالیٰ پر جتنا ایمان ہوتا ہے، اسی کے مطابق اس کا توکل ہوتا ہے۔ اس آیت میں یہ اشارہ بھی ہے کہ دوسروں کی نسبت مومن اللہ تعالیٰ پر توکل کرنے کا زیادہ حق رکھتے ہیں۔ بالخصوص سختی اور جہاد کے موقع پر انہیں اللہ تعالیٰ پر توکل کرنا، اس سے مدد اور فتح طلب کرنا، اپنی طاقت پر بالکل بھروسہ نہ کرنا بلکہ اللہ تعالیٰ کی قوت اور حفاظت پر بھروسہ کرنا انتہائی ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کی برکت سے ان کی مدد کرتا ہے اور ان کی مصیبتیں اور مشکلات دور فرماتا ہے۔ (تفسیر سعدی: 415/1)

﴿وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّةٌ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ

''اور بلاشبہ یقیناً اللہ تعالیٰ بدر میں بھی تمہاری مدد فرما چکا ہے حالانکہ تم نہایت کمزور تھے، چنانچہ اللہ تعالیٰ سے ڈرجاؤ

لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ﴾

تاکہ تم شکر کرو'' (123)

سوال 1: تعداد اور سامان کی کمی کے باوجود غزوۂ بدر میں مسلمانوں کی فتح ہوئی، اس کی وضاحت ﴿وَلَقَدْ ...

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تَشْكُرُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّةٌ﴾ ''اور بلاشبہ یقیناً اللہ تعالیٰ بدر میں بھی تمہاری مدد فرما چکا ہے حالانکہ تم نہایت کمزور تھے'' یعنی غزوہ بدر میں تمہاری تعداد بھی کم تھی اور مال بھی کم تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے اس کے باوجود تمہیں فتح عطا فرمائی تاکہ تم جان لو کہ فتح ونصرت صرف اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے، اس کا تعلق سامان اور تعداد کی کثرت سے نہیں ہے۔

(2)غزوۂ بدر کی فتح مادی اسباب کی نایابی کے باوجود ہوئی تھی۔ وہ اللہ تعالیٰ کی مدد تھی جب کہ انسانوں کی طرف سے کوئی مددگار نہ تھا۔

(3)غزوۂ بدر میں مسلمانوں کی بے سروسامانی کا یہ عالم تھا کہ ان کے پاس صرف دو گھوڑے اور ستر اونٹ تھے، باقی تمام افراد پیدل تھے۔ (تفسیر ابن کثیر: 1/459)

(4)سیدنا براء رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ہم اصحاب محمد ﷺ آپس میں یہ گفتگو کرتے تھے کہ اصحاب بدر کی تعداد بھی اتنی ہی تھی جتنی اصحاب طالوت کی، جنہوں نے آپ کے ساتھ نہر فلسطین پار کی تھی اور ان کے ساتھ نہر کو پار کرنے والے صرف مومن ہی تھے یعنی تین سو دس پر اور کئی آدمی۔ (صحیح بخاری:3958)

(5) سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ بدر کے دن ہم لوگ سواریوں کی قلت کی وجہ سے ایک اونٹ پر تین تین سوار ہوتے تھے۔ سیدنا ابولبابہ اور سیدنا علی رضی اللہ عنہما رسول اکرم ﷺ کے ساتھ تھے۔ اونٹ پر باری باری سواری ہوتی تھی تو جب رسول اللہ ﷺ کے پیدل چلنے کی باری آئی تو ابولبابہ اور علی رضی اللہ عنہما نے عرض کی: آپ تشریف رکھئے، ہم آپ کی طرف سے باری باری پیدل چلتے رہیں گے۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا: ''تم دونوں مجھ سے زیادہ باہمت نہیں ہو اور نہ یہ ہو سکتا ہے کہ تم دونوں اجر لے جاؤ اور میں محروم رہ جاؤں۔'' (مسند احمد:1/411,418)

(6)واقعہ احد کے ساتھ غزوۂ بدر کا ذکر کرنے کا مقصد مسلمانوں کو یہ بتانا ہے کہ اللہ تعالیٰ پر توکل اور صبر وتقویٰ کا پھل فتح وکامرانی ہوتی ہے۔ جنگ بدر میں یہی ہوا کہ مسلمان ہر طرح سے کمزور تھے لیکن جب انہوں نے اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کیا اور صبر وثابت قدمی سے کام لیا تو اللہ تعالیٰ نے انہیں کافروں پر غلبہ دیا۔ (تیسیر الرحمن:1/205)

(7)واقعہ احد کے ساتھ غزوۂ بدر کا ذکر کرنے کا مقصد یہ بھی ہے کہ: (i) مومن یقین رکھیں کہ فتح وشکست اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے لہٰذا اسی سے ڈریں۔ (ii) اللہ تعالیٰ نے جو انعام کیا اس پر مومنوں کا فرض ہے کہ وہ شکر ادا کریں۔

(8)﴿فَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ﴾ ''چنانچہ اللہ تعالیٰ سے ڈر جاؤ تاکہ تم شکر کرو'' اللہ تعالیٰ نے تقویٰ اختیار کرنے کا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حکم دیا ہے تا کہ شکر گزاری کی توفیق ہو۔ محمد بن اسحاق رحمہ اللہ نے کہا: اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿فَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ﴾ یعنی مجھ سے ڈرو کیونکہ وہ میری نعمت کا شکر ہے۔ (جامع البیان: 78/4)

(9) یعنی اللہ تعالیٰ کی اطاعت کر کے اپنے رب سے ڈرو اور اس کے حرام کردہ امور سے اجتناب کرو تا کہ تم اپنے نفس کو شکر کے لیے تیار کرو کیونکہ جس کے نفس پر تقویٰ غالب نہیں ہوتا اس پر خواہشات غالب آجاتی ہیں اور وہ شہوات کی پیروی کرتا ہے ایسے شخص سے شکر کی امید نہیں کی جاسکتی۔ (تفسیر مراغی: 46/2)

سوال 2: تقویٰ اور شکر گزاری کا آپس میں کیا تعلق ہے؟

جواب: تقویٰ اللہ تعالیٰ کے ڈر اور اس کے خوف کی وجہ سے پیدا ہونے والی ایسی حالت ہے جس میں مومن کا شعور بیدار ہوتا ہے۔ جب شعور بیدار ہوتا ہے تو مومن حقیقت کو سمجھنے کے قابل ہو جاتا ہے۔ اسی کے ساتھ مومن اپنے مالک کے احسانات کو پہچانتا ہے اور احسان شناسی اس کے دل کو شکر گزاری کے احساسات سے معمور کر دیتی ہے۔

﴿اِذْ تَقُوْلُ لِلْمُؤْمِنِيْنَ اَلَنْ يَّكْفِيَكُمْ اَنْ يُّمِدَّكُمْ رَبُّكُمْ بِثَلٰثَةِ اٰلٰفٍ

"جب آپ مومنوں سے کہہ رہے تھے کہ کیا تمہیں یہ کافی نہیں ہے کہ تمہارا رب تین ہزار

مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُنْزَلِيْنَ﴾

نازل کردہ فرشتوں کے ساتھ تمہاری مدد فرمائے؟" (124)

سوال: مسلمانوں کی فرشتوں کے ذریعے نصرت کی گئی، اس کی وضاحت ﴿اِذْ تَقُوْلُ ... مُنْزَلِيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) غزوۂ احد میں جب مسلمانوں نے دیکھا کہ دشمن تین ہزار ہیں اور ہم ایک ہزار میں سے بھی 700 رہ گئے تو نبی ﷺ نے ٹوٹتے حوصلوں کو جوڑنے کے لیے یہ الفاظ کہے۔

(2) ﴿اِذْ تَقُوْلُ لِلْمُؤْمِنِيْنَ اَلَنْ يَّكْفِيَكُمْ﴾ "جب آپ مومنوں سے کہہ رہے تھے کہ کیا تمہیں یہ کافی نہیں ہے" نبی ﷺ نے اللہ تعالیٰ پر توکل کرنے کے لیے اور اس سے امید باندھنے کے لیے یہ الفاظ ارشاد فرمائے۔

(3) ﴿اَنْ يُّمِدَّكُمْ رَبُّكُمْ﴾ "یہ کہ تمہارا رب تمہاری مدد فرمائے" یعنی تمہارا رب تمہارے دشمنوں کے مقابلے میں جو تم سے تعداد اور اسلحے میں بڑھ کر ہیں تمہاری مدد فرمائے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(4)﴿اَنْ يُّمِدَّكُمْ رَبُّكُمْ﴾ کہ تمہیں تقویت دینے اور تمہاری مدد کرنے اور تمہارے دشمنوں کو دور کرنے کے لیے تمہارا رب تمہاری مدد فرمائے۔ (تفسیر قاسمی:4/219)

(5)﴿بِثَلٰثَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُنْزَلِيْنَ﴾ ''تین ہزار نازل کردہ فرشتوں کے ساتھ'' جو اللہ تعالیٰ کے معزز بندے ہیں، نور سے بنے ہیں، جو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہیں کرتے اور وہی کرتے ہیں جو انہیں حکم دیا جائے۔ (ایسر التفاسیر:203)

(6) یہ بھی کہا گیا کہ اس آیت میں غزوہ بدر کی طرف اشارہ ہے۔

(7) جنگ بدر کے موقع پر اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی خصوصی مدد فرمائی اسی کا یہاں بیان ہے کہ فرشتے جنگ بدر میں شامل ہوئے۔ (السراج المنیر: 1/255)

﴿بَلٰٓى ۙ اِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا وَيَاْتُوْكُمْ مِّنْ فَوْرِهِمْ هٰذَا يُمْدِدْكُمْ رَبُّكُمْ

''کیوں نہیں! اگر تم صبر کرو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور دشمن تم پر اپنے سخت جوش میں آ پہنچیں تو تمہارا رب

بِخَمْسَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُسَوِّمِيْنَ﴾

پانچ ہزار نشان زدہ فرشتوں سے تمہاری مدد کرے گا'' (125)

سوال 1: اللہ تعالیٰ نے مومنوں کی مدد کی کیا شرائط بیان فرمائی ہیں، ان کی وضاحت ﴿بَلٰٓى ۔۔۔ مُسَوِّمِيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1)﴿بَلٰٓى ۙ اِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا وَيَاْتُوْكُمْ مِّنْ فَوْرِهِمْ هٰذَا﴾ ''کیوں نہیں! اگر تم صبر کرو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور دشمن تم پر اپنے سخت جوش میں آ پہنچیں'' اللہ تعالیٰ نے مومنوں کی مدد کی تین شرطیں بیان فرمائی ہیں: صبر، تقویٰ اور مشرکین کا فوری جوش وجذبے کے ساتھ آنا۔ یہ وعدہ مذکورہ بالا فرشتوں کے بطور امداد فوج نازل ہونے کے بارے میں ہے لیکن فتح اور دشمنوں کے منصوبوں کی ناکامی کے لیے اللہ تعالیٰ نے پہلی دو شرطیں مقرر فرمائی ہیں۔ (تفسیر سعدی:1/417)

(2)﴿اِنْ تَصْبِرُوْا﴾ ''اگر تم صبر کرو'' یعنی اگر تم دشمن سے ملاقات کے موقع پر صبر کرو۔

(3)﴿وَتَتَّقُوْا﴾ ''اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو'' یعنی اللہ تعالیٰ کی مخالفت سے ڈرو۔ (تفسیر منیر:2/387)

(4)﴿وَيَاْتُوْكُمْ مِّنْ فَوْرِهِمْ هٰذَا﴾ ''اور دشمن تم پر اپنے سخت جوش میں آ پہنچیں'' مجاہد اور عکرمہ نے کہا: اپنے غضب سے۔ (ابن ابی حاتم:3/753)

(5)﴿يُمْدِدْكُمْ رَبُّكُمْ بِخَمْسَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُسَوِّمِيْنَ﴾ ''تمہارا رب پانچ ہزار نشان زدہ فرشتوں

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

سے تمہاری مدد کرے گا" فرشتوں کی پہچان کے لئے مخصوص علامت مقرر کی گئی تھی۔

(6)﴿مُسَوِّمٖ﴾ اس کو کہتے ہیں جس پر کوئی نشانی ہو مثلاً پشم یا اور کوئی نشانی۔ (بخاری: کتاب التفسیر)

(7)﴿مُسَوِّمِیْنَ﴾ "نشان لگے ہوئے" ان فرشتوں کے کیا نشان تھے، اس کے بارے میں سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ غزوہ بدر میں فرشتوں کی نشانی یہ تھی کہ وہ سفید پگڑیاں باندھے ہوئے تھے جن کے شملے کمروں پر ڈالے ہوئے تھے اور غزوہ حنین میں ان کے عمامے سرخ تھے۔ (انوار البیان: 546/1)

(8) غزوہ احد میں مسلمان صبر نہ کر سکے بلکہ بھاگ گئے اس لیے ایک فرشتہ بھی ان کی مدد کے لیے نازل نہیں ہوا۔ (المصباح المنیر: 691/1)

﴿وَمَا جَعَلَهُ اللّٰهُ اِلَّا بُشْرٰی لَكُمْ وَلِتَطْمَئِنَّ قُلُوْبُكُمْ بِهٖ ۚ وَمَا النَّصْرُ اِلَّا

"اور اس کو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے محض خوش خبری بنایا ہے اور تا کہ تمہارے دل اس سے مطمئن ہو جائیں اور مدد صرف

مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ الْعَزِیْزِ الْحَكِیْمِ﴾

اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے جو سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے" (126)

سوال 1: فرشتوں کے نزول کا سبب کیا تھا، اس کی وضاحت ﴿وَمَا ... الْحَكِیْمِ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1)﴿وَمَا جَعَلَهُ اللّٰهُ اِلَّا بُشْرٰی لَكُمْ وَلِتَطْمَئِنَّ قُلُوْبُكُمْ بِهٖ﴾ "اور اس کو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے محض خوش خبری بنایا ہے اور تا کہ تمہارے دل اس سے مطمئن ہو جائیں" فرشتوں کو اس لئے نازل کیا گیا تا کہ مسلمان خوش ہو جائیں، ان کے دلوں کو اطمینان ہو، ان کے دل سکون میں آئیں، ان کا خوف دور ہو اور ان کا قلق جاتا رہے۔ (ایسر التفاسیر: 203)

(2) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: فرشتوں نے یوم بدر کے سوا نہ دشمن پر ضرب لگائی نہ جنگ کی، وہ مدد اور تعداد میں اضافے کے لیے آئے تھے۔ (تفسیر مراغی: 47/2)

(3) مجاہد رحمہ اللہ نے کہا: فرشتوں نے بدر کے سوا، نہ اس سے پہلے نہ اس سے بعد میں کبھی جنگ نہیں کی۔ (جامع البیان: 88/4)

(4)﴿وَمَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ الْعَزِیْزِ الْحَكِیْمِ﴾ "اور مدد صرف اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے، جو سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے" مدد اور فتح اللہ تعالیٰ ہی کی جانب سے ہوتی ہے جو غالب اور کمال حکمت والا ہے، قوی اور دانا و بینا ہے۔ تمام کام اس کی مرضی سے ہوتے ہیں، اس کا ارادہ ہی کسی کام کو عملی شکل دیتا ہے، مادی اسباب بھی اس کی مدد کے بغیر مؤثر نہیں ہوتے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(5)العزیز وہ قوی ہے جس کو کوئی چیز روک نہیں سکتی۔الحکیم وہ ہے جو معاملات کی بہترین طریقے اور قوی وسائل سے تدبیر کرتا ہے۔وہ نصرت کے ظاہری اور باطنی اسباب کی طرف جس کی چاہتا ہے راہ نمائی کرتا ہے اور جس سے چاہتا ہے ان کو ہٹا دیتا ہے۔(تفسیر مراغی:48/2)

(6)وہ اپنی نصرت کو جس جگہ چاہتا ہے رکھتا ہے،وہ اہل بصیرت اور اہل تقویٰ کو ہی نوازتا ہے جو اس کے مستحق ہیں۔(ایسر التفاسیر:204)(7)اس کی طرف سے فتح عطا کرنے میں حکمت پوشیدہ ہوتی ہے یقیناوہ عزیز وحکیم ہے۔

(8)کسی رسول اور اس کے ساتھیوں کو فتح سے کوئی ذاتی مفاد نہیں ملتا،نہ اس میں ان کی کوئی ذاتی غرض ہوتی ہے۔

(9)فتح حاصل کرنے میں نہ رسول کا دخل ہوتا ہے نہ اس کے ساتھیوں کا،وہ تو اللہ تعالیٰ کی تقدیر کو ظاہر کرتی ہے۔

سوال2:''اللہ تعالیٰ عزیز وحکیم ہے''اس کے مومن کے دل پر کیا اثرات مرتب ہوتے ہیں؟

جواب:(1)اللہ تعالیٰ کی قدرت اور مومن کے دل میں ایک خاص رابطہ ہو جاتا ہے۔

(2)بندہ عزیز وحکیم سے امید باندھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اور بندے کے درمیان براہ راست تعلق قائم ہو جاتا ہے۔

﴿لِيَقْطَعَ طَرَفًا مِّنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَوْ يَكْبِتَهُمْ فَيَنْقَلِبُوْا خَآئِبِيْنَ﴾

''تا کہ اللہ تعالیٰ کافروں کے ایک حصے کو کاٹ دے یا ان کو ذلیل کر دے،پھر وہ نامراد واپس لوٹ جائیں''(127)

سوال:اللہ تعالیٰ مومنوں کی مدد کن مقاصد کے تحت کرتا ہے،اس کی وضاحت ﴿لِيَقْطَعَ...خَآئِبِيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)اللہ تعالیٰ اپنے مومن بندوں کی مدد دو مقاصد کے لیے کرتا ہے۔پہلا مقصد یہ ہے کہ:﴿لِيَقْطَعَ طَرَفًا مِّنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا﴾''تا کہ اللہ تعالیٰ کافروں کے ایک حصے کو کاٹ دے''یعنی کافروں کی جماعت کو کاٹ دے یعنی وہ قتل ہو جائیں یا قید ہو جائیں یا ان کے شہر پر مسلمانوں کا قبضہ ہو جائے یا مال غنیمت حاصل ہو،اس طرح مومنوں کو قوت حاصل ہو اور کافر ذلیل ہو جائیں۔اسلام کا مقابلہ کرنے اور اسلام سے جنگ کرنے کی قوت انہیں یا افراد سے حاصل ہوتی ہے یا ہتھیاروں سے یا مال سے یا زمین سے۔ان میں سے کسی بھی چیز کا ختم ہو جانا یا مسلمانوں کے قبضے میں آنا ان کی قوت میں کمی کا باعث ہے۔

(2)﴿لِيَقْطَعَ طَرَفًا مِّنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا﴾''تا کہ اللہ تعالیٰ کافروں کے ایک حصے کو کاٹ دے''اللہ تعالیٰ نے کافروں کے ایک حصے کو کاٹ دیا،ستر مشرکوں کو ہلاک کر دیا۔(ایسر التفاسیر:203)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(3) قتادہ رحمہ اللہ کا قول ہے: اللہ تعالیٰ نے بدر کے دن کافروں کے ایک حصے کو کاٹ دیا، ان کے بڑے بڑے رؤساء اور ان کے برائی کے قائد مارے گئے۔ (جامع البیان: 4/88)

(4) ﴿اَوْ يَكْبِتَهُمْ فَيَنْقَلِبُوْا خَآئِبِيْنَ﴾ ''یا ان کو ذلیل کر دے، پھر وہ نامراد واپس لوٹ جائیں'' اللہ تعالیٰ کی مدد کا دوسرا مقصد یہ ہے کہ کافر اپنی قوت و کثرت پر اعتماد کر کے مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کی خواہش کریں، بلکہ اس کی انتہائی شدید حرص میں مبتلا ہو کر اپنی طاقت اور اپنا مال صرف کریں۔ پھر اللہ تعالیٰ جنگ میں مومنوں کی مدد کر کے انہیں ناکام کر دے، وہ اپنا مقصد حاصل نہ کر سکیں بلکہ خسارہ اٹھا کر غم اور حسرت لے کر واپس چلے جائیں۔ (تفسیر سعدی: 1/417,418)

(5) غزوۂ احد میں اللہ تعالیٰ کی مدد کا مقصد یہ تھا کہ کافروں کی ایک جماعت کو ذلیل کیا جائے اور یہ بھی کہ سارے کے سارے کافر نامراد ہو کر واپس چلے جائیں یعنی وہ اپنے مقصد میں ناکام لوٹیں جب کہ وہ دبے ہوئے ہوں۔

﴿لَيْسَ لَكَ مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ اَوْ يَتُوْبَ عَلَيْهِمْ اَوْ يُعَذِّبَهُمْ فَاِنَّهُمْ ظٰلِمُوْنَ﴾

''آپ کو اس معاملے میں کوئی اختیار نہیں، خواہ اللہ تعالیٰ ان کی توبہ قبول فرمائے یا ان کو عذاب دے، بلاشبہ وہی ظالم ہیں'' (128)

سوال: محمد ﷺ کا ہدایت کے معاملے میں کوئی اختیار نہیں، اس کی وضاحت ﴿لَيْسَ...ظٰلِمُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿لَيْسَ لَكَ مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ﴾ ''آپ کو اس معاملے میں کوئی اختیار نہیں'' اس سے مراد یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو ہدایت کے معاملے میں کوئی اختیار نہیں کیونکہ غزوۂ احد میں رسول اللہ ﷺ کے دانت شہید ہوئے تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''اس قوم کو کیسے فلاح نصیب ہوگی جس نے اپنے نبی کو زخمی کر دیا؟'' اس طرح آپ ﷺ نے لوگوں کی ہدایت کے معاملے سے ناامیدی کا اظہار کیا تھا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے وضاحت کر دی کہ آپ ﷺ کا اختیار نہیں کہ کسی کو ہدایت دینے کا یا نہ دینے کا فیصلہ کر لیں۔ (تفسیر ابن کثیر: 1/462) (صحیح مسلم: 4645)

(2) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ جب کسی پر بددعا کرنا چاہتے یا کسی کے لیے دعا کرنا چاہتے تو رکوع کے بعد کرتے ﴿سمع الله لمن حمده اللّٰهم ربنا لك الحمد﴾ کے بعد، بعض اوقات آپ نے یہ دعا بھی کی: ''اے اللہ! ولید بن ولید، سلمہ بن ہشام اور عیاش بن ابی ربیعہ کو نجات دے، اے اللہ! مضر والوں کو سختی کے ساتھ پکڑ لے اور ان میں ایسی قحط سالی لا جیسی یوسف کے زمانے میں ہوئی تھی'' آپ ﷺ بلند آواز سے یہ دعا کرتے اور آپ نماز فجر کی بعض رکعت میں یہ دعا کرتے: ''اے اللہ! فلاں، فلاں اور فلاں کو اپنی رحمت سے دور کر دے۔'' عرب کے چند خاص

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

قبائل کے حق میں آپ (یہ بددعا کرتے تھے) یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آیت نازل کی: ''آپ کو اس امر میں کوئی دخل نہیں۔'' (صحیح بخاری:4560)

(3) یہ ایک جملۂ معترضہ ہے جس سے مقصود نبی کریم ﷺ کو متنبہ کرنا ہے کہ کہیں آپ کے ذہن میں یہ بات نہ آجائے کہ آپ کی ذات بھی کچھ مؤثر ہے اور آپ کے عقیدۂ توحید میں کچھ فرق آجائے۔ آپ تو ایک انسان ہیں۔ آپ کا کام اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق انسانوں کو ڈرانا ہے، ان کی بخشش یا عذاب کا معاملہ تو صرف اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے۔ (تیسیر الرحمٰن:206/1)

(4) ﴿لَيْسَ لَكَ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ﴾ ''آپ کو اس معاملے میں کوئی اختیار نہیں'' اس بات کے ایمان والوں پر گہرے اثرات مرتب ہوتے ہیں: (i) اہل ایمان یہ جان لیتے ہیں کہ ان کی ذات فتح کا سبب نہیں بن سکتی۔

(ii) اہل ایمان تکبر، احساس برتری، سخت گیری اور غرور سے محفوظ ہوجاتے ہیں جس میں عام طور پر فاتحین مبتلا ہوجاتے ہیں۔ (iii) اہل ایمان کی روح اور طرز عمل متوازن ہوجاتے ہیں۔

(5) ﴿أَوْ يَتُوبَ عَلَيْهِمْ﴾ ''خواہ اللہ تعالیٰ ان کی توبہ قبول فرمائے'' محمد بن اسحاق رحمہ اللہ کا قول ہے: اس سے مراد ہے کہ وہ اپنی رحمت سے جس کی چاہے توبہ قبول کرلے۔ (ابن ابی حاتم:757/3)

(6) یہ معافی ایسے ممکن ہوتی ہے کہ اہل اسلام کی فتح کی صورت میں کافر سبق لیتے ہیں اور اسلام قبول کرلیتے ہیں یوں اللہ تعالیٰ انہیں معاف کردیتے ہیں۔

(7) جن مشرکوں کے حق میں آپ ﷺ نے یہ بددعا کی تھی انہیں اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے قدموں پر لا ڈالا اور اسلام کے جانباز سپاہی بنادیا۔ (تیسیر القرآن:302/1)

(8) ﴿أَوْ يُعَذِّبَهُمْ﴾ ''یا ان کو عذاب دے'' عذاب دینا اللہ تعالیٰ کا اختیار ہے۔

(9) عذاب کی ایک صورت یہ ہے کہ: (i) دنیا میں اہل اسلام ان پر غالب آجاتے ہیں۔

(ii) دنیا میں قید ہونے کی صورت میں عذاب پاتے ہیں۔ (iii) خاتمہ کفر پر ہوتا ہے اور آخرکار جہنم کے مستحق بن جاتے ہیں۔

(10) ﴿فَإِنَّهُمْ ظَالِمُونَ﴾ ''بلاشبہ وہی ظالم ہیں'' ظالم اسے کہتے ہیں جو حق دار کو اس کا حق نہ دے۔ ایک انسان جب اپنے خالق کو نہیں پہچانتا، اپنی حیثیت نہیں پہچانتا، اپنی زندگی کے مقصد کو نہیں پہچانتا، زندگی کی بنیادی حقیقتوں کو نہیں مانتا تو دراصل وہ حقائق کا انکار کرتا ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے کھولی گئی حقیقتوں کو ماننے والا مومن ہے تو انکار کرنے والا کافر ہے۔ انکار کرکے ایک انسان اپنے اوپر ظلم کرتا ہے اور اپنے آپ کو عذاب کا مستحق بنالیتا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ يَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ ؕ

''اور اللہ تعالیٰ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں اور جو زمین میں ہے، وہ جس کو چاہتا ہے بخش دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے عذاب دیتا ہے

وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾

اور اللہ تعالیٰ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے''(129)

سوال 1: زمین و آسمان کی ہر چیز اللہ تعالیٰ ہی کی ملکیت ہے، اس کی وضاحت ﴿وَلِلّٰهِ ۔۔۔ رَّحِيْمٌ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1)﴿وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں اور جو زمین میں ہے'' یعنی ملکیت بھی اس کی، تخلیق بھی اسی کی، بندے بھی اسی کے، وہ جیسے چاہے تصرف کرے اور جیسے چاہے فیصلے کرے۔ (ایسر التفاسیر:204)

(2) یعنی فرشتے، انسان، حیوان، جن، جمادات، افلاک وغیرہ اور زمین میں جو کچھ ہے، تمام اشیاء اللہ تعالیٰ کی ملک اور اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہیں اور اس کی تدبیر کے تابع ہیں۔ وہ ان میں اس طرح تصرف کرتا ہے جس طرح بادشاہ اپنے ملک میں تصرف کرتا ہے۔ اس حکومت میں ان کا ایک ذرہ بھی نہیں۔ (تفسیر سعدی:419/1)

(3)﴿يَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ﴾ ''وہ جس کو چاہتا ہے بخش دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے عذاب دیتا ہے'' کسی بندے کو، چاہے وہ نبی مرسل ہو یا ولی مکرم، یہ اختیار حاصل نہیں کہ کسی کی قسمت کا فیصلہ کرے اور کسی کو جنت میں بھیج دے اور کسی کو جہنم میں۔ (تیسیر الرحمٰن)

(4) جب صورت حال یہ ہے تو وہ سب اس کی مغفرت اور اس کے عذاب کے درمیان ہیں۔ وہ جسے چاہتا ہے اس کی مغفرت اس طرح فرماتا ہے کہ ہدایت دے کر اسلام میں داخل کر دیتا ہے، اس طرح اس کا شرک معاف کر دیتا ہے اور اس پر یہ احسان فرماتا ہے کہ اسے گناہ ترک کرنے کی توفیق دیتا ہے اور اس طرح اس کے گناہ بھی معاف فرما دیتا ہے۔ ﴿وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ﴾ ''اور جس کو چاہتا ہے عذاب دیتا ہے'' وہ اس طرح کہ اسے اس کے نفس کے حوالے کر دیتا ہے۔ انسان کا نفس ظالم اور جاہل ہے جو برائیوں کے ارتکاب کا تقاضا کرتا ہے۔ چنانچہ انسان گناہ کا ارتکاب کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ اسے گناہوں کی سزا دیتا ہے۔ (تفسیر سعدی:419/1)

(5)﴿وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے'' اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان کی ملکیت

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

سے اپنے اختیارات کی وسعت کا شعور دلایا ہے کہ وہ چاہے تو معاف کر دے، چاہے تو رحمت کر دے۔

(6) اللہ تعالیٰ نے مالک کل ہونے کی وجہ سے یہ شعور دلایا ہے کہ مغفرت اور عذاب دونوں ہی اس کے اختیار میں ہیں۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے اختیارات سے اپنی مغفرت اور مغفرت سے اپنی رحمت کا شعور دلایا ہے۔ وہ عذاب دے سکتا ہے پھر بھی اپنی رحمت سے ڈھانپ لیتا ہے یقیناً وہ غفور ہے، رحیم ہے۔

سوال 2: اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کا تعارف کیسے کروایا ہے؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین کا مالک ہے، اس ملکیت میں کوئی اس کا شریک نہیں۔

(2) اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے معاملات میں جو چاہے فیصلہ کر سکتا ہے، وہ اپنے بندوں پر ظلم نہیں کرتا، وہ حکمت اور عدل سے فیصلے کرتا ہے۔

(3) اس کی رحمت کے دروازے بندوں کے لیے کھلے ہوئے ہیں، وہ جس کو چاہتا ہے بخش دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے عذاب دیتا ہے، وہ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوا الرِّبٰوٓا اَضْعَافًا مُّضٰعَفَةً ۠ وَّاتَّقُوا اللّٰهَ

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! کئی گنا سود نہ کھاؤ جو دگنے کیے ہوئے ہوں اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو

لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ﴾

تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ'' (130)

سوال 1: اس آیت کا شان نزول بیان کریں؟

جواب: فریابی نے مجاہد سے روایت کیا ہے کہ لوگ وقت مقرر پر ادھار چیزوں کو فروخت کیا کرتے تھے۔ یہ مدت پوری ہونے کے بعد قرض میں اضافہ کر دیتے تھے، اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ (ابن ابی حاتم: 759/3)

سوال 2: سود مطلقاً حرام ہے، اس کی وضاحت ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ ... تُفْلِحُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوا الرِّبٰوٓا اَضْعَافًا مُّضٰعَفَةً﴾ ''اے ایمان والو! کئی گنا سود نہ کھاؤ جو دگنے کیے ہوئے ہوں'' اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو سودی معاملات اور مطلق سود کھانے سے منع فرمایا۔ سود کا لینا اور دینا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دونوں حرام ہیں۔(السراج المنیر :1/257)

(2) آیت میں لفظ ''ایمان'' کے ساتھ خطاب اس طرف اشارہ ہے کہ ایمان کا تقاضا سود کو چھوڑ دینا ہے۔(تیسیر الرحمٰن:1/207)

(3)﴿لَا تَاْكُلُوا الرِّبٰوٓا﴾ ''سود نہ کھاؤ'' اس کا یہ مفہوم نہیں ہے کہ صرف کھاؤ نہیں بلکہ سود سے ہر طرح کا تصرف حرام ہے خواہ کھانا پینا ہو یا لباس، ہر چیز اس میں شامل ہے۔

(4)﴿الرِّبٰوٓا﴾ لغت میں اضافے کو کہتے ہیں اور شریعت میں اس کی دو قسمیں ہیں: ربا فضل اور ربا نسیہ۔

(i) ربا الفضل: سونے، چاندی، گندم، جو، کھجور وغیرہ میں ہوتا ہے۔ اسی جنس سے بیع حرام ہے۔ یہ فضل یا زیادتی ہے۔

(ii) اور دوسرا ربا نسیہ: کسی آدمی پر مدت مقررہ کے ساتھ قرض ہو تو مدت مقرر کرنا حلال ہے جب کہ اس قرض میں اضافہ نہ ہو اور اگر مہلت کے ساتھ قرض میں اضافہ ہو تو یہ ربا نسیہ ہے۔(ایسر التفاسیر:205,204)

(5)﴿اَضْعَافًا مُّضٰعَفَةً﴾ ''جو دگنے کیے ہوئے ہوں'' جاہلیت میں یہ ہوتا تھا کہ لوگ قرض کے لیے مہلت دیتے تو جتنی مہلت دیتے اتنا ہی قرض بڑھا دیتے، اس طرح قرض میں کئی گنا اضافہ ہو جاتا۔(ایسر التفاسیر:205,204)

(6)﴿اَضْعَافًا مُّضٰعَفَةً﴾ کے الفاظ سے بعض لوگوں نے سود مرکب کو حرام اور سود مفرد کو حلال ثابت کرنے کی کوشش کی ہے حالانکہ یہاں اس زمانے کے سود خوروں کی سنگ دلی بیان ہو رہی ہے جو آج بھی موجود ہے۔ زمانہ جاہلیت میں بہت سے لوگ دوسروں کو سودی قرضے دیا کرتے تھے۔ جب قرضے کی میعاد ختم ہو جاتی تو مقروض سے کہتے کہ قرض ادا کرو ورنہ سود میں اضافہ کرو۔ قرض ادا نہ کر سکنے کی صورت میں میعاد کی توسیع کر دی جاتی اور سود کی مقدار میں اضافہ کر دیا جاتا، اس طرح کچھ عرصہ کے بعد سود کی مقدار اصل زر سے بھی کئی گنا زیادہ ہو جاتی۔ سودی کاروبار کی اس بھیانک صورت حال کی طرف قرآن نے ﴿اَضْعَافًا مُّضٰعَفَةً﴾ کے الفاظ سے اشارہ فرمایا ہے ورنہ یہ مطلب نہیں کہ مرکب سود حرام ہے اور مفرد جائز ہے۔ اسلام میں ہر قسم کا سود حرام ہے۔(دعوۃ القرآن)

(7)﴿وَاتَّقُوا اللّٰهَ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو'' سعید بن جبیر کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ سے ڈر جاؤ اور سود نہ کھاؤ۔ (ابن ابی حاتم:3/759)

(8) سود سے متعلق آیتوں میں تین بار لفظ ''تقویٰ'' کو دہرایا گیا ہے، گویا سود نہ لینا تقویٰ کی اہم صفت ہے۔(تیسیر الرحمٰن:1/207)

(9) اللہ تعالیٰ کا تقویٰ، اس کا خوف ہی وہ بنیاد ہے جو مومن کو اس کی اطاعت کے لئے تیار کرتی ہے۔

(10) تقویٰ کی وجہ سے مومن حق اور باطل میں تمیز کرتا ہے، حق کو اپناتا ہے اور باطل کو رد کرتا ہے۔

(11) اللہ تعالیٰ نے تقویٰ کو کامیابی کا باعث قرار دیا ہے یعنی تقویٰ اختیار کرنے پر ہی تم کامیاب ہو سکتے ہو۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(12)﴿لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ﴾ ''تا کہ تم کامیاب ہوجاؤ'' تم عذاب سے نجات پاؤ اور جنت کی ہمیشہ رہنے والی نعمتوں کو پا کر کامیاب ہوجاؤ۔(ایسر التفاسیر:205,204)

سوال3: اس مقام پر خاص طور پر سود کھانے سے روکنے میں کیا حکمت ہے؟

جواب:(1)غزوۂ احد میں رسول اللہ ﷺ کی نافرمانی مال غنیمت کے لالچ کی وجہ سے ہوئی تھی۔اس لئے اللہ تعالیٰ نے دنیا کی طمع کی سب سے زیادہ خوف ناک شکل سود سے منع کیا ہے۔

(2)احد کی شکست کا ایک بڑا سبب یہ تھا کہ مسلمان مال کی حرص میں مبتلا ہوئے اور اپنے فرض کی ادائیگی کی بجائے مال غنیمت لوٹنے میں لگ گئے اس لیے اللہ تعالیٰ نے اصلاح کے لیے مال کی محبت کی بنیاد پر ضرب لگائی ہے اور حکم دیا ہے کہ سود خوری سے باز آجاؤ۔لالچ اور دولت پرستی کی سب سے گھناؤنی صورت ''سود'' ہے۔سود خور اپنے نفع کا دن رات حساب کتاب کرتا ہے اور اس رویے کی وجہ سے اس کے اندر روپے کی حرص بڑھ جاتی ہے۔

(3)جہاد میں ''فشل'' نامردی کا ذکر ہوا ہے اور سود خوری سے قوم میں وہن اور بزدلی پیدا ہوتی ہے،خود غرضی اور بخل کا جذبہ فروغ پاجاتا ہے اور سود خور قوم جہاد کے قابل نہیں رہتی اور پھر انصار کے یہود کے ساتھ سودی لین دین کے تعلقات تھے اور احد میں منافقین اور یہود کی وجہ سے نقصان پہنچا تھا۔گویا اس کو حرام قرار دے کر ان تعلقات کو ختم کر دیا۔(اشرف الحواشی:80/1)

(4)سود خوری نسل انسانی کو بے کار بنا دیتی ہے اور ایک ایسا گروہ پیدا کر دیتی ہے جو جماعت کے لیے نہایت مضر ثابت ہوتا ہے۔عوام میں جس قدر برائیاں پھیلتی ہیں وہ امراء کے گروہ کی بدولت پھیلتی ہیں۔ان کی آسائشوں بھری زندگی عوام کے اخلاق کے لیے مستقل خطرہ ہے۔اسلام جو اخلاق و اصلاح کا علمبردار ہے کیسے سود کی اجازت دے سکتا ہے!(سراج البیان:157/1)

﴿وَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِيْٓ اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِيْنَ﴾

''اور اس آگ سے ڈر جاؤ جو کافروں کے لیے تیار کی گئی ہے''(131)

سوال1: جہنم کی آگ کن لوگوں کے لیے تیار کی گئی ہے،اس کی وضاحت ﴿وَاتَّقُوا...لِلْكٰفِرِيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿وَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِيْٓ اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِيْنَ﴾ ''اور اس آگ سے ڈر جاؤ جو کافروں کے لیے تیار کی گئی ہے'' اللہ تعالیٰ نے کافروں کے لیے جہنم کی آگ تیار کر رکھی ہے۔تمام گناہ خصوصاً کبیرہ گناہ کفر کی طرف لے جاتے ہیں بلکہ کبیرہ گناہ تو کفر کے خصائل ہیں جن کے حاملین کے لیے اللہ تعالیٰ نے جہنم کی آگ تیار کر رکھی ہے۔(تفسیر سعدی:422/1)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(2) سعید بن جبیر رحمہ اللہ اللہ تعالیٰ کے قول ﴿وَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِيْٓ اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِيْنَ﴾ کے بارے میں کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے مومنوں میں سے سود کھانے والوں کو آگ سے ڈرایا ہے جو کافروں کے لیے تیار کی گئی ہے۔ (ابن ابی حاتم: 760/3)

(3) اس آیت میں کافر اسے قرار دیا گیا ہے جو حرام فعل یعنی سود خوری کا ارتکاب کرتا ہے۔

(4) سود خوری کبھی آدمی کو کفر تک لے جا سکتی ہے۔ (تیسیر الرحمٰن: 207/1)

سوال 2: ﴿وَاتَّقُوا النَّارَ﴾ ''اور آگ سے ڈر جاؤ'' سود اور آگ کا کیا تعلق ہے؟

جواب: (1) ایمان اور سودی نظام ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتے۔

(2) سود اور آگ کا تعلق ہے کیونکہ وہ معاشرہ جہاں سودی نظام قائم ہوگا دین سے خارج تصور ہوگا اور اس کا انجام آگ ہے جسے کافروں کے لیے تیار کیا گیا ہے۔ (3) اس مقام پر شدید تنبیہ کی گئی ہے جو چھپی ہوئی نہیں ہے۔ مومنوں کو مخاطب کر کے نافرمانیوں سے بچنے کا حکم دیا گیا جب کہ اس نے علم دیا ہے کہ تقویٰ سے جدا ہو کر اس آگ میں داخل ہو جاؤ گے۔ یہ بات تمام نافرمانیوں سے دور رکھتی ہے اور جیسا کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے روایت کیا گیا ہے، وہ کہتے ہیں کہ یہ قرآن مجید میں سب سے زیادہ خوف دلانے والی آیت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے وعید دی ہے مومنوں کو اس آگ کی جو کافروں کے لئے تیار کی گئی ہے اگر وہ اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ چیزوں سے اجتناب نہیں کریں گے۔ (تفسیر المراغی: 56/2)

سوال 3: اللہ تعالیٰ نے سود کھانے سے روکتے ہوئے دو دفعہ تقویٰ کا حکم دیا۔ ایک بار یہ فرمایا: ﴿لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ﴾ ''تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ'' اور دوسری بار آگ سے ڈرایا گیا، حکمت واضح کریں؟

جواب: (1) ایک طرف تو امید دلائی گئی ہے کہ اگر سودی کاروبار چھوڑ دیں گے تو امید رکھ سکتے ہیں کہ کامیاب ہو جائیں۔ اس لیے کہ کامیابی تقویٰ کی صورت مل سکتی ہے۔ (2) دوسری طرف خوف دلایا گیا ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہو، جس کے دل میں اللہ تعالیٰ کا خوف ہو، عذاب جہنم کا خوف ہو، وہ ہرگز سود نہیں کھا سکتا۔

(3) اللہ تعالیٰ نے مومن کے دل کے اندر امید کو ابھار کر اور خوف کو جگا کر اس کے ایمان کو بیدار کیا ہے، ایمان کو قوی کیا ہے تاکہ اس کی وجہ سے وہ اپنے آپ کو کافرانہ اعمال سے بچا لے کیونکہ ایمان صرف زبانی دعوے کا نام نہیں، اس کا تقاضا ہے کہ اپنی زندگی کو ایمان کے رنگ میں رنگا جائے۔

﴿وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ الرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ﴾

''اور اللہ تعالیٰ کی اور اس کے رسول کی اطاعت کرو تاکہ تم پر رحم کیا جائے'' (132)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سوال1: اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کے حکم کی وضاحت ﴿وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ ... تُرْحَمُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ کی اور اس کے رسول کی اطاعت کرو'' اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے احکامات کی اطاعت کرو تا کہ تم نیک مومن ہو جاؤ جن تک اللہ عزوجل کی رحمت پہنچتی ہے۔

(واضح البیان: 149,148)

(2) ﴿لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ﴾ ''تا کہ تم پر رحم کیا جائے'' اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت کے لئے اطاعت کی شرط عائد کی ہے کہ میری اور میرے رسول کی اطاعت کرو تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔

(3) ابن اسحاق رحمہ اللہ کہتے ہیں: اس آیت میں ان لوگوں پر ناراضگی کا اظہار کیا گیا ہے جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کی نافرمانی کی تھی جس کا انہیں حکم دیا گیا تھا اس دن کے لیے بھی اور اس کے علاوہ بھی۔ (جامع البیان: 94/4)

سوال2: اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کے نتیجے میں فرمایا: ﴿لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ﴾ ''تا کہ تم پر رحم کیا جائے'' اطاعت کے ساتھ رحمت کے تعلق میں حکمت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ایک مسلمان نے اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کی اطاعت تو ہر حال میں کرنی ہے لیکن سودی کاروبار سے روکنے کے بعد اس رحمت کے ذکر میں حکمت ہے۔

(2) کسی ایسے معاشرے میں جہاں سودی کاروبار ہو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت ممکن نہیں رہتی۔

(3) سود کھانے والے کے دل میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور رسول ﷺ کی اطاعت کا جذبہ ہی باقی نہیں رہتا۔

(4) سودی کاروبار سے روکنے کے لیے یہ واضح کیا گیا کہ اللہ تعالیٰ تم پر اپنی رحمت کر سکتا ہے اگر تم اطاعت کے طریقے پر آجاؤ۔ (5) اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کی صورت میں ہی انسان پر رحم کیا جا سکتا ہے۔

﴿وَسَارِعُوْٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ ۙ

''اور اپنے رب کی مغفرت اور جنت کی طرف دوڑو جس کی وسعت آسمانوں اور زمین جتنی ہے

اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِيْنَ﴾

جو اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والوں کے لیے تیار کی گئی ہے'' (133)

سوال1: جنت اور مغفرت کے لیے جلدی کرنے کے حکم کی وضاحت ﴿وَسَارِعُوْٓا ... لِلْمُتَّقِيْنَ﴾ کی روشنی میں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کریں؟

جواب: (1)﴿وَسَارِعُوْٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ﴾ ''اور اپنے رب کی مغفرت اور جنت کی طرف دوڑو'' اللہ تعالیٰ نے ہلاکت اور بربادی سے بچانے کے لئے جنت اور مغفرت کے لئے جلدی کرنے کا حکم دیا ہے۔ انسان مال و دولت کے لئے بھاگ دوڑ کرتا ہے، لپکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی بھاگ دوڑ کا رخ جنت اور مغفرت کی طرف کیا ہے تاکہ مال و دولت کے پیچھے لگ کر انسان اپنی آخرت برباد کرنے سے بچ جائے۔

(2) سعید بن جبیر رحمہ اللہ نے اللہ تعالیٰ کے قول ﴿وَسَارِعُوْٓا﴾ کے بارے میں کہا کہ اس سے مراد ہے کہ نیک اعمال کرنے میں جلدی کرو۔ (ابن ابی حاتم: 761/3)

(3) اس چیز کی طرف جلدی کرو جو مغفرت کا مستحق بنا دے جیسے اسلام، توبہ اور اخلاص ہے۔ (تفسیر بیضاوی: 92/2)

(4) رب کی مغفرت اور جنت کی طرف استغفار، توبہ اور اعمال صالحہ کے ساتھ دوڑو۔ (تفسیر القاسمی: 228/4)

(5) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تاریک رات کے ٹکڑوں کی طرح فتنوں کے واقع ہونے سے پہلے تم نیک اعمال کی جلدی کرو۔ صبح کو آدمی ایمان دار ہوگا اور شام کو کافر ہو جائے گا اور شام کو ایمان دار ہوگا اور صبح کو کافر ہو جائے گا لوگ دین کو دنیا کے سامان کی خاطر فروخت کر دیں گے۔'' (جامع ترمذی: 2195)

(6) ابو سروعہ عقبہ بن حارث رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے مدینہ میں عصر کی نماز پڑھی، پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام پھیرا اور نہایت تیزی سے اٹھ کھڑے ہوئے اور لوگوں کی گردنیں پھلانگتے ہوئے اپنی بیویوں میں سے کسی کے حجرے کی طرف تشریف لے گئے۔ لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس تیز رفتاری سے گھبرا گئے (تھوڑی دیر کے بعد) آپ صلی اللہ علیہ وسلم واپس تشریف لائے تو دیکھا کہ لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس تیز رفتاری پر تعجب کر رہے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مجھے یاد آیا کہ ہمارے پاس (گھر میں سونے یا چاندی کی) ڈلی کا کچھ حصہ ہے، مجھے یہ بات اچھی نہیں لگی کہ یہ (ڈلی) مجھے (اللہ تعالیٰ کی یاد سے) روک دے، اس لیے (میں نے جلدی جلدی جا کر) اس کو تقسیم کرنے کا حکم دیا۔'' (صحیح بخاری: 851)

(7) جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ایک صحابی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے غزوۂ احد کے موقع پر پوچھا: ''یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اگر میں قتل کر دیا جاؤں تو میں کہاں جاؤں گا؟'' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جنت میں'' انھوں نے کھجور پھینک دی جوان کے ہاتھ میں تھی اور لڑنے لگے یہاں تک کہ شہید ہو گئے۔ (صحیح بخاری: 4046)

(8) سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ احد کے دن ایک تلوار لے کر فرمایا: ''مجھ سے یہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تلوار کون لے گا؟'' پس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اپنے ہاتھوں کو یہ کہتے ہوئے دراز کیا: میں میں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اسے اس کا حق ادا کرنے کی شرط پر کون لیتا ہے؟'' (یہ سنتے ہی) لوگ پیچھے ہٹ گئے تو سیدنا سماک بن خرشہ ابو دجانہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: ''میں اسے اس کا حق ادا کرنے کی شرط پر لیتا ہوں۔'' پس انہوں نے یہ تلوار لے لی اور اس کے ساتھ مشرکین کی کھوپڑیاں پھوڑ دیں۔ (صحیح مسلم:6353)

(9) اللہ تعالیٰ کے راستے پر چلنے کی بجائے جلدی کرنے کا حکم دے کر یہ یقین دلایا گیا ہے کہ تم اکیلے اس راستے کے مسافر نہیں ہو کچھ اور لوگ بھی ہیں جو اس انعامی مقابلے میں شریک ہیں۔ جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرٰتِ﴾ ''اور نیکیوں میں ایک دوسرے سے آگے بڑھو۔'' (البقرۃ:148) اسی طرح فرمایا: ﴿وَفِيْ ذٰلِكَ فَلْيَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُوْنَ﴾ ''اور اس میں رغبت رکھنے والوں کے لیے لازم ہے کہ مقابلہ کریں۔'' (المطففین:26)

(10) اللہ تعالیٰ نے مسابقت کا جذبہ بیدار کیا ہے کہ اتنے زبردست انعام کے لیے جلدی کرو تاکہ انعام کے حق دار بن جاؤ۔

(11) اللہ تعالیٰ نے واضح کیا ہے کہ جنت یوں ہی نہیں مل جائے گی۔ اس کے لیے محنت، مشقت اور بھاگ دوڑ ناگزیر ہے۔

(12) ﴿عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ﴾ ''جس کی وسعت آسمانوں اور زمین جتنی ہے'' ابن کثیر نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے اس قول: ﴿عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ﴾ کے بارے میں کہا گیا ہے جنت بے حد فراخ ہے جب اس کا عرض آسمانوں اور زمین کے برابر ہے تو لمبائی کیا ہوگی؟ (مختصر ابن کثیر:1572/2)

(13) رب العزت کا فرمان ہے: ﴿سَابِقُوْٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا كَعَرْضِ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ﴾ ''دوڑو اپنے رب کی مغفرت اور اس جنت کی طرف جس کی چوڑائی آسمان اور زمین کی چوڑائی جتنی ہے۔'' (الحدید:21)

(14) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے عرض کی: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''اور جنت جس کا عرض آسمان اور زمین کے برابر ہے۔'' تو سوال یہ ہے کہ پھر جہنم کہاں ہے؟ تو آپ نے فرمایا: ''کیا تم نے دیکھا ہے کہ جب رات ہر چیز پر چھا جاتی ہے تو اس وقت دن کہاں ہوتا ہے؟'' اس نے جواب دیا: جہاں اللہ چاہے، آپ نے فرمایا: ''اسی طرح جہنم کو بھی جہاں اللہ تعالیٰ چاہتا ہے رکھتا ہے۔'' (صحیح ابن حبان:103)

(15) ﴿اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِيْنَ﴾ ''جو اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والوں کے لیے تیار کی گئی ہے'' یعنی اس وقت موجود ہے۔ اس آیت کے توسط سے یہ بھی معلوم ہو چکا ہے کہ جنت اور دوزخ تیار کی جا چکی ہیں اور اس میں ان لوگوں کا رد ہے جو اس بات کے قائل نہیں۔ (تیسیر القرآن:307/1)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(16) متقی وہ ہیں جو نہ واجب کو ترک کر کے اور نہ حرام کام انجام دے کر اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتے ہیں، اور اگر ان سے کوئی گناہ سرزد ہو جائے تو فوراً توبہ کر لیتے ہیں۔ (ایسر التفاسیر:206)

(17) تقویٰ یعنی اللہ تعالیٰ کا حقیقی ڈر نفس کی وہ کیفیت ہے جس کے پیدا ہونے کی وجہ سے انسان مادی دنیا اور خواہشات میں گھرے رہنے کے باوجود اپنی آخرت کی فکر میں رہتا ہے، آخرت کے لئے بھاگ دوڑ کرتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اگر تقویٰ نہ ہو تو انسان اس دنیا سے آگے کی سوچ بھی نہیں سکتا۔ اس اعتبار سے تقویٰ ہی وہ قیمت ہے جس کو ادا کر کے انسان جنت کے راستوں پر چل سکتا ہے۔

سوال 2: جنت کا راستہ، مغفرت اور خطا بخشی کا راستہ ہے، اس کے لیے مومن کو کس یقین کی ضرورت ہے؟

جواب: (1) اس کے لیے مومن کو اللہ تعالیٰ کے وعدوں پر یقین کی ضرورت ہے۔ (2) اس کے لیے مومن کو جنت کے یقین کی ضرورت ہے۔ (3) اللہ تعالیٰ کی آگ پر یقین کی ضرورت ہے۔ (4) اللہ تعالیٰ کی رحمت کی امید کی ضرورت ہے۔ (5) اس یقین کے ساتھ انسان جنت کے راستے پر گامزن ہو سکتا ہے۔

سوال 3: مومن کے اندر اس یقین کی وجہ سے کون سے رویے پیدا ہوتے ہیں؟

جواب: اس یقین کی وجہ سے مومن کے اندر جو رویے پیدا ہوتے ہیں ان کا تذکرہ اگلی آیت 134 میں کیا گیا:

(1) اللہ تعالیٰ کی راہ میں ہر حال میں مال خرچ کرنا خواہ بدحالی ہو یا خوش حالی۔ (2) اپنے غصے کو پی جانا۔

(3) دوسروں کے قصور معاف کر دینا۔ (4) اگر فحش کام سرزد ہو جائے یا کسی گناہ کا ارتکاب کر بیٹھیں یا اپنے اوپر ظلم کریں تو فوراً ہی اللہ تعالیٰ کو یاد کرنا۔ (5) اپنے گناہوں پر استغفار کرنا۔ (6) جان بوجھ کر گناہ پر اصرار نہ کرنا۔

﴿الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ فِي السَّرَّآءِ وَالضَّرَّآءِ وَالْكٰظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ ؕ

"وہ لوگ جو خوشی اور تکلیف میں خرچ کرتے ہیں اور غصے کو پینے والے اور لوگوں سے درگزر کرنے والے ہیں

وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ﴾

اور اللہ تعالیٰ نیکی کرنے والوں کو پسند کرتا ہے" (134)

سوال 1: اہل جنت کے اوصاف کی وضاحت ﴿الَّذِيْنَ ... الْمُحْسِنِيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) اس آیت میں اہل جنت کے تین اوصاف بیان کیے گئے ہیں: (i) خوشی اور تکلیف میں خرچ کرتے ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(ii) غصے کو پینے والے ہیں۔(iii) لوگوں سے درگزر کرتے ہیں۔

(2)﴿الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ فِي السَّرَّآءِ وَالضَّرَّآءِ﴾ ''وہ لوگ جو خوشی اور تکلیف میں خرچ کرتے ہیں'' یعنی تنگی اور خوش حالی میں، صحت و بیماری میں اور ہر حال میں اپنا مال اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرتے رہتے ہیں جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً فَلَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ﴾ ''جو لوگ اپنے مال رات اور دن، چھپے اور کھلے خرچ کرتے ہیں تو اُن کے لیے اُن کا اجر اُن کے رب کے پاس ہے'' (البقرہ:274) یعنی انہیں کوئی امر بھی اللہ تعالیٰ کی اطاعت، اس کی مرضی کے کاموں میں خرچ کرنے، اپنے قریبی رشتہ داروں اور اللہ تعالیٰ کی دیگر مخلوق کے ساتھ احسان کرنے اور نیکی کے دیگر کام بجالانے سے روکتا نہیں ہے۔(المصباح المنیر :1/696)

(3)(i) خوشی میں مال خرچ کرنے والے کے اندر مال کی وہ حرص نہیں ہوتی جو سود خور کے اندر ہوتی ہے۔(ii) خوشی میں مال خرچ کرنے والے کا مال کے بارے میں نقطۂ نظر درست ہو جاتا ہے۔ اسے کوئی کام اللہ تعالیٰ کی رضا کی جگہ مال خرچ کرنے سے نہیں روکتا۔ وہ ہر قسم کی نیکیوں پر اپنا مال خرچ کرتا رہتا ہے۔

(iii) خوشی میں مال خرچ کرنے والا تکبر میں مبتلا ہو کر غافل نہیں ہوتا۔ وہ ہر حال میں خوش ہو یا مغموم، صحت مند ہو یا بیمار، مال دار ہو یا نادار اللہ تعالیٰ کے راستے میں اپنی حیثیت کے مطابق خرچ کرتا ہے۔(iv) خوشی میں مال خرچ کرنے والے کو خوشی اس کا مقصد زندگی نہیں بھلاتی اور تکلیف میں مال خرچ کرنے والا مقصد زندگی کو ترجیح دیتا ہے۔

(4) خوشی اور تکلیف میں مال خرچ کرنے والوں کو ہر حال میں اپنی ذمہ داریوں کا شعور رہتا ہے۔ سخاوت ایک مزاج ہے جس کا تعلق مال داری سے نہیں۔ جسے سخاوت کا مزاج نصیب ہو جائے وہ ہر حال میں خرچ کرتا ہے۔

(5) انسان اپنے مزاج کے اعتبار سے بخیل ہے۔ اس کے اندر دولت کی طبعی محبت موجود ہوتی ہے۔ اسے صدقات کے طریقے پر عمل پیرا ہونے اور قائم رہنے کے لیے ہر وقت ایک مضبوط جذبے کی ضرورت ہوتی ہے۔ یہ مضبوط جذبہ اللہ تعالیٰ کی خاطر اپنا سب کچھ لگا دینے کا ہے۔ انسان اللہ تعالیٰ کے لیے اپنا سب کچھ تب ہی قربان کر سکتا ہے جب اسے اللہ تعالیٰ سے شدید محبت ہو اور اس کی ناراضگی کا شدید خوف ہو۔ محبت اور خوف ہی ایسی قوتیں ہیں جن سے انسان اپنے آپ کو مال کی محبت اور حرص سے آزاد کروا سکتا ہے۔ یہ دراصل تبدیلی ہے۔ مال کی محبت کی جگہ اللہ تعالیٰ کی محبت لے لیتی ہے۔ مال کی حرص کی جگہ اللہ تعالیٰ کی رضا کی حرص جگہ بناتی ہے۔ یہ کام خود سے خود نہیں ہوتا اس کے لیے شعوری کوشش کرنی پڑتی ہے مثلاً محبت اور خوف کے لیے اللہ تعالیٰ کی پہچان کی ضرورت ہے اور اس پہچان کے لیے غور و فکر کی۔ ایک غور و فکر کرنے والے کے لیے دنیا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کی ہر چیز ایمانی رزق بن جاتی ہے۔ جو انسان شعوری طور پر اللہ تعالیٰ کی قدرت کو محسوس کرتا ہے اس کا اللہ تعالیٰ سے تعلق بنتا ہے۔ جتنا یہ تعلق بنتا جاتا ہے پہلے سے موجود تعلقات میں اتنی ہی کمی آتی جاتی ہے اسی وجہ سے مال سے اس کا تعلق کمزور پڑ جاتا ہے۔

(6) ﴿وَالْكٰظِمِيْنَ الْغَيْظَ﴾ ''اور غصے کو پینے والے'' اہل جنت کی صفت ہے کہ جب انہیں غصہ آئے تو اسے پی جاتے ہیں اور اس کا اظہار نہیں کرتے۔

(7) غصہ ایک ردعمل ہے۔ اس صورت میں یہ ہوتا ہے کہ انسان کے خون میں گرمی پیدا ہو جاتی ہے اور انسان کے افعال اس کے قابو میں نہیں رہتے۔ چہرے پر اس کے آثار نظر آتے ہیں، آنکھیں چڑھنے لگتی ہیں، نتھنے پھولنے لگتے ہیں، سانس پھولنے لگتا ہے اور انسان کی زبان بلا روک ٹوک بولنے لگتی ہے۔ غصہ بڑھ جانے کی صورت میں انسان توڑ پھوڑ بھی کرنے لگتا ہے حتیٰ کہ ایسی حالت میں بعض اوقات لوگ دوسروں کو قتل تک کر ڈالتے ہیں۔ کئی شوہر اپنی بیویوں کو طلاق دے دیتے ہیں، کچھ لوگ بیوی بچوں کی پٹائی کر ڈالتے ہیں، غرض انسان غصے میں انسان نہیں رہتا، اہل جنت کی خصوصیت ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے ثواب کی امید رکھ کر غصے کو پی جاتے ہیں۔

(8) غصے کو پینے کی دو صورتیں ہیں: (i) پہلی صورت یہ ہے کہ انسان دوسرے سے انتقام لینے کی قدرت نہ رکھتا ہو۔ اس صورت میں ظاہری طور پر غصہ ٹھنڈا ہو جاتا ہے لیکن اندر حسد بن کر چھپ جاتا ہے اور دل کے اندر گہری دشمنی پیدا ہو جاتی ہے۔ غصے کو دل میں چھپانے سے دل پر پردہ پڑ جاتا ہے۔ دل کے اندر کینے کی آگ سلگنے لگتی ہے۔

(ii) دوسری صورت یہ ہے کہ انسان دوسروں سے انتقام لینے کی قدرت رکھتا ہو لیکن دل و جان سے معاف کر دے اور درگزر کر دے تو دل پر غصے کی وجہ سے جو پردہ پڑتا ہے وہ ہٹ جاتا ہے۔ انسان کا دل مطمئن ہو جاتا ہے، ضمیر پر سکون ہو جاتا ہے اور روح ہلکی پھلکی ہو جاتی ہے۔

(9) غصے کو کنٹرول کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ: (i) غصہ پینے پر اللہ تعالیٰ سے اجر کی امید باندھی جائے۔ ایسا کرنے سے باذن اللہ غصے کو کنٹرول کیا جا سکتا ہے۔ (ii) جب غصہ دلایا جا رہا ہو تو انسان اپنے شعور کے دروازے کھلے رکھے۔ شیطان سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگے اس لیے کہ غصہ شیطانی فعل ہے۔ (iii) جب غصہ آ جائے تو: (الف) پانی پی لے، یہ غصے کی آگ کو بجھاتا ہے۔ (ب) اپنی حالت بدل لے یعنی کھڑا ہو تو بیٹھ جائے اور بیٹھا ہو تو لیٹ جائے۔ سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''جب تم میں سے کسی کو غصہ آئے اور وہ کھڑا ہو تو بیٹھ جائے اس طرح غصہ چلا جائے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تو بہتر ہے ورنہ لیٹ جائے۔" (سنن ابوداؤد: 4781) (ج) جگہ بدل لے یعنی اس جگہ سے اٹھ جائے یا چلا جائے چاہے تھوڑی دیر کے لیے ہی ہو۔ (د) وضو کر لے، یہ طریقہ انتہائی مفید ہے۔ اس میں حالت بھی بدلتی ہے، جگہ بھی بدلتی ہے اور سوچ بھی بدلتی ہے۔ انسان اپنے منہ میں، ناک میں اور مختلف اعضاء پر پانی ڈالتا ہے جس کی وجہ سے سکون ملتا ہے اور اللہ تعالیٰ کا نام لیتا ہے تو کیفیت بدل جاتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "بلاشبہ غصہ شیطان سے ہے اور بے شک شیطان آگ سے پیدا کیا گیا ہے اور آگ کو پانی ہی بجھاتا ہے سو تم میں سے کسی شخص کو غصہ آئے تو وضو کرے۔" (سنن ابوداؤد: 4784)

(iv) غصہ آنے کے بعد جب کنٹرول ہو جائے تو اللہ تعالیٰ سے توبہ و استغفار کرے اور جس پر غصہ آیا ہو اس کو معاف کر دے۔

(10) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "پہلوان وہ نہیں جو کشتی لڑنے میں غالب آ جائے بلکہ اصلی پہلوان وہ ہے جو غصے کی حالت میں اپنے آپ پر قابو پا لے۔" (بخاری: 6114)

(11) کسی شخص نے رسول اللہ ﷺ سے کہا: مجھے کچھ وصیت کیجئے آپ ﷺ نے فرمایا: "غصہ نہ کر" وہ کہتے ہیں میں نے جو غور کیا تو معلوم ہوا کہ تمام برائیوں کا مرکز غصہ ہی ہے۔ (مسند احمد: 373/5)

(12) سیدنا سہل بن معاذ رضی اللہ عنہ نے اپنے والد سے روایت کی کہ نبی ﷺ نے فرمایا: "جو شخص اپنا غصہ اتارنے کی طاقت رکھتے ہوئے بھی ضبط کر لے، تو اللہ تعالیٰ اسے قیامت کے دن ساری مخلوق کے سامنے بلائے گا اور اسے اختیار دے گا کہ جنت کی حور عین میں سے جسے چاہے منتخب کر لے۔" (ابوداؤد: 4777)

(13) ﴿وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ﴾ "اور لوگوں سے درگزر کرنے والے ہیں" اہل جنت کی صفت ہے کہ جو ان سے برا سلوک کرے وہ اسے معاف کر دیتے ہیں۔

(14) غصے کو پینے کی افضل صورت یہ ہے کہ غصہ آئے تو معاف کر دیں، درگزر کریں اور دل میں کینہ نہ رکھیں۔

(15) غصے کو پینے والے لوگوں کی برائیوں اور زیادتیوں کو معاف کر دیتے ہیں۔ غصے میں آپے سے باہر ہونا تو درکنار غصے کو ظاہر بھی نہیں ہونے دیتے۔

(16) دوسروں کے قصور معاف کرنا تب آسان ہوتا ہے:

(i) جب مومن اللہ تعالیٰ سے اجر کی امید باندھتا ہے اور یہ سوچتا ہے کہ غلطی تو کسی سے بھی ہو سکتی ہے، یہ غلطی مجھ سے ہو جاتی تو مجھے دوسرے سے کیا توقع ہوتی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(ii) جب مومن یہ سوچتا ہے کہ میں دن رات خطائیں کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ سے بخشش کی امید رکھتا ہوں تو اس کے دل میں نرم گوشہ پیدا ہوتا ہے۔

(iii) جب مومن یہ سوچتا ہے کہ معاف کر دینے کا اجر بہت بڑا ہے۔

(iv) جب مومن یہ سوچتا ہے کہ معاف کرنے سے اللہ تعالیٰ کی محبت نصیب ہوتی ہے۔

(17) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''صدقہ مال میں کمی نہیں کرتا اور بندے کے معاف کر دینے سے اللہ تعالیٰ اس کی عزت بڑھا دیتا ہے اور جو شخص بھی اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے عاجزی اختیار کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کا درجہ بلند فرما دیتا ہے۔'' (مسلم:6592)

(18) سیدنا عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم مہربان ہو جاؤ تمہارے اوپر مہربانی کی جائے گی۔ تم معاف کرو تمہیں بخش دیا جائے گا۔'' (مسند احمد:6541)

(19) سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ ایک آدمی نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے پوچھا: اے اللہ کے رسول ﷺ! ہم خادم کو کس قدر معاف کریں؟ آپ ﷺ خاموش رہے۔ اس نے پھر سوال کیا تو آپ ﷺ خاموش رہے۔ پھر جب تیسری بار پوچھا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''اسے ہر روز ستر بار معاف کرو۔'' (ابوداؤد:5164)

(20) ﴿وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ نیکی کرنے والوں کو پسند کرتا ہے'' (i) محسن سے مراد احسان کرنے والا ہے جو معاملات کو خوبی کے ساتھ سرانجام دیتا ہے۔

(ii) محسن سے مراد مخلص ہے جو اللہ تعالیٰ کے لیے اپنے ہر عمل کو خالص کرتا ہے۔

(21) ''اور اللہ تعالیٰ نیکی کرنے والوں کو پسند کرتا ہے'' اس اعلان محبت کی وجہ سے

(i) مومن کے دل سے نیکی کا چشمہ پھوٹتا ہے۔

(ii) مومن کے دل میں نیکی کے لیے جوش و خروش پیدا ہو جاتا ہے اور اس کے لیے عفو و درگزر کرنا آسان ہو جاتا ہے۔

(iii) اس خوشی میں مومن کے دل میں اپنے بھائی کے لیے حسد اور کینہ نہیں رہتا۔

(iv) اس کی وجہ سے ایمان کا رشتہ مضبوط ہو جاتا ہے، آپس میں اتحاد پیدا ہوتا ہے۔

(22) اللہ تعالیٰ احسان کرنے والوں سے محبت رکھتا ہے۔ اس سے ایک جماعتی زندگی کا احساس بیدار ہوتا ہے جس میں عفو و درگزر عام ہوتا ہے۔

سوال 2: دو محبتیں (اللہ تعالیٰ کی محبت اور مال کی محبت) ایک دل میں جمع نہیں ہو سکتیں، اس کی وضاحت کریں؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جواب: ہر محبت انسان کی زندگی کا رخ متعین کرتی ہے۔ انسان کی ساری سرگرمیاں اسی کے گرد گھومتی ہیں اور رویوں میں واضح فرق آجاتا ہے۔

مال کی محبت میں گرفتار انسان	اللہ تعالیٰ سے محبت کرنے والا انسان
(1) رات دن اس فکر میں رہتا ہے کہ کسی طرح اس کا مال دوگنا چوگنا ہو جائے۔	(1) رات دن اپنے مال کو زیادہ سے زیادہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں لگاتا ہے۔
(2) دنیا میں کامیاب ہونے کے لیے مال بڑھاتا ہے۔	(2) آخرت میں کامیاب ہونے کے لیے اپنے دنیا کے مال کو گھٹاتا ہے۔
(3) اس کا اصل سرمایہ مال کی محبت ہے۔	(3) اس کا اصل سرمایہ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کی محبت ہے۔
(4) اسے دنیا کے نفع کا شوق ہے۔	(4) اسے آخرت کے نفع کا شوق ہے۔
(5) اسے دنیا کے نقصان کا ڈر لگا رہتا ہے۔	(5) اسے آخرت کے نقصان کا ڈر لگا رہتا ہے۔
(6) دنیا میں بے قید (آزاد) زندگی گزارتا ہے۔	(6) دنیا میں پابند زندگی گزارتا ہے۔
(7) اپنی ضروریات کی طرف پوری توجہ لگی رہتی ہے۔	(7) اللہ تعالیٰ کے دین کی ضرورت کو اپنی ضرورت بنالیتا ہے۔
(8) ہر کام دنیا کے لوگوں کی خوشی اور اپنی خوشی کے لیے کرتا ہے۔	(8) ہر کام اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لیے کرتا ہے۔
(9) دنیا کی نظروں میں پسندیدہ بننا چاہتا ہے۔	(9) اللہ تعالیٰ کی نظر میں زیادہ سے زیادہ پسندیدہ بننا چاہتا ہے۔
(10) غصہ آجائے تو پھٹ پڑتا ہے۔	(10) غصہ آجائے تو برداشت کرتا ہے۔
(11) کسی سے شکایت ہو تو بدلہ لیتا ہے۔	(11) کسی سے شکایت ہو تو معاف کر دیتا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(12)غلطی ہوجائے تو احساس ہی نہیں ہوتا، اللہ تعالیٰ کبھی یاد ہی نہیں آتا۔	(12)غلطی ہوتو چونک پڑتا ہے، اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوجاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کو پکارنے لگتا ہے۔
(13)اپنی غلطیوں اور گناہوں کو ہی تسلیم نہیں کرتا۔	(13)اللہ تعالیٰ سے توبہ واستغفار کرتا ہے کہ وہ معاف کردے، اپنی رحمت کا پردہ ڈال دے۔
(14)مال دنیا میں ہی رہ جاتا ہے اور جب اپنے رب کے پاس پہنچتا ہے تو وہاں کچھ نہیں پاتا۔ اس وقت اسے پتہ لگتا ہے ﴿مَآ اَغْنٰى عَنِّيْ مَالِيَهْ (۲۸) هَلَكَ عَنِّيْ سُلْطٰنِيَهْ (۲۹)﴾ ''میرا مال میرے کام نہ آیا۔ میری حکومت مجھ سے برباد ہوگئی'' (الحاقۃ:28،29)	(14)اللہ تعالیٰ ایسی جنتیں عطا کرتا ہے جن کی وسعت آسمانوں اور زمین جیسی ہے۔

﴿وَالَّذِيْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً اَوْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوْا

''وہ ایسے لوگ ہیں جب کوئی برائی کر بیٹھیں یا اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھیں تو وہ اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے ہیں پھر وہ اپنے گناہوں

لِذُنُوْبِهِمْ ۠ وَمَنْ يَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰهُ ۣ وَلَمْ يُصِرُّوْا عَلٰي مَا فَعَلُوْا

کے لیے بخشش مانگتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے سوا گناہوں کو کون معاف کرسکتا ہے؟ اور اس پر جو انہوں

وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ﴾

نے کیا جان بوجھ کر اصرار نہیں کرتے'' (135)

سوال 1: اہل جنت کے اوصاف کی وضاحت ﴿وَالَّذِيْنَ...يَعْلَمُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1)اس آیت میں اہل جنت کے یہ اوصاف بیان کیے گئے ہیں: (i) گناہ ہوجانے پر اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے ہیں اور فوراً توبہ کرتے ہیں۔ (ii) گناہوں پر اصرار نہیں کرتے۔

(2)﴿وَالَّذِيْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً﴾ ''وہ ایسے لوگ ہیں جب کوئی برائی کر بیٹھیں'' ہر برے اور بے شرمی کے کام کو فحش کہتے ہیں۔ فحش گوئی، فحش بینی، فحش سننا، میل ملاقات میں اللہ تعالیٰ کی حدود کا خیال نہ رکھنا، لباس میں حیا کے تقاضوں کا خیال نہ رکھنا، ارادتاً فحش گو بننا مثلاً مسخرہ پن وغیرہ۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(3)﴿اَوْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ﴾ ''یا اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھیں'' واجب کو چھوڑ کر یا حرام کام کر کے اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھیں۔(ایسر التفاسیر:206)

(4)﴿ذَكَرُوا اللّٰهَ﴾ ''وہ اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے ہیں'' اس کے وعدوں اور وعیدوں، اس کے امر و نہی اور اس کی عظمت وجلال کو یاد کرتے ہیں۔(تفسیر منیر:407/2)

(5)﴿فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ﴾ ''پھر وہ اپنے گناہوں کے لیے بخشش مانگتے ہیں'' اکثر محدثین نے کہا ہے کہ اس سے مراد محض زبان سے استغفار نہیں ہے استغفار تو خالص توبہ ہے۔اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی معافی وہ مانگ سکتا ہے جس سے اگر کوئی گناہ ہو جائے تو اللہ تعالیٰ سے ڈر جائے اور فوراً اپنے گناہوں کی معافی مانگ لے۔

(6)اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی معافی وہ مانگ سکتا ہے:(i)جس کے اندر تکبر نہ ہو۔(ii)جو اپنی غلطی کا اعتراف کرتا ہو۔(iii)جس کو یہ یقین ہو کہ اللہ تعالیٰ معاف کر سکتا ہے۔

(7)﴿وَمَنْ يَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰهُ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ کے سوا گناہوں کو کون معاف کر سکتا ہے'' سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ صدیق فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:''جو شخص کوئی گناہ کرے، پھر وضو کر کے دو رکعت نماز ادا کرے اور اپنے گناہ کی معافی چاہے تو اللہ عزوجل اس کے گناہ معاف فرما دیتا ہے۔''(ابوداؤد:1521)

(8)سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:''ایک بندے نے بہت گناہ کئے اور کہا: اے میرے رب! میں تیرا ہی گنہگار بندہ ہوں تو مجھے بخش دے۔اللہ رب العزت نے فرمایا: میرا بندہ جانتا ہے کہ اس کا کوئی رب ضرور ہے جو گناہ معاف کرتا ہے اور گناہ کی وجہ سے سزا بھی دیتا ہے میں نے اپنے بندے کو بخش دیا۔پھر بندہ رکا رہا جتنا اللہ نے چاہا اور پھر اس نے گناہ کیا اور عرض کیا: اے میرے رب! میں نے دوبارہ گناہ کر لیا، اسے بھی بخش دے۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میرا بندہ جانتا ہے کہ اس کا رب ضرور ہے جو گناہ معاف کرتا ہے اور اس کے بدلے میں سزا بھی دیتا ہے، میں نے اپنے بندے کو بخش دیا۔پھر جب تک اللہ نے چاہا بندہ گناہ سے رکا رہا اور پھر اس نے گناہ کیا اور اللہ کے حضور میں عرض کیا: اے میرے رب! میں نے گناہ پھر کر لیا ہے تو مجھے بخش دے۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میرا بندہ جانتا ہے کہ اس کا ایک رب ضرور ہے جو گناہ معاف کرتا ہے اور اس کی وجہ سے سزا بھی دیتا ہے میں نے اپنے بندے کو بخش دیا۔تین مرتبہ، پس اب جو چاہے عمل کرے۔''(بخاری:7507)

(9)سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے سنت کے مطابق وضو کیا پھر فرمایا کہ میں نے نبی ﷺ سے سنا ہے آپ ﷺ نے فرمایا:''جو شخص مجھ جیسا وضو کرے پھر دو رکعت نماز ادا کرے جس میں اپنے دل سے باتیں نہ کرے تو اللہ تعالیٰ اس کے تمام

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

گناہ معاف فرما دیتا ہے۔(بخاری:159)(10)سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:''جو کوئی تم میں سے وضو کرے اچھی طرح پورا وضو، پھر کہے:﴿أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُ اللهِ وَرَسُولُهُ﴾یعنی میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور محمد (ﷺ) اس کے بندے ہیں اور بھیجے ہوئے ہیں، اس کے لیے جنت کے آٹھوں دروازے کھول دیئے جائیں گے جس میں سے چاہے جائے۔''(مسلم:234)

(11)ایک شخص نے نبی ﷺ سے کہا: مجھ سے گناہ ہو گیا۔آپ ﷺ نے فرمایا:''توبہ کر لے۔'' اس نے کہا: میں نے توبہ کی، پھر گناہ ہو گیا۔فرمایا:''پھر توبہ کر لے۔'' اس نے کہا: مجھ سے پھر گناہ ہو گیا۔آپ ﷺ نے فرمایا:''پھر استغفار کر۔'' اس نے کہا: مجھ سے اور گناہ ہوا۔فرمایا:''استغفار کیے جا یہاں تک کہ شیطان تھک جائے۔''(بزار فی کشف الاستار:3249)

(12)سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:''سنو! اگر تم گناہ نہ کرو تو اللہ تعالیٰ تمہیں یہاں سے ہٹا دے اور دوسری قوم کو لے آئے جو گناہ کرے پھر بخشش مانگے اور اللہ تعالیٰ انہیں بخشے۔''(مسند احمد:305/2)

(13)امام عبدالرزاق نے سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث کو بیان کیا ہے کہ مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ یہی وہ مبارک آیت ہے کہ جب یہ نازل ہوئی تو ابلیس رونے لگا۔(عبدالرزاق:133/1)

(14)﴿وَلَمْ يُصِرُّوا عَلٰى مَا فَعَلُوا وَهُمْ يَعْلَمُونَ﴾''اور اس پر جو انہوں نے کیا جان بوجھ کر اصرار نہیں کرتے'' اصرار کے معنی ہیں گناہ پر توبہ نہ کرنا بلکہ اڑ جانا، بے نیازی سے گناہ کرتے جانا اور ان پر پشیمانی کا اظہار کر کے توبہ نہ کرنا، دل کی سچائی سے توبہ کرنے کے بعد گناہ ہو جائے تو اسے اصرار نہیں کہتے۔

(15)رسول اللہ ﷺ نے منبر پر بیان فرمایا:''لوگو! تم اوروں پر رحم کرو اللہ تعالیٰ تم پر رحم کرے گا۔لوگو! تم دوسروں کی خطائیں معاف کرو اللہ تعالیٰ تمہارے گناہوں کو بخشے گا۔ان لوگوں کے لیے تباہی و بربادی ہے جو بات کو سنتے تو ہیں لیکن اسے یاد نہیں رکھتے (یعنی توجہ سے نہیں سنتے) اور ان اصرار کرنے والوں کے لیے بھی ہلاکت ہے جو جانتے بوجھتے ہوئے بھی اپنے گناہوں پر اصرار کرتے ہیں۔''(مسند احمد:165/2)

(16)قتادہ رحمہ اللہ نے کہا: اصرار سے بچو، ماضی میں اصرار کرنے والے ہلاک ہو گئے۔انہیں اللہ تعالیٰ کا خوف اس حرام سے نہیں روکتا تھا جو اللہ تعالیٰ نے ان پر حرام کیا تھا اور وہ گناہ پر توبہ نہیں کرتے تھے حتیٰ کہ انہیں موت آ جاتی تھی۔(جامع البیان:101/4)

سوال 2: اللہ تعالیٰ ایک خطا کار انسان کے ساتھ کیسا رویہ اختیار کرتا ہے؟

جواب:(1)اللہ تعالیٰ انسان کی شخصی کمزوریوں سے واقف ہے کہ اس سے غلطیاں ہو سکتی ہیں۔وہ اس کی کمزوریوں کا لحاظ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کرتا ہے تاکہ اس کے اندر مایوسی پیدا نہ ہو اور امید کا دیا روشن رہے۔

(2) اللہ تعالیٰ انسان کے میلانات سے واقف ہے۔ اگر اس کے اندر حیوانی میلانات ہیں تو دوسری طرف اس کے اندر رب کی طرف جھکنے کا رجحان بھی ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ گندگی میں مبتلا ہونے پر اس کو اوپر اٹھاتا ہے، اس کے پھسلنے پر اسے تھپکی دیتا ہے، گرنے پر اسے اٹھاتا ہے اور اس شرط پر کہ اس کے دل میں اللہ تعالیٰ کی یاد ہو، وہ اللہ تعالیٰ سے غافل نہ ہو اور جان بوجھ کر اپنی غلطی پر نہ اڑے تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے توبہ کا دروازہ کھول دیتا ہے اور توبہ کرنے والوں کے لیے مغفرت اور جنت کا دروازہ کھول دیتا ہے جن کے نیچے سے نہریں جاری ہیں۔

سوال 3: توبہ کا دروازہ کھول کر اللہ تعالیٰ نے خطا کاری کا دروازہ کیسے بند کیا ہے؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے توبہ کا دروازہ کھول کر شرمندہ ہونے والے انسان کی حوصلہ افزائی کی ہے، گناہ کی حوصلہ افزائی نہیں کی۔ (2) اللہ تعالیٰ توبہ کے لیے آمادہ کرتا ہے لیکن گناہوں کے سلسلے میں لاپرواہی کی اجازت نہیں دیتا۔

(3) اللہ تعالیٰ مسلسل خطا کاری کو شعار بنانے کی اجازت نہیں دیتا۔

(4) یہ دین اللہ تعالیٰ کی مخلوق کے لیے توبہ کا دروازہ کھولتا ہے۔ کمزور مخلوق وقتی طور پر برائیوں اور گمراہیوں کے گڑھے میں کیوں نہ جا گرے، خطاؤں میں، گناہوں میں لتھڑے ہوئے انسان کو یہ دین بے آسرا نہیں چھوڑتا، اپنے انجام کے بارے میں مایوس بھی نہیں چھوڑتا۔ اسے ہر وقت مغفرت کی امید دلائی جاتی ہے، اس کی راہ نمائی کی جاتی ہے، اس کو سہارا دیا جاتا ہے۔ اس کو گناہ گارانہ زندگی چھوڑنے کے لیے امید دلائی جاتی ہے اور اس طرح اسے راستہ مل جاتا ہے۔ وہ اپنے گناہوں سے باہر آنے کے لیے استغفار اور امید کا دامن تھام لیتا ہے اور یوں گناہوں کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں۔

﴿اُولٰٓئِكَ جَزَآؤُهُمْ مَّغْفِرَةٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَجَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ

"یہی لوگ ہیں جن کا بدلہ ان کے رب کی طرف سے مغفرت اور جنتیں ہیں جن کے نیچے سے نہریں جاری ہیں، ان میں وہ ہمیشہ

فِيْهَا ۭ وَنِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِيْنَ﴾

رہنے والے ہیں، اور کیسا اچھا بدلہ ہے عمل کرنے والوں کا!" (136)

سوال 1: اعلیٰ اوصاف کے مالک لوگوں کو کیا بشارت دی گئی ہے، اس کی وضاحت ﴿اُولٰٓئِكَ ... الْعٰمِلِيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جواب:(1) گزشتہ آیات میں بیان کیے گئے اعلیٰ اوصاف کے مالک لوگوں کو بشارت دیتے ہوئے رب العزت نے فرمایا:﴿أُولَٰئِكَ جَزَاؤُهُم مَّغْفِرَةٌ مِّن رَّبِّهِمْ وَجَنَّاتٌ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ﴾ ''یہی لوگ ہیں جن کا بدلہ ان کے رب کی طرف سے مغفرت اور جنتیں ہیں جن کے نیچے سے نہریں جاری ہیں'' اعلیٰ اوصاف والوں کے لیے مغفرت اور جنتیں ہیں جن کے نیچے سے نہریں جاری ہوں گی جہاں اللہ تعالیٰ کی رضا ہوگی، جہاں کوئی دکھ، کوئی غم، کوئی حسرت اور کوئی پریشانی نہیں ہوگی۔

(2)﴿خَالِدِينَ فِيهَا﴾ ''ان میں وہ ہمیشہ رہنے والے ہیں'' یعنی کبھی دیس نکالا نہیں دیا جائے گا۔ جہاں کی نعمتوں کو کبھی زوال نہیں آئے گا، جہاں کسی کی خوشیوں کو غم نہیں ڈسیں گے، جہاں کسی کی زندگی کو موت نہیں آئے گی، جہاں کسی کی جوانی کو کبھی بڑھاپا نہیں آئے گا، جہاں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔

(3)﴿وَنِعْمَ أَجْرُ الْعَامِلِينَ﴾ ''اور کیسا اچھا بدلہ ہے عمل کرنے والوں کا!'' مقاتل بن حیان کا قول ہے: اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنے والوں کا بدلہ جنت ہے۔(فتح القدیر:486/1)

(4)انہوں نے اللہ تعالیٰ کی خاطر تھوڑا عمل کیا مگر ان کو بہت زیادہ اجر عطا ہوا۔ مشقت برداشت کرنے کے بعد ہی راحت کی امید ہوتی ہے اور جزا کے وقت ہی عمل کرنے والوں کو اپنے عمل کا پورا اور وافر بدلہ عطا ہوتا ہے۔(تفسیر سعدی:424/1)

سوال 2: غزوۂ احد کے واقعات کے درمیان مسلمانوں کی نفسیاتی خصوصیات پر بات کی گئی۔ ان نفسیاتی خصوصیات کی کیا اہمیت ہے؟ اور اس مقام پر ان کا تذکرہ کرنے میں کیا حکمت ہے؟

جواب: ان صفات کا غزوۂ احد یعنی اسلام اور کفر کی جنگ سے گہرا تعلق ہے۔ ان کے درمیان خاص مناسبت ہے۔ جیسے سود خوری کی وجہ سے میدان جنگ میں مسلمانوں نے شکست کھائی تھی یعنی مال غنیمت کی حرص کی وجہ سے تیر اندازوں نے درّہ چھوڑ دیا تھا اور فتح شکست میں بدل گئی تھی، اسی طرح دشمن پر فتح حاصل کرنے کے لیے اپنی ذات پر فتح حاصل کرنا ضروری ہے۔

اپنی ذات پر فتح پانے کے لیے جن چیزوں کی ضرورت ہے وہ یہ ہیں:

نتیجہ	کوشش
(1) کنجوسی پر فتح یاب ہونا	(1) ہر حال میں مال خرچ کرنا (خوش حالی اور تنگ دستی میں)
(2) غصے پر فتح پالینا	(2) غصے پر قابو پا کر لوگوں کو معاف کر دینا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(3)نفس پر فتح پانا	(3)بے حیائی یا گناہ کا کام کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کا یاد آ جانا۔
(4)گناہ کرنے کی بجائے کنٹرول کر لینا	(4)Alarming System کا Activate ہونا جس کی وجہ سے گناہوں کا بروقت احساس ہوتا ہے۔اس شدید احساس سے انسان گناہ سے بچ جاتا ہے۔
(5)خواہش پر فتح پانا	(5)خواہشات خطاؤں کی طرف لے جانے لگیں تو پلٹ آنا۔
(6)اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنا	(6) خطاؤں اور گناہوں پر اصرار کی بجائے شرمندہ ہونا، اللہ تعالیٰ سے معافی چاہنا،گناہوں کی طرف لپکنے کی بجائے اللہ تعالیٰ کی طرف پلٹنا۔
(7)تکبر پر فتح پانا	(7)اپنی ذات کی بے بسی کی طرف توجہ کرنا اور عاجزی کی روش اختیار کرنا۔
(8)اللہ تعالیٰ سے مغفرت کا طلب گار ہونا	(8)دنیا طلبی کی بجائے اللہ تعالیٰ کی رضا کا طلب گار ہونا۔
(9)نفس کی رضا پر فتح پالینا	(9)خواہشات نفس پر کنٹرول پا کر،اللہ تعالیٰ کی رضا پانے کی کوشش کرنا،اس کی قدرتوں کو شعوری طور پر محسوس کر کے اور اپنے آپ کو ہر وقت اس کی گرفت میں سمجھتے ہوئے۔
(10)اللہ تعالیٰ کی رضا کا طلب گار ہونا	(10)اللہ تعالیٰ کی رضا کی طلب کو ہی اپنے لیے سب سے زیادہ ضروری خیال کرنا۔

یہ جنگ مومن کے اندر جاری رہتی ہے۔وہ اپنے اوپر فتح یاب ہو تو اللہ تعالیٰ کے دشمنوں پر بھی فتح حاصل کر لیتا ہے۔

سوال3:اسلام دشمنی کے بنیادی اسباب کیا تھے جن کی بناء پر غزوۂ احد میں قریبی رشتہ دار ایک دوسرے کے خلاف صف آراء ہوئے؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جواب: اسلام اور کفر کے درمیان بنیادی فرق عقائد اور رویوں کا تھا جو ان کے ماننے والوں کے درمیان تھا۔ اس فرق کا ہم موازنہ کر سکتے ہیں:

(کفر) کافر	(اسلام) مسلمان
1۔ خواہش پرست۔	1۔ خدا پرست۔ اپنی خواہشات کو کنٹرول کرنے والے۔
2۔ اپنی ذات اور اپنی زندگی کے نظام میں اللہ تعالیٰ کے احکامات، اس کی شریعت اور اس کے پسندیدہ نظام زندگی کے پیروکار نہیں تھے۔	2۔ اپنی ذات اور اپنی زندگی کے نظام میں اللہ تعالیٰ کے احکامات، اس کی شریعت اور اس کے پسندیدہ نظام زندگی کے پیروکار تھے۔
3۔ اللہ تعالیٰ کے نافرمان۔	3۔ اللہ تعالیٰ کے اطاعت گزار۔
4۔ اللہ کے رسول ﷺ کے دشمن۔	4۔ اللہ کے رسول ﷺ کی اطاعت کرنے والے۔
5۔ خطا کار، گناہ گار۔	5۔ گناہ کرنے کے مقابلے میں ضبط کرنے والے۔
6۔ بے حیا۔	6۔ بے حیائی کے کاموں سے رکنے والے۔
7۔ غصے کے بعد انتقام میں اندھے ہو جانے والے۔	7۔ غصے پر قابو پا کر لوگوں کو معاف کر دینے والے۔
8۔ اپنی خواہشات کی طرف رجوع کرنے والے۔	8۔ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے والے۔
9۔ اپنی اور اپنے جیسے انسانوں کی رضا کو نصب العین بنانے والے۔	9۔ اللہ تعالیٰ کی رضامندی کو نصب العین بنانے والے۔
10۔ بخل کی نمائندگی کرنے والے۔	10۔ کنجوسی پر فتح یاب ہونے والے۔

مسلمانوں اور کافروں میں دشمنی کی یہی بنیادی وجوہات ہیں اور یہی وجوہات تھیں جن کی بناء پر معرکہ آرائی ہوئی تھی۔ رہتی دنیا تک اسلام اور کفر کے درمیان انہی بنیادوں پر جنگ جاری رہے گی۔

﴿قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ سُنَنٌ ۙ فَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ

''تم سے پہلے بھی بہت سے طریقے گزر چکے ہیں، سو تم زمین میں چل کر دیکھو کہ جھٹلانے والوں کا

عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ﴾

کیسا انجام ہوا'' (137)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سوال 1: مسلمانوں کو کیسے تسلی دی گئی ہے، اس کی وضاحت ﴿قَدْ ... الْمُكَذِّبِيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ سُنَنٌ﴾ ''تم سے پہلے بھی بہت سے طریقے گزر چکے ہیں'' میدان احد میں ستر مسلمان شہید ہوئے اور کثرت سے زخمی ہوئے۔ اللہ تعالیٰ انہیں تسلی دے رہا ہے کہ یہ کوئی نئی بات نہیں۔ یہ سلسلہ تو پہلے ہی سے چلا آ رہا ہے۔ تم سے پہلے جنہوں نے انبیاء کی اتباع کی اور ان کے دین میں شامل ہوئے سب کے ساتھ یہی معاملہ پیش آیا لیکن آخر میں کامیابی مومنوں ہی کو ہوئی۔ (مختصر ابن کثیر: 260/1)

(2) ﴿سُنَنٌ﴾ سنت کی جمع ہے۔ وہ سیرت اور طریقہ ہے جس پر فرد اور جماعت ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی سنن سے مراد اپنی مخلوق کے بارے میں اس کے طریقے اور اس کا قانون ہے جو ماضی میں مخلوق کے بارے میں جاری رہا۔ (ایسر التفاسیر: 208)

(3) مجاہد کا قول ہے: ﴿قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ سُنَنٌ﴾ ''تم سے پہلے بھی بہت سے طریقے گزر چکے ہیں'' سے مراد کافروں اور مومنوں اور خیر و شر کے طریقے ہیں۔ (جامع البیان: 104/4)

(4) اس کائنات میں اللہ تعالیٰ کی سنت یہ ہے کہ: (i) دنیا میں لوگوں کے حالات بدلتے رہتے ہیں۔

(ii) اس دنیا میں لوگوں کو آزمائش میں مبتلا کیا جاتا ہے تاکہ ان کی روح خالص ہو جائے۔

(iii) ان کے صبر کو آزمایا جاتا ہے، اس مقصد کے لیے ان پر مصیبتوں اور آزمائشوں کے پہاڑ توڑے جاتے ہیں۔

(iv) جو صبر سے کام لیتے ہیں انہیں فتح نصیب ہوتی ہے۔

(v) اور جو لوگ حق کو جھٹلاتے ہیں اور کفر کا رویہ اختیار کرتے ہیں انہیں صفحۂ ہستی سے مٹا دیا جاتا ہے۔

(5) مسلمانوں نے غزوۂ احد میں رسول اللہ ﷺ کے حکم کی خلاف ورزی کی تھی۔ آپ ﷺ نے تیر اندازوں کو غزوۂ احد میں عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ کی قیادت میں ایک پہاڑی پر مقرر فرمایا تھا اس مقصد کے لئے کہ جو گھڑ سوار ادھر سے آئیں انہیں پیچھے دھکیل دیں اور فتح ہو یا شکست اپنی جگہ سے نہ ہٹیں۔ پھر جب مسلمانوں کو فتح نصیب ہوئی تو اس دستے کے افراد میں اختلاف ہو گیا۔ ان میں سے ایک گروہ کا یہ خیال تھا کہ اب جنگ ختم ہو گئی ہے لہٰذا یہاں رہنا ضروری نہیں۔ وہ درّے سے ہٹ گئے اور رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کرنے والے دس افراد باقی رہ گئے۔ اس موقع سے کافروں نے فائدہ اٹھایا اور مسلمانوں پر پیچھے سے حملہ کر دیا۔ اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ جو کچھ ہوا ہے نئی بات نہیں، اس سے پہلے بھی لوگ رسولوں کو جھٹلاتے رہے ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(6)﴿فَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ﴾ ''سوتم زمین میں چل کر دیکھو کہ جھٹلانے والوں کا کیسا انجام ہوا'' اللہ تعالیٰ کا یہ حکم اس مقصد کے لیے ہے کہ ہلاک ہونے والوں کے حالات سے عبرت حاصل کریں۔

(7)اللہ تعالیٰ نے جھٹلانے والوں کا انجام اس لئے سامنے رکھا ہے تا کہ لوگ رسول ﷺ کی نافرمانی کرنے سے بچ جائیں۔

سوال2: گزشتہ اقوام کا انجام دیکھنے کا ہمیں کیا فائدہ ہوسکتا ہے؟

جواب: (1)زمین پر انسانی زندگی ایک کھلی کتاب ہے۔اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ اس زمین پر واقعات کے فیصلے کس بنیاد پر ہوتے ہیں۔

(2)انسان کو یہ پتہ چلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا نظام کس قدر پختہ ہے جس کے تحت یہ واقعات ظہور پذیر ہوتے ہیں۔

(3)یہ پتہ چلتا ہے کہ ان واقعات کی روانی میں آئندہ کے لیے کیا لائن ہے۔

(4)اب اللہ تعالیٰ کی ہدایات آجانے کے بعد مسلمانوں کی جانب سے ایسے واقعات ہونے چاہئیں کہ انہیں کامیابی حاصل ہو اور مسلمانوں کی طرف سے پہلا کام اللہ تعالیٰ اور رسول ﷺ کی اطاعت ہے۔

(5)یہ پتہ چلتا ہے کہ پیغمبروں کو جھٹلانے والوں کا جو انجام کل ہوا تھا وہی انجام آج بھی طے ہے تا کہ امت کے افراد اپنے انجام کے بارے میں مطمئن اور یک سو ہو جائیں اور جھٹلانے والوں کے ساتھ پھسل نہ جائیں۔

(6)کوئی قوم ایسی نہیں جہاں اللہ تعالیٰ کا پیغمبر مبعوث نہ ہوا ہو۔﴿وَاِنْ مِّنْ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِيْهَا نَذِيْرٌ﴾ ''اور کوئی امت نہیں مگر اس میں ایک خبردار کرنے والا گزرا ہے۔'' (فاطر:24)

(7)جب تک کوئی قوم اپنے پیغمبر کی تعلیمات پر عمل پیرا رہتی ہے تو یہ اس کے عروج کا زمانہ ہوتا ہے اور جب یہی قوم عیش وعشرت اور فحاشی و بے حیائی اور معصیت کے کاموں میں مبتلا ہو جاتی ہے جس کا نام ان کی زبان میں تہذیب ہوتا ہے تو اس پر بتدریج زوال آنا شروع ہو جاتا ہے۔ (تیسیر القرآن:1/310)

﴿هٰذَا بَيَانٌ لِّلنَّاسِ وَهُدًى وَّمَوْعِظَةٌ لِّلْمُتَّقِيْنَ﴾

''لوگوں کے لیے یہ بیان ہے اور اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والوں کے لیے ہدایت اور نصیحت ہے'' (138)

سوال: قرآن مجید کے اوصاف کی وضاحت ﴿هٰذَا بَيَانٌ ... لِّلْمُتَّقِيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1)﴿هٰذَا بَيَانٌ لِّلنَّاسِ﴾ ''لوگوں کے لیے یہ بیان ہے'' قرآن مجید تمام باتیں صاف صاف بیان کرتا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(2)اس سے مراد یہ ہے کہ تاریخی واقعات جو قرآن حکیم میں بیان ہو رہے ہیں، عام لوگ جن کے پاس کوئی علمی ذخیرہ نہیں ہے ان کے لیے تو علمی بیان ہے۔ یہ قرآن انسانیت کے لیے ایک دوررس انقلاب ہے اور جب تک یہ قرآن بیان نہ کیا جائے یہ انقلاب نہیں آ سکتا۔

(3)﴿هٰذَا بَيَانٌ لِّلنَّاسِ﴾ ''لوگوں کے لیے یہ بیان ہے'' اس میں وہ لوگ بھی داخل ہیں جو جنگ کرنے کے لیے آئے تھے اور عام مکذبین بھی۔ (انوار البیان:1/553)

(4) یہ واضح دلیل ہے جو لوگوں کے سامنے حق کو باطل سے واضح کرتی ہے۔ (تفسیر سعدی:1/425)

(5)﴿وَهُدًى وَّمَوْعِظَةٌ لِّلْمُتَّقِيْنَ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والوں کے لیے ہدایت اور نصیحت ہے'' متقیوں کے لئے قرآن مجید ہدایت اور نصیحت ہے اس لیے کہ صرف اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والوں کے دل ہدایت کے لیے کھلے ہوتے ہیں، وہی ہدایت قبول کرنے کے لیے آمادہ ہوتے ہیں اور وہی نصیحت قبول کرتے ہیں۔

(6) سچائی اور حق کو قبول کرنے کے لیے ہدایت اس صورت میں مل سکتی ہے جب دل ایمان اور یقین سے بھر جائے۔

(7) قرآن حکیم متقیوں کے لیے ہدایت اور نصیحت ہے۔ اس میں پچھلے لوگوں کے حالات سے ہدایت دی گئی اور ان جیسے طرز عمل سے بچنے کی نصیحت کی گئی ہے۔

﴿وَلَا تَهِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ﴾

''اور نہ تم ہمت ہارو اور نہ غم کرو اور تم ہی غالب رہو گے اگر تم مومن ہو'' (139)

سوال 1: مومنوں کو فتح کی جو بشارت دی گئی ہے، اس کی وضاحت ﴿وَلَا ... مُّؤْمِنِيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو فتح کی بشارت دیتے ہوئے فرمایا: ﴿وَلَا تَهِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ﴾ ''اور نہ تم ہمت ہارو اور نہ غم کرو اور تم ہی غالب رہو گے اگر تم مومن ہو'' جو کچھ ہوا اس کے سبب گھبراؤ نہیں اور نہ سستی کرو، اگر تم مومن ہو تو بالآخر فتح تمہاری ہی ہوگی۔

(2)﴿وَلَا تَهِنُوْا﴾ ''اور تم کمزور نہ پڑو'' الوھن: رائے، عمل اور امور کے انجام دینے میں کمزور پڑنا۔ (تفسیر منیر:2/421)

(3)﴿وَلَا تَهِنُوْا﴾ ورنہ جہاد سے ہی بیٹھ جاؤ گے۔ (ایسر التفاسیر:209) یعنی کفار سے جنگ کرنے میں کمزور نہ پڑو۔

(4)﴿وَلَا تَحْزَنُوْا﴾ ''اور نہ غم کرو'' جو تمہارے مردوں میں سے چلے گئے۔ (ایسر التفاسیر:209)

(5)﴿وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ﴾ ''اور تم ہی غالب رہو گے'' قتادہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے: یعنی اصحاب محمد ﷺ۔ انہیں اپنے دشمن

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سے جنگ کی ترغیب دلائی ہے اور انہیں عاجز اور کمزور پڑنے سے روکا ہے۔(جامع البیان:4/106)

(6)﴿اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ﴾ ''اگر تم مومن ہو'' اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ کے لیے ایک کلیہ بیان فرما دیا کہ اگر تم فی الواقع مومن ہو اور سست اور غم زدہ ہونے کی بجائے اللہ تعالیٰ پر توکل اور صبر کرو گے تو اللہ تعالیٰ یقیناً تمہیں غلبہ عطا کرے گا اور اگر تم مغلوب و مقہور ہو تو وہ وجوہ تلاش کرو جن کی وجہ سے یہ صورت حال پیدا ہوئی ہے۔(تیسیر القرآن:1/310)

(7) اللہ تعالیٰ نے غلبے اور قوت کا اصل راز ایمان کو قرار دیا ہے کہ اگر ایمانی قوت موجود ہے تو غلبہ تمہارا ہے۔

(8) یہاں ان دو کیفیات کا اس لئے ذکر کیا گیا کیونکہ شکست کے بعد اس کا غم لاحق ہو جاتا ہے اور غم سست کر دیتا ہے۔ یہ میدان جنگ میں شکست کے بعد دلوں کی شکست ہے۔ شکست خوردگی جو انسان کے نفس کو لاحق ہو جاتی ہے انسان کو اٹھنے نہیں دیتی، بے عمل کر دیتی ہے جب کہ ایمان عمل کا مطالبہ کرتا ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان کیفیات سے باہر نکالا ہے کہ اگر تم ایمان والے ہو تو تم ہی غالب رہو گے لہٰذا نہ سست پڑو نہ غم کھاؤ۔

سوال 2: رسول اللہ ﷺ نے ﴿اَلْوَهَنُ﴾ کے بارے میں کیا وضاحت فرمائی ہے؟

جواب: سیدنا ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''آدمی اپنے گناہوں کی وجہ سے رزق سے محروم ہو جاتا ہے۔'' اسی مسند احمد میں مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''ڈر ہے کہ دنیا کی قومیں تم پر ہر طرف سے ٹوٹ پڑیں گی جس طرح کہ بھوکے کھانے کے پیالے پر ٹوٹ پڑتے ہیں۔'' صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! کیا اس وقت ہماری تعداد کم ہو گی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اس وقت تمہاری کثرت ہو گی لیکن تمہاری حالت اس وقت سیلاب کے خس و خاشاک جیسی ہو گی۔ تمہارے دشمنوں کے دلوں سے تمہارا رعب اٹھ جائے گا اور تمہارے دلوں میں بزدلی پیدا ہو جائے گی'' صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! بزدلی کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ﴿حُبُّ الْحَيَاةِ وَكَرَاهِيَةُ الْمَوْتِ﴾ ''زندگی سے محبت اور موت کا ڈر۔'' (مسند احمد:5/278، سنن ابی داؤد:4297)

سوال 3: غزوۂ احد میں شکست کے بعد دل شکستگی اور مایوسی سے بچانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے کیا ہدایات دیں؟

جواب: ''اور نہ تم ہمت ہارو اور نہ غم کرو اور تم ہی غالب رہو گے اگر تم مومن ہو'' غزوۂ احد میں شکست کے بعد دل شکستگی اور مایوسی سے بچانے کے لئے فرمایا گیا، جو مصائب پیش آ رہے ہیں اور جو مفادات تم سے چھوٹ گئے ہیں ان پر غم نہ کرو، ان پر ہمت نہ ہارو، تم غالب ہو اس لیے کہ تم اللہ تعالیٰ کی مخلوقات میں سے کسی مخلوق کے سامنے نہیں جھکتے۔ تمہارا نظام حیات افضل ہے اس لیے کہ وہ اللہ تعالیٰ نے بنایا ہے۔ تمہارا کردار اعلیٰ ہے اس لیے کہ تم پوری انسانیت کے لیے راہ نما ہو۔ اس

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

زمین پر تمہارا مقام بلند ہے اس لیے کہ تم نے اللہ تعالیٰ سے عہد باندھ رکھا ہے اور دوسرے لوگوں کا کوئی عہد نہیں۔ اگر تم سچے مومن بنو تو تم دنیا میں سربلند رہو گے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا طریقۂ کار ہے کہ کبھی تم پر مصیبت آئے گی اور کبھی تم کامیاب رہو گے تاکہ کھوٹے اور کھرے کے درمیان فرق ہو جانے کے بعد تمہارا انجام اچھا ہو۔

﴿اِنْ يَّمْسَسْكُمْ قَرْحٌ فَقَدْ مَسَّ الْقَوْمَ قَرْحٌ مِّثْلُهٗ ؕ وَتِلْكَ الْاَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ

''اگر تمہیں چوٹ لگی ہے تو انہیں بھی یقیناً اس جیسی چوٹ لگ چکی ہے اور یہ دن ہیں جنہیں ہم لوگوں کے درمیان گھماتے

النَّاسِ ۚ وَلِيَعْلَمَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَيَتَّخِذَ مِنْكُمْ شُهَدَآءَ ؕ

رہتے ہیں اور تاکہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو جان لے جو ایمان لائے اور تم میں سے بعض کو شہید بنا لے،

وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ﴾

اور اللہ تعالیٰ ظالموں سے محبت نہیں کرتا'' (140)

سوال 1: اس آیت کا شان نزول کیا ہے؟

جواب: ابن ابی حاتم نے عکرمہ سے روایت نقل کی ہے فرماتے ہیں کہ جب عورتوں پر احد کے دن (غلط بات مشہور ہونے کے بعد) صورت حال کی تحقیق میں دیر ہوئی تو وہ معلومات کرنے کے لیے نکلیں دیکھا کہ دو آدمی اونٹ پر آ رہے ہیں تو ایک عورت نے ان سے پوچھا کہ رسول اکرم ﷺ کے بارے میں کیا اطلاع ہے؟ ان سواروں نے کہا کہ آپ ﷺ زندہ ہیں تو وہ عورت بولی: اگر رسول اکرم ﷺ سلامت ہیں تو اب کسی بات کی فکر نہیں۔ اللہ تعالیٰ جس قدر چاہے اپنے بندوں کو شہید کر دے تو اسی عورت کے الفاظ کے مطابق قرآن کریم کی یہ آیت ﴿وَيَتَّخِذَ مِنْكُمْ شُهَدَآءَ﴾ نازل ہو گئی۔

(ابن ابی حاتم: 774/3)

سوال 2: غزوہ احد میں مسلمانوں کو جو شکست ہوئی، اس کی حکمت ﴿اِنْ يَّمْسَسْكُمْ ... الظّٰلِمِيْنَ﴾ کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب: (1) اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو اس شکست پر تسلی دی ہے جس کا انہوں نے غزوہ احد میں سامنا کیا اور ان حکمتوں کو بیان فرمایا ہے جو اس شکست میں پوشیدہ تھیں۔

(2) ﴿اِنْ يَّمْسَسْكُمْ قَرْحٌ﴾ ''اگر تمہیں چوٹ لگی ہے'' یہ وہ چوٹ ہے جو اہل اسلام کو احد کے میدان میں لگی تھی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(3)﴿فَقَدْ مَسَّ الْقَوْمَ قَرْحٌ مِّثْلُهٗ﴾ ''تو انہیں بھی یقیناً اس جیسی چوٹ لگ چکی ہے'' اللہ تعالیٰ نے زخم خوردہ لوگوں کے دلوں پر دلیل کا مرہم رکھا ہے کہ اگر تم زخمی ہوئے ہو تو تمہارے مخالف بھی زخمی ہو چکے ہیں۔ کافر قوم کو لگنے والی چوٹ سے مراد غزوۂ بدر ہے جس میں مسلمان صحیح سلامت رہے جب کہ 70 کافر قتل ہوئے اور 70 ہی قید ہوئے۔

(4)﴿وَتِلْكَ الْاَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ﴾ ''اور یہ دن ہیں جنہیں ہم لوگوں کے درمیان گھماتے رہتے ہیں'' اللہ تعالیٰ دنوں کو لوگوں کے درمیان اپنی حکمت کے تقاضے کی وجہ سے باری باری بدلتا ہے۔ انسان جب سختی اور کشادگی کی مختلف کیفیات سے گزرتا ہے تو اس کے اندر کی چھپی ہوئی صلاحیتیں بیدار ہوتی ہیں۔ اس سے لوگوں کے مزاج کا پتہ چل جاتا ہے کہ:

(i) کون خالص ہو چکا ہے اور کس کے اندر میل کچیل موجود ہے؟ (ii) کون جلد باز ہے اور کون ثابت قدم؟

(iii) کون اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرتا ہے اور کون مایوس ہو جاتا ہے؟

(iv) کون ہے جو اللہ تعالیٰ کی رضا پر راضی ہو جاتا ہے اور کون ہے جو سرکشی اور خودسری کا رویہ اختیار کرتا ہے؟

(v) سختی اور کشادگی کی مختلف کیفیات سے گزرنے کی وجہ سے انسانوں کے اندر کی کمزوریاں دور ہو جاتی ہیں۔

(vi) زندگی کے نشیب و فراز ایسی کسوٹی ہیں جن کا نتیجہ غلط نہیں ہوتا۔

(5) احد کی شکست اگرچہ مسلمانوں کی اپنی کوتاہی کی وجہ سے ہوئی لیکن اس میں مسلمانوں کے مستقبل کے لئے بڑی حکمتیں پوشیدہ تھیں جن کی طرف اللہ تعالیٰ نے توجہ دلائی ہے۔

(6) اس شکست کی پہلی حکمت یہ تھی کہ:﴿وَلِيَعْلَمَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا﴾ ''تاکہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو جان لے جو ایمان لائے'' ایمان والوں کو صبر و استقامت سے جانچا جاتا ہے کیونکہ صبر اور استقامت ایمان کا تقاضا ہے۔

(7) اس شکست کی دوسری حکمت یہ تھی کہ:﴿وَيَتَّخِذَ مِنْكُمْ شُهَدَآءَ﴾ ''اور تم میں سے بعض کو شہید بنالے'' یعنی بعض لوگوں کو اللہ تعالیٰ شہادت کے درجے پر فائز کر دے۔

(8) سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حنظلہ بن ابی عامر رضی اللہ عنہ لڑتے ہوئے ابوسفیان کے پاس جا پہنچے۔ وہ اسے قتل کرنے ہی والے تھے کہ شداد بن اسود نے حنظلہ پر تلوار کا وار کر کے انہیں شہید کر دیا۔ ان کی شہادت کے بعد رسول اللہ ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے فرمایا: ''تمہارے ساتھی حنظلہ کو فرشتے غسل دے رہے ہیں، اس کی بیوی سے (اس کی وجہ) پوچھو۔'' بیوی سے پوچھا گیا تو اس نے بتایا کہ جب حنظلہ نے معرکہ آرائی کا سنا تو اس پر غسل واجب تھا لیکن وہ اللہ تعالیٰ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے راستہ میں اسی حالت میں نکل کھڑے ہوئے۔ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اسی وجہ سے فرشتوں نے حنظلہ کو غسل دیا۔'' (مستدرک حاکم:4917) (صحیح:3426)

(9) سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میرے والد جب (غزوۂ احد) میں شہید ہوئے تو میں بار بار ان کے چہرے سے کپڑا ہٹاتا تھا اور روتا تھا تو لوگ مجھے منع کرتے تھے مگر نبی ﷺ مجھے منع نہ فرماتے تھے۔ پھر میری پھوپھی فاطمہ رضی اللہ عنہا بھی رونے لگیں تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم روؤ یا نہ روؤ، فرشتے برابر ان پر اپنے پروں سے سایہ کیے رہے، یہاں تک کہ تم نے انہیں (میدان جنگ سے) اٹھایا۔'' (صحیح بخاری:1244)

(10) ﴿وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ ظالموں سے محبت نہیں کرتا'' اللہ تعالیٰ ظالموں سے محبت نہیں رکھتا۔ اس سے مراد یہ ہے کہ جو لوگ ایمان نہیں لاتے اللہ تعالیٰ کو ان سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ میدان جنگ میں اگر ان کی طرف سے تمہیں زخم پہنچے تو یہ تو اس وجہ سے کہ تمہارے ایمان کی آزمائش ہو جائے اور تم میں سے کچھ لوگ شہادت کے درجے پر فائز ہو جائیں ورنہ اللہ تعالیٰ ظالم لوگوں سے محبت نہیں رکھتا۔

(11) ابن اسحاق رحمہ اللہ نے کہا: اس سے مراد منافق ہیں جو اپنی زبانوں سے اطاعت کا اظہار کرتے ہیں اور دل ان کے نافرمانی پر اصرار کرتے ہیں۔ (جامع البیان:111/4)

﴿وَلِيُمَحِّصَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَيَمْحَقَ الْكٰفِرِيْنَ﴾

''اور تا کہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو خالص کر لے جو ایمان لائے اور کافروں کو مٹا دے'' (141)

سوال: غزوہ احد کی شکست کی مزید حکمتوں کی وضاحت ﴿وَلِيُمَحِّصَ اللّٰهُ... الْكٰفِرِيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلِيُمَحِّصَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا﴾ ''اور تا کہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو خالص کر لے جو ایمان لائے'' تمحیص سے مراد اختیار کرنا، چن لینا، تطہیر اور خالص کرنا ہے۔ غزوہ احد کی شکست کی ایک حکمت یہ بھی تھی کہ اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو خالص کر لے یعنی اگر ان کے گناہ ہوں تو انہیں مٹا دے ورنہ انہیں پہنچنے والی تکلیف کی وجہ سے ان کے درجات بلند فرما دے۔ (2) تطہیر اور خالص کرنے سے مراد گناہوں سے پاک اور صاف کرنا ہے۔ (فتح القدیر)

(3) اللہ تعالیٰ اہل ایمان کو منافقین سے پاک کرتا ہے اور وہ منافقین سے الگ ہو جاتے ہیں اور وہ منافق اور مومن کو پہچان لیتے ہیں۔ (تفسیر سعدی:427/1)

(4) ﴿وَيَمْحَقَ الْكٰفِرِيْنَ﴾ ''اور کافروں کو مٹا دے'' غزوہ احد کی شکست کی ایک حکمت یہ بھی تھی کہ اللہ تعالیٰ کافروں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

8

کو مٹا دے۔

(5) کافروں کو مٹانے کے لئے اللہ تعالیٰ کا طریقہ کار عجیب ہے۔اللہ تعالیٰ وقتی فتح سے انہیں تکبر اور سرکشی میں مبتلا کر دیتا ہے۔یہی چیز ان کی ہلاکت اور بربادی کا سبب بن جاتی ہے۔

(6)﴿وَيَمْحَقَ الْكٰفِرِيْنَ﴾''اور (کافروں) کو مٹا دے''اللہ تعالیٰ کفر اور کافروں کے آثار مٹا دیتا ہے۔(ایسر التفاسیر:208)

﴿اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ جَاهَدُوْا

''یا تم نے گمان کر لیا کہ تم جنت میں داخل ہو جاؤ گے،حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ابھی تک ان کو نہیں جانا جنہوں نے تم میں سے جہاد کیا

مِنْكُمْ وَيَعْلَمَ الصّٰبِرِيْنَ﴾

اور تا کہ وہ جان لے صبر کرنے والوں کو''(142)

سوال:انسان کو جنت کیسے نصیب ہو سکتی ہے،اس کی وضاحت﴿اَمْ حَسِبْتُمْ...وَيَعْلَمَ الصّٰبِرِيْنَ﴾کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ﴾''یا تم نے گمان کر لیا کہ تم جنت میں داخل ہو جاؤ گے''جنت میں داخلہ ایسی چیز نہیں جو محض خیال اور خواہش کی بنیاد پر ہو جائے،اس کے لیے کوشش شرط ہے۔جنت میں داخلے کی کم از کم شرائط جہاد اور صبر ہیں۔اللہ تعالیٰ جہاد اور صبر کے مواقع دے کر ایک انسان کی خواہش کی حقیقت کو دیکھتے ہیں۔جنت انسان کو صبر اور جہاد کے بدلے میں نصیب ہو سکتی ہے۔

(2)یعنی یہ نہ سمجھ لینا اور نہ تمہارے دل میں یہ خیال آئے کہ تم کسی مشقت اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں،اس کی رضا کے لیے کوئی تکلیف اٹھائے بغیر جنت میں داخل ہو جاؤ گے۔اس لیے کہ جنت بلند ترین منزل مقصود اور سب سے افضل مقام ہے جس کے حصول کے لیے مسابقت کی جاتی ہے۔مطلوب و مقصود جتنا زیادہ بڑا ہوگا وہاں تک پہنچانے والا وسیلہ اور عمل بھی اتنا ہی بڑا ہوگا۔پس ایک راحت کو چھوڑ کر ہی دوسری راحت تک پہنچا جا سکتا ہے اور نعمت کو ترک کر کے ہی دوسری نعمت حاصل کی جا سکتی ہے۔(تفسیر سعدی:428/1)

(3)﴿وَلَمَّا يَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ جَاهَدُوْا مِنْكُمْ وَيَعْلَمَ الصّٰبِرِيْنَ﴾''حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ابھی تک ان کو نہیں جانا جنہوں نے تم میں سے جہاد کیا اور تا کہ وہ جان لے صبر کرنے والوں کو''اس آیت سے یہ پتہ چلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی راہ

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

میں آزمائش لازم ہے اور اس آزمائش میں اللہ رب العزت کو یہ دیکھنا مطلوب ہے کہ صبر کرنے والے کون ہیں جیسا کہ فرمایا: ﴿اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَاْتِكُمْ مَّثَلُ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ ؕ مَسَّتْهُمُ الْبَاْسَآءُ وَالضَّرَّآءُ وَزُلْزِلُوْا حَتّٰى يَقُوْلَ الرَّسُوْلُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ مَتٰى نَصْرُ اللّٰهِ ؕ اَلَآ اِنَّ نَصْرَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ﴾ ''یا تم نے گمان کر رکھا ہے کہ تم جنت میں داخل ہو جاؤ گے حالانکہ ابھی تم پر ان لوگوں جیسے حالات نہیں آئے جو تم سے پہلے گزر چکے۔ ان کو تنگ دستی اور تکلیف پہنچی اور وہ بری طرح ہلائے گئے یہاں تک کہ رسول بھی اور وہ لوگ جو اس کے ساتھ ایمان لائے تھے کہہ اٹھے، اللہ تعالیٰ کی مدد کب ہوگی؟ سن لو! یقیناً اللہ تعالیٰ کی مدد قریب ہی ہے۔'' (البقرہ:214)

(4) اللہ تعالیٰ کی راہ میں صرف جہاد کر لینا کافی نہیں بلکہ مشکلات پر صبر ضروری ہے۔ ﴿اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ يُّتْرَكُوْٓا اَنْ يَّقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُوْنَ﴾ ''کیا لوگوں نے یہ گمان کیا ہے کہ وہ اس پر چھوڑ دیئے جائیں گے کہ وہ کہہ دیں کہ ہم ایمان لائے ہیں اور انہیں آزمایا نہیں جائے گا؟'' (العنکبوت:2)

(5) یہ صبر میدان جنگ میں بھی ہوتا ہے اور روزمرہ زندگی میں بھی۔ مکی دور میں مسلمانوں پر قریش مکہ کی طرف سے بے پناہ مظالم اور مصائب ڈھائے جا رہے تھے۔ سیدنا خباب بن ارت رضی اللہ عنہ ان مصائب سے کچھ گھبرا سے گئے اور چاہا کہ جا کر رسول ﷺ سے دریافت فرمائیں کہ جس وقت کی آپ بشارت سناتے ہیں وہ کب آئے گا؟ چنانچہ وہ خود راوی ہیں: ''میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا، اس وقت آپ کعبہ کے سائے میں ایک چادر پر تکیہ لگائے بیٹھے تھے۔ اس زمانے میں ہم مشرک لوگوں سے سخت تکلیفیں اٹھا رہے تھے۔ میں نے آپ ﷺ سے عرض کیا: آپ اللہ تعالیٰ سے ان مشرکوں کے لئے بد دعا کیوں نہیں کرتے؟ یہ سنتے ہی آپ ﷺ (تکیہ چھوڑ کر) سیدھے بیٹھ گئے اور آپ ﷺ کا چہرہ (غصے سے) سرخ ہو گیا اور فرمایا: ''تم سے پہلے ایسے لوگ گزر چکے ہیں جن کے گوشت اور پٹھوں میں ہڈیوں تک لوہے کی کنگھیاں چلائی جاتی تھیں مگر وہ اپنے سچے دین سے نہیں پھرتے تھے اور آرا ان کے سر کے درمیان رکھ کر چلا دیا جاتا تھا اور ان کے دو ٹکڑے کر دیئے جاتے تھے مگر وہ اپنے سچے دین سے نہیں پھرتے تھے اور اللہ تعالیٰ ایک دن اس کام کو ضرور پورا کرے گا۔'' (بخاری: 3852) اور ایک اور روایت میں یہ الفاظ بھی ہیں: مگر تم لوگ تو جلدی مچاتے ہو۔ (بخاری: 6943) (تیسیر القرآن:1/310)

(6) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم دشمن سے مڈبھیڑ کی تمنا نہ کرو اور اللہ تعالیٰ سے عافیت طلب کرو۔ جب دشمن سے لڑنا پڑ جائے پھر ثابت قدم رہو اور یہ بات جان لو کہ جنت تلواروں کے سائے تلے ہے۔'' (بخاری:2818)

(7) روزمرہ زندگی میں ایمان پر جمے رہنا اور ایمان کے تقاضے پورے کرتے رہنا صبر ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(8)(i) آرام طلبی کی تمنا کے مقابلے میں کام کرنا صبر ہے۔ (ii) وسوسوں اور نفس کی اکساہٹوں کے مقابلے میں ایمان پر جمے رہنا صبر ہے۔

(9) اللہ تعالیٰ یہ دیکھنا چاہتے ہیں کہ کون روزمرہ زندگی میں ایمان کے تقاضے پورے کرتا ہے، کون اپنی آرام طلبی کو ترک کرتا ہے اور کون وسوسوں اور نفس کی اکساہٹوں کے مقابلے میں ایمان پر جما رہتا ہے۔

﴿وَلَقَدْ كُنْتُمْ تَمَنَّوْنَ الْمَوْتَ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَلْقَوْهُ ۖ فَقَدْ رَاَيْتُمُوْهُ

''اور بلاشبہ یقیناً تم موت کی تمنا کیا کرتے تھے اس سے پہلے کہ تم ملو اس سے، تو یقیناً تم نے اسے اس حال میں دیکھ لیا

ع 14 14 5

وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ﴾

کہ تم (آنکھوں سے) دیکھ رہے تھے'' (143)

سوال: کون لوگ شہادت کی تمنا اور آرزو کر رہے تھے، اس کی وضاحت ﴿وَلَقَدْ ... تَنْظُرُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلَقَدْ كُنْتُمْ تَمَنَّوْنَ الْمَوْتَ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَلْقَوْهُ﴾ ''اور بلاشبہ یقیناً تم موت کی تمنا کیا کرتے تھے اس سے پہلے کہ تم ملو اس سے'' صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے وہ لوگ جو غزوۂ بدر میں شریک نہیں ہو سکے تھے وہ شہادت کی تمنا اور آرزو رکھتے تھے، اسی لئے انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو مدینہ سے باہر نکل کر جہاد کرنے کا مشورہ دیا تھا۔ ابن ابی حاتم نے عوفی کے واسطہ سے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کچھ لوگ کہتے تھے: کاش! ہم کفار کو پھر اس طرح قتل کریں جیسا کہ بدر کے دن قتل کیا تھا اور کاش! بدر جیسا دن پھر پیش آئے اور اس میں ہم کفار کو تہہ و تیغ کریں اور بہت زیادہ ثواب کمائیں یا شہادت اور جنت حاصل کریں یا زندگی اور مال غنیمت حاصل کریں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے احد کے دن کا مشاہدہ کرا دیا اور اس میں ان لوگوں کے سوا جن کو اللہ تعالیٰ نے ثابت قدم رکھا، کوئی نہ جم سکا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی کہ تم تو مرنے (یعنی شہید ہونے) کی تمنا کر رہے تھے۔ (تفسیر ابن عباس: 220/1)

(2) ﴿فَقَدْ رَاَيْتُمُوْهُ وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ﴾ ''تو یقیناً تم نے اسے اس حال میں دیکھ لیا کہ تم (آنکھوں سے) دیکھ رہے تھے'' غزوۂ احد میں مسلمانوں کو شکست ہوئی اور 70 افراد شہید ہوئے۔ مسلمان ذہنی صدموں کا شکار تھے۔ تب یہ کہا گیا کہ تمہاری ہی چاہت تھی کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں شہید ہو۔ اب اللہ تعالیٰ نے وہ موقع دے دیا اور تم نے آنکھوں سے دیکھ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لیا۔تمہاری چاہت پوری ہوگئی اب پریشانی کس بات کی ہے؟

(3) موت کو سامنے دیکھنے کی بات تاکید اور مبالغے کے لئے کی گئی ہے۔مراد یہ ہے کہ تم نے مجاہدوں کی صف آرائی میں، تلواروں کی یلغار اور تیروں کی بوچھاڑ میں موت کا مشاہدہ کرلیا ہے۔(فتح القدیر)

﴿وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ۭ اَفَا۟ىِٕنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ

''اور نہیں ہیں محمد مگر ایک رسول، یقیناً اس سے پہلے بھی کئی رسول گزر چکے ہیں، تو کیا اگر وہ وفات پا جائے یا قتل کر دیا جائے

انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ ۭ وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰي عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْـــًٔا ۭ

تم اپنی ایڑیوں کے بل پلٹ جاؤ گے؟ اور جو شخص اپنی ایڑیوں پر پلٹے گا تو وہ اللہ تعالیٰ کو ہرگز کچھ بھی نقصان نہیں پہنچائے گا

وَسَيَجْزِي اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ﴾

اور عنقریب اللہ تعالیٰ شکر کرنے والوں کو جزا دے گا'' (144)

سوال: میدان احد میں شہادت رسول ﷺ کی افواہ پھیلائی گئی تو مسلمانوں میں بزدلی پیدا ہوگئی، اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی، ﴿وَمَا مُحَمَّدٌ ... الشّٰكِرِيْنَ﴾ اس کی روشنی میں مسلمانوں کی کیفیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) غزوۂ احد میں جب تیر اندازوں کے دستے نے درّہ چھوڑ دیا تو مشرکین ان پر پیچھے سے حملہ آور ہوئے اور مسلمانوں کو شکست ہوئی۔ رسول اللہ ﷺ کے دانت مبارک شہید ہوئے آپ ﷺ کے چہرے پر زخم آئے اور خون بہنے لگا۔ مسلمان منتشر ہوگئے۔ کسی کو کسی کا پتہ نہ رہا۔ان حالات میں کسی نے بآواز بلند یہ کہا: ''لوگو! محمد ﷺ قتل ہوگئے!'' اس پکار کا مسلمانوں پر بہت برا اثر پڑا۔ بہت سے لوگ مدینہ لوٹ گئے اور میدان جنگ کو چھوڑ گئے۔ چند افراد تھے جو رسول اللہ ﷺ کے پاس رہ گئے۔ان حالات میں نبی ﷺ ان چند افراد کے ساتھ جم گئے اور نبی ﷺ مسلمانوں کو بلانے لگے: ﴿اِلَيَّ عِبَادَ اللّٰهِ﴾ ''میری طرف آؤ اے اللہ کے بندو!'' لوگ پھر جمع ہوگئے اور اللہ تعالیٰ نے ان پر سکینت نازل فرمائی۔اس واقعے کو موضوع بنا کر اللہ تعالیٰ نے موت اور زندگی کے بارے میں اہم وضاحتیں کی ہیں۔

(2) ﴿وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ﴾ ''اور نہیں ہیں محمد مگر ایک رسول'' محمد ﷺ کے رسول ہونے سے مراد ان کی امتیازی خصوصیت یعنی رسالت ہے۔اس سے یہ مراد نہیں کہ وہ بشری خصوصیات نہیں رکھتے اور نعوذ باللہ خدا کی صفات رکھتے ہیں کہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

انہیں موت نہیں آئی وغیرہ۔

(3) وہ رسولوں میں سے کوئی انوکھے رسول نہیں ہیں بلکہ وہ ان رسولوں کی جنس سے ہیں جو ان سے پہلے گزر چکے ہیں اور ان کی ذمہ داری اپنے رب کا پیغام پہنچانا اور اس کے احکام کا نفاذ تھا۔ وہ ہمیشہ زندہ رہنے والے نہ تھے اور نہ ان کی بقاء اللہ تعالیٰ کے احکام کی اطاعت کے لیے کوئی شرط تھی۔ (تفسیر سعدی:429/1)

(4) ﴿قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ﴾ ''یقیناً اس سے پہلے بھی کئی رسول گزر چکے ہیں'' ان سے پہلے بھی رسول گزر چکے ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے پیغام پہنچا اور وہ وفات پا گئے۔ (ایسر التفاسیر:210,209)

(5) پہلے رسول آئے اور گزر گئے، ہمیشہ نہیں رہے۔

(6) ﴿اَفَاۡئِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰۤى اَعْقَابِكُمْ﴾ ''تو کیا اگر وہ وفات پا جائے یا قتل کر دیا جائے تم اپنی ایڑیوں کے بل پلٹ جاؤ گے؟'' احد کے میدان میں ایک شخص نے آواز دی کہ محمد ﷺ قتل ہو گئے ہیں۔ یہ سنتے ہی بعض مسلمانوں کے ذہن میں یہ خیال آیا کہ اب مشرکین کے ساتھ جنگ کا کیا فائدہ۔ یہ ذہنی تبدیلی تھی۔ جس طرح احد کے معرکے میں مسلمان جسمانی طور پر شکست کھا رہے تھے ایسے ہی وہ ذہنی طور پر بھی پسپا ہو رہے تھے۔ لوگوں نے ہتھیار چھوڑ دیئے اور کچھ میدان جنگ سے بھاگ نکلے۔ ہر طرف مایوسی نے ڈیرے ڈال دیئے تو اللہ تعالیٰ نے توجہ دلائی کہ کیا اگر وہ یعنی محمد ﷺ مر جائیں یا قتل کر دیئے جائیں تو تم لوگ الٹے پھر جاؤ گے؟

(7) ﴿انْقَلَبْتُمْ عَلٰۤى اَعْقَابِكُمْ﴾ ''تم اپنی ایڑیوں کے بل پلٹ جاؤ گے'' اسلام سے کفر کی طرف پلٹ جاؤ گے۔ (ایسر التفاسیر:210,209)

(8) دعوت دینے والے پیغمبر سے محبت اگرچہ ایمان کے لیے ضروری ہے لیکن پیغمبر کے جانے کے بعد بھی ایمان کی ضرورت اپنی جگہ برقرار رہتی ہے۔ پیغمبر کے جانے سے ایمان نہیں چھوڑا جا سکتا۔ تاریخ بتاتی ہے کہ پہلے رسول بھی آئے اور چلے گئے لیکن دین زندہ رہا۔ (9) اہل ایمان کے لیے جائز نہیں کہ وہ اپنی ایڑیوں کے بل الٹے پھر جائیں۔

(10) ﴿وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْـًٔا﴾ ''اور جو شخص اپنی ایڑیوں پر پلٹے گا تو وہ اللہ تعالیٰ کو ہرگز کچھ بھی نقصان نہیں پہنچائے گا'' جو شخص اپنی ایڑیوں کے بل پھرے گا اس سے اللہ تعالیٰ کو کوئی نقصان نہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کو کسی کے ایمان کی ضرورت نہیں۔

(11) ﴿وَسَيَجْزِى اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ﴾ ''اور عنقریب اللہ تعالیٰ شکر کرنے والوں کو جزا دے گا'' اللہ تعالیٰ شکر گزاروں کو جزا دیتے ہیں، ان کی مدد کرتے ہیں، دنیا میں غلبہ عطا فرماتے ہیں، آخرت میں اللہ تعالیٰ کی رضا اور ثواب ان لوگوں کے لیے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہے جو الٹے پاؤں نہیں پھرتے بلکہ اطاعت پر قائم رہتے ہیں اور انہوں نے اپنے دین کے لیے جنگ کی اور اپنے رسول کی، ان کی زندگی میں اور وفات کے بعد بھی اتباع کی۔ ان کا نام شاکرین رکھا کیونکہ انہوں نے نعمت اسلام پر شکر ادا کیا جو کہ سب سے بڑی نعمت ہے۔ جو شخص اپنے دین پر یقین رکھتا ہے اور اپنے رب کی طرف سے بصیرت رکھتا ہے وہ رسول کی وفات پر دین سے نہیں پھرتا کیونکہ وہ اپنے رب کے لیے جہاد کرتا ہے رسول کے لیے نہیں جیسے پہلے انبیاء کے ساتھی تھے۔

(12) شکر اللہ تعالیٰ کی نعمت کو پہچان کر ادا ہو سکتا ہے۔ شکر ادا کرنے کے لئے ضروری ہے کہ مومن کا دل اللہ تعالیٰ کے احسانات کے شعور سے بھرپور ہو اور زبان سے ان کا اعتراف کرے۔ شکر گزاری تب پیدا ہو سکتی ہے جب مومن اللہ تعالیٰ کے دین اسلام کو نعمت سمجھے۔

(13) رسول اللہ ﷺ کی وفات کے موقع پر جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ہمت ہار دی تو سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے یہی آیت تلاوت فرمائی تھی۔ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ اللہ کی قسم! معلوم یہ ہوتا تھا کہ لوگ جانتے ہی نہ تھے کہ یہ آیت نازل ہوئی ہے جو سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے تلاوت فرمائی۔ لوگوں نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے اس آیت کو حاصل کیا اور جس جس نے بھی اس آیت کو سنا تو بے ساختہ اس آیت کی تلاوت شروع کر دی۔ سیدنا سعید بن مسیب سے روایت ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اللہ کی قسم! میں نے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ سے جب اس آیت کی تلاوت سنی تو کھڑے کا کھڑا رہ گیا، میرے پاؤں مجھے اٹھا نہیں رہے تھے یہاں تک کہ میں گر گیا۔ (صحیح بخاری:4454)

(14) امام ابن قیم رحمہ اللہ نے زاد المعاد میں لکھا ہے کہ اس آیت کریمہ کا جو مضمون ہے اور اس میں جس سزا کا ذکر ہے اس کی حقیقت رسول اللہ ﷺ کی وفات کے وقت کھل کر سامنے آئی کہ بہت سے منافقین اور ضعیف الایمان لوگ ایمان سے مرتد ہو گئے اور جو مخلص لوگ اسلام پر ثابت قدم رہے اللہ تعالیٰ نے انہیں عزت دی اور فتح و نصرت سے نوازا۔ (تیسیر الرحمٰن:1/211)

﴿وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ اَنْ تَمُوْتَ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ كِتٰبًا مُّؤَجَّلًا ؕ وَمَنْ يُّرِدْ ثَوَابَ

''اور کسی جان کے لیے کبھی ممکن نہیں ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے بغیر مر جائے، مقررہ وقت لکھا ہوا ہے، اور جو کوئی دنیا کا بدلہ ہی

الدُّنْيَا نُؤْتِهٖ مِنْهَا ۚ وَمَنْ يُّرِدْ ثَوَابَ الْاٰخِرَةِ نُؤْتِهٖ مِنْهَا ؕ

چاہتا ہے ہم اسے دنیا میں ہی دیں گے، اور جو آخرت کا بدلہ چاہے گا اسے ہم آخرت میں دیں گے

وَسَنَجْزِي الشّٰكِرِيْنَ﴾

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور بہت جلد ہم شکر کرنے والوں کو جزا دیں گے" (145)

سوال 1: موت کا وقت مقرر ہے، اس کی وضاحت ﴿وَمَا كَانَ ... وَسَنَجْزِي الشّٰكِرِيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ اَنْ تَمُوْتَ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ﴾ "اور کسی جان کے لیے کبھی ممکن نہیں ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے بغیر مر جائے" انسان کے دل میں موت کا خوف بسا ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس خوف کو دور کرنے کے لیے واضح کیا ہے کہ: (i) ہر شخص کے لیے موت کا ایک وقت مقرر ہے۔ (ii) کوئی شخص اس مقررہ وقت تک زندگی گزارنے سے پہلے مر نہیں سکتا۔ (2) انسان موت کے ڈر سے ایک پل بھی زندگی کو آگے نہیں بڑھا سکتا۔

(3) ثابت قدمی، بہادری اور وفاداری سے عمر کم نہیں ہوتی، نہ بزدلی سے عمر میں اضافہ ہو سکتا ہے۔

(4) ﴿كِتٰبًا مُّؤَجَّلًا﴾ "مقرر کیا ہوا وقت لکھا ہوا ہے" یہ بات بزدل اور کمزور لوگوں کے حوصلے بڑھانے کے لئے کی جا رہی ہے کہ موت اپنے وقت پر آئے گی لہٰذا بزدلی دکھانے کا فائدہ نہیں۔

(5) مومن پر اس حقیقت کا گہرا اثر ہوتا ہے کہ موت کا وقت تو لکھا ہوا ہے: (i) مومن کے نفس میں تقدیر کی حقیقت بیٹھ جاتی ہے اور وہ موت سے ڈرنا چھوڑ دیتا ہے۔ اسے موت کا خوف نہیں رہ جاتا۔ (ii) مومن کی سوچ، فرض کی ادائیگی اور ایمانی تقاضوں کو پورا کرنے میں مصروف ہو جاتی ہے۔ (iii) مومن خوف، کم ہمتی، بے حوصلگی، اور جزع فزع پر قابو پا لیتا ہے۔ (iv) دنیا کی حرص کی بجائے نیکیوں کی حرص مومن کے دل میں جگہ بنا لیتی ہے۔ (v) مومن حق کے راستے کی ساری مشکلات برداشت کر لیتا ہے۔ (vi) مومن سارے فرائض پورے کرنے لگ جاتا ہے۔ (vii) مومن صبر اور توکل علی اللہ کے ذریعے آگے بڑھتا ہے کیونکہ اب وہ ایک بدلا ہوا انسان ہے۔ اس کی سوچ نئی ہے۔ اس نے گھٹی ہوئی سوچ سے نجات پا لی ہے۔ اب اسے پتہ لگ گیا ہے کہ موت کا وقت اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے اور لکھا ہوا ہے۔ (viii) اب یہ نئی سوچ اسے نئے جہان میں لے آئی ہے جہاں اسے آنے والے وقت کی فکر ہے۔ اس کے لیے کچھ کر گزرنے کا جذبہ ہے۔ اب زندگی، جذبے، صلاحیتیں اور سبھی کچھ اس آنے والے وقت کے لیے لگ رہا ہے۔

(6) ﴿وَمَنْ يُّرِدْ ثَوَابَ الدُّنْيَا نُؤْتِهٖ مِنْهَا﴾ "اور جو کوئی دنیا کا بدلہ ہی چاہتا ہے ہم اسے دنیا میں ہی دیں گے" ثواب نیت اور عمل دونوں پر ملنے والا بدلہ ہے۔ (ایسر التفاسیر: 210)

(7) ﴿ثَوَابَ الدُّنْيَا﴾ اس سے مراد مال غنیمت اور دنیا کا رزق وغیرہ ہے۔

(8) ﴿وَمَنْ يُّرِدْ ثَوَابَ الدُّنْيَا﴾ "اور جو کوئی دنیا کا بدلہ ہی چاہتا ہے" یہ آیت ان لوگوں کے بارے میں ہے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جو مرکز کو چھوڑ کر غنیمت کے پیچھے بھاگتے ہیں۔(تفسیر قرطبی:176/2)

(9)﴿وَمَنْ يُّرِدْ ثَوَابَ الْاٰخِرَةِ نُؤْتِهٖ مِنْهَا﴾ ''اور جو آخرت کا بدلہ چاہے گا اسے ہم آخرت میں دیں گے'' اس سے مراد عمل کی جزا ہے۔اس سے مراد جنت ہے جہاں اللہ تعالیٰ نے نیکیوں کے بدلے کو کئی گنا بڑھا کر دینے کا وعدہ کیا ہے۔یہاں اس سے مراد عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ ہیں جنہوں نے مرکز کو نہیں چھوڑا حتیٰ کہ شہید ہو گئے۔(تفسیر قرطبی:176/2)

(10)﴿وَسَنَجْزِي الشّٰكِرِيْنَ﴾ ''اور بہت جلد ہم شکر کرنے والوں کو جزا دیں گے'' وہ لوگ جو اسلام پر ثابت قدم رہے ان کی جزا نعمت بھری جنتوں کے سوا کچھ نہیں اور یہ ان کی موت کے بعد ہے۔(ایسر التفاسیر:210)

سوال2: دنیا کے اجر کے ارادے اور آخرت کے اجر کے ارادے سے کام کرنے میں کیا فرق ہے؟

جواب:(1) دو طرح کے انسانوں کی زندگیوں میں بڑا فرق ہے کیونکہ ان دونوں کے ارادوں میں بڑا فرق ہے۔

	دنیا کے اجر کے ارادے سے کام کرنے والا	آخرت کے اجر کے ارادے سے کام کرنے والا
مقصد	صرف دنیا اس کا مقصد ہے لہٰذا وہ کیڑوں مکوڑوں اور جانوروں کی طرح کھانے پینے، رہنے سہنے اور جسمانی ضروریات کی فکر میں لگا رہتا ہے۔ایسے لوگ حیوانی سطح پر جیتے ہیں۔	اس انسان کی نظریں آخرت پر لگی ہوئی ہوتی ہیں۔ وہ اپنی دنیا کی بنیادی ضروریات بھی پوری کرتا ہے لیکن اس کی فکر کا محور و مرکز آخرت رہتی ہے۔ ایسے لوگ انسانی سطح پر جیتے ہیں۔
ترجیح	دنیا کو ترجیح دیتا ہے۔اسی کے لیے وقت، صلاحیتیں، مال لگاتا ہے۔	آخرت کو ترجیح دیتا ہے۔اپنی دنیا کا حصہ لیتا ہے لیکن وقت، صلاحیتیں، مال آخرت کے لیے لگاتا ہے۔
عمل کا راستہ	اس کی امیدوں کا مرکز دنیا ہے۔وہ اسی میں صلہ پانے کی امید رکھتا ہے اور دنیا کے فائدے کے لیے سب کچھ کرنے کو تیار ہو جاتا ہے۔	اس کی امیدوں کا مرکز آخرت ہے۔وہ اللہ تعالیٰ سے صلہ پانے کی امید رکھتا ہے اور آخرت کے فائدے کے لیے سب کچھ کرنے کو تیار ہو جاتا ہے۔

سوال3: اجر و ثواب کا انحصار کس چیز پر ہے؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جواب: اجر وثواب کا انحصار مومن کی نیت پر ہے۔(1) سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپ ﷺ فرما رہے تھے: ''بے شک اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے اور ہر کسی کے لیے وہی کچھ ہے جس کے لیے اس نے نیت کی۔ پھر جس کی ہجرت دنیا کے لیے ہوئی کہ اسے حاصل کرے یا عورت سے نکاح کے لیے پھر اس کی ہجرت اسی طرف ہے جس کے لیے اس نے ہجرت کی۔'' (صحیح بخاری کتاب بدء الوحی:1)

(2) یعنی کوئی عمل کرتے وقت انسان کی جیسی نیت ہوگی ویسا ہی اسے بدلہ ملے گا۔ ایک ہی کام ہوتا ہے جو نیت کی تبدیلی سے کچھ کا کچھ بن جاتا ہے۔ (تیسیر القرآن:314/1)

﴿وَكَاَيِّنْ مِّنْ نَّبِيٍّ قٰتَلَ ۙ مَعَهٗ رِبِّيُّوْنَ كَثِيْرٌ ۚ فَمَا وَهَنُوْا لِمَآ اَصَابَهُمْ فِيْ

''اور کتنے ہی نبی تھے جن کے ساتھ مل کر بہت سے رب والوں نے جنگ کی اور اس کے لیے جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں انہیں تکلیف پہنچی،

سَبِيْلِ اللّٰهِ وَمَا ضَعُفُوْا وَمَا اسْتَكَانُوْا ۭ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الصّٰبِرِيْنَ﴾

انہوں نے ہمت نہیں ہاری اور نہ وہ کمزور پڑے اور نہ انہوں نے عاجزی دکھائی اور اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں سے محبت کرتا ہے'' (146)

سوال 1: غزوہ احد میں ہونے والے نقصان پر مسلمانوں کو کیا تسلی دی گئی ہے، اس کی وضاحت ﴿وَكَاَيِّنْ ... الصّٰبِرِيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) غزوہ احد میں مسلمانوں کو جو جانی نقصان ہوا اللہ تعالیٰ نے اس پر تسلی دیتے ہوئے فرمایا: ﴿وَكَاَيِّنْ مِّنْ نَّبِيٍّ قٰتَلَ ۙ مَعَهٗ رِبِّيُّوْنَ كَثِيْرٌ﴾ ''اور کتنے ہی نبی تھے جن کے ساتھ مل کر بہت سے رب والوں نے جنگ کی'' یعنی انبیاء کی پیروی کرنے والوں کی بہت سی جماعتوں نے جہاد کیا، وہ شہید بھی ہوئے اور انہوں نے زخم بھی کھائے۔

(2)(i) ربیون جمع ہے اس کا واحد ربی ہے یعنی اللہ والا۔ (بخاری، کتاب التفسیر)

(ii) ربیون سے مراد علماء، صلحاء، متقی اور عبادت گزار ہیں۔ (ایسر التفاسیر:211)

(3) ﴿فَمَا وَهَنُوْا لِمَآ اَصَابَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَمَا ضَعُفُوْا وَمَا اسْتَكَانُوْا﴾ ''اور اس کے لیے جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں انہیں تکلیف پہنچی، انہوں نے ہمت نہیں ہاری اور نہ وہ کمزور پڑے اور نہ انہوں نے عاجزی دکھائی'' نبیوں کے ہمراہ اللہ والوں نے جنگ کی۔ وہ قتال سے کمزور نہیں ہوئے اور نہ وہ قتل وغارت گری اور زخموں سے شکست خوردہ ہوئے۔ نہ ہمت ہاری، نہ کمزوری دکھائی، نہ جدوجہد کا سلسلہ ختم کیا، نہ دشمن کے سامنے جھکے، نہ مشکلات پر پیچھے ہٹے۔ بلکہ انہوں نے قتال

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

پر صبر کیا۔

(4) غزوۂ احد میں رسول اللہ ﷺ کی شہادت کی خبر سن کر اور 70 افراد کو شہید کروا کے لوگوں کی ہمتیں پست ہو گئی تھیں۔ مسلمان میدان جنگ سے بھاگ کھڑے ہوئے۔ انہوں نے کمزوری دکھائی اور دشمن کا دباؤ قبول کرنے کے لیے تیار ہو گئے۔ اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے اسلام کے تابناک ماضی کو سامنے رکھا ہے کہ جب بھی لوگوں کے سامنے حقیقت کھلی وہ دنیا کی بجائے آخرت کو اپنا سب کچھ سمجھنے لگے، زندگی ان کے لیے ناپائیدار چیز بن گئی۔ سچے ایمان والے کائنات اور کائناتی واقعات کو رب کے حوالے سے دیکھتے ہیں جو دینے والا بھی ہے اور چھیننے والا بھی ہے۔ یہ ایمان کے راستے کے سچے مسافر ہیں۔ انہیں جان کا خطرہ پست ہمت نہیں کرتا۔ ان کی دنیا برباد ہو جائے تو بھی پیچھے نہیں ہٹتے۔ ان کا نقصان ہو تو اپنی کوتاہی سمجھ کر اللہ تعالیٰ سے معافیاں مانگتے ہیں۔ انہیں فتح ہو تو اللہ تعالیٰ کا انعام سمجھ کر شکر ادا کرتے ہیں۔ ان کی زندگی کی بازی لگ رہی ہو تو بھی ہمت نہیں ہارتے۔ کسی حال میں دشمنوں کے سامنے ہار ماننے کے لیے تیار نہیں ہوتے۔ کل بھی تاریخ کے قیمتی لوگ وہی تھے جنہوں نے نبیوں کے ساتھ مل کر جہاد کیا اور آج تم بھی پست ہمتی چھوڑ کر، کمزوری دکھانی چھوڑ کر، مغلوبیت چھوڑ کر، متحد ہو کر صبر کے ساتھ حق پر جم کر اللہ والے بن سکتے ہو۔

(5) خباب بن ارت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے تو آپ ﷺ کعبہ کے سائے میں چادر لپیٹے تشریف فرما تھے۔ ہم نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! اللہ تعالیٰ کے حضور ہمارے لیے دعا کیجئے اور مدد کی درخواست کیجئے۔ رسول اللہ ﷺ کے چہرے کا رنگ بدل گیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''تم سے پہلے ایسے لوگ بھی ہو گزرے ہیں کہ ان میں سے کسی کے لیے زمین میں گڑھا کھودا جاتا، پھر اس کو اس میں گاڑ دیا جاتا، پھر آرا لایا جاتا اور اسے اس کے سر کے وسط میں رکھ کر دو ٹکڑے کر دیا جاتا اور مصیبت کا یہ پہاڑ بھی اس کو توحید سے برگشتہ نہ کر سکتا۔ ایسا بھی ہوتا کہ لوہے کے کنگھے ان کے گوشت میں دھنسا کر ان کی ہڈیوں اور پٹھوں پر پھیرے جاتے مگر اہل توحید پھر بھی دین نہ چھوڑتے۔'' (بخاری:3612)

(6) ﴿وَاللّٰهُ يُحِبُّ الصّٰبِرِيْنَ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں سے محبت کرتا ہے'' ﴿الصّٰبِرِيْنَ﴾ سے مراد جہاد پر صبر کرنے والے ہیں۔ (تفسیر قرطبی:179/2)

(7) یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اہل ایمان کے لیے تسلی ہے اور اس عمل کو دوسروں کے سامنے نمونے کے طور پر رکھ کر اس کی ترغیب دلائی جا رہی ہے۔ (8) اللہ تعالیٰ کی محبت کے احساس سے انسان کے اندر کی تلخیاں ختم ہو جاتی ہیں۔

(9) اللہ تعالیٰ کی محبت کے احساس سے انسان کی تھکاوٹ دور ہو جاتی ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(10) اللہ تعالیٰ کی محبت کے احساس سے انسان کے زخم بھر جاتے ہیں۔

(11) اللہ تعالیٰ کی محبت انسان کے سارے دکھوں کا مرہم ہے۔

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے صبر وثبات کے لئے کیسے آمادگی پیدا کی ہے؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے ثابت قدم رہنے والوں کے صبر وثبات کی مثالیں دے کر اس کے لئے آمادہ کیا ہے۔

(2) اللہ تعالیٰ نے صبر کرنے والوں کو اپنی محبت کی خوش خبری دے کر صبر وثبات کے لئے آمادہ کیا ہے۔

(3) اللہ تعالیٰ نے صبر کرنے والوں کی دعاؤں سے یہ شعور دلایا ہے کہ صبر کی توفیق اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملتی ہے اور اہل ایمان صبر کے لئے اللہ تعالیٰ سے مدد مانگتے ہیں۔ یوں اس شعور سے صبر کرنے کا راستہ مل جاتا ہے۔

﴿وَمَا كَانَ قَوْلَهُمْ اِلَّآ اَنْ قَالُوْا رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَاِسْرَافَنَا فِيْٓ اَمْرِنَا

''اور ان کی دعا اس کے سوا کچھ نہ تھی کہ انہوں نے کہا: ''اے ہمارے رب! ہمارے گناہوں کو بخش دیجیے اور ہمارے کام

وَثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ﴾

میں ہماری زیادتی کو بھی اور آپ ہمیں ثابت قدم رکھیں اور کافروں کے مقابلے میں ہماری مدد فرمائیں'' (147)

سوال 1: رب والے جنگ کے وقت کیا دعا مانگتے تھے، اس کی وضاحت ﴿وَمَا ... الْكٰفِرِيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) رب والے جنگ کے وقت اپنی ثابت قدمی اور گناہوں سے معافی کی دعائیں مانگتے رہے۔

(2) ﴿وَمَا كَانَ قَوْلَهُمْ اِلَّآ اَنْ قَالُوْا رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا﴾ ''اور ان کی دعا اس کے سوا کچھ نہ تھی کہ انہوں نے کہا: ''اے ہمارے رب! ہمارے گناہوں کو بخش دیجیے'' اس سے مراد صغیرہ گناہ ہیں۔ (فتح القدیر: 491/1)

(3) ﴿وَاِسْرَافَنَا فِيْٓ اَمْرِنَا﴾ ''اور ہمارے کام میں ہماری زیادتی کو بھی'' اسراف حد سے گزر جانے کو کہتے ہیں۔ یہاں اس سے مراد کبیرہ گناہ ہیں۔

(4) بعض مرتبہ کسی نیک کام میں لگنے سے جو دوسرے نیک کام چھوٹ جاتے ہیں اور اس طرح حدود سے آگے بڑھ جانے کی صورت بن جاتی ہے جس کو اسراف سے تعبیر فرمایا۔ استغفار سے اس کی بھی تلافی ہوگی۔ (انوار البیان: 563/1)

(5) نبی ﷺ دعا فرماتے: ﴿اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ خَطِيْٓئَتِيْ وَجَهْلِيْ وَاِسْرَافِيْ فِيْٓ اَمْرِيْ وَمَآ اَنْتَ اَعْلَمُ بِهٖ مِنِّيْ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ هَزْلِيْ وَجِدِّيْ وَخَطَئِيْ وَعَمْدِيْ وَكُلُّ ذٰلِكَ عِنْدِيْ ﴾ ''اے اللہ! میری خطا اور نادانی اور میرے کاموں میں زیادتی سے درگزر فرما اور اس گناہ سے بھی جس کا علم مجھ سے زیادہ تجھے ہے۔ اے اللہ! میری مغفرت فرما اس بات سے جس کو میں نے ارادے اور سنجیدگی سے کیا اور اس سے بھی جس کو ہنسی اور دل لگی میں کیا اور ان کاموں سے بھی جنہیں میں نے بھول چوک میں کیا اور ان سے بھی جنہیں میں نے دانستہ طور پر کیا۔'' (بخاری:6399)

(6) ﴿وَثَبِّتْ اَقْدَامَنَا﴾ ''اور آپ ہمیں ثابت قدم رکھیں'' ہمارے دلوں کو جہاد کی قوت عطا فرمایئے اور ہمارے دلوں کے وسوسے دور فرما دیجیے۔ (تفسیر منیر:2/433)

(7) ﴿وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ﴾ ''اور کافروں کے مقابلے میں ہماری مدد فرمائیں'' دشمنوں کے مقابلے میں ہماری مدد فرمایئے، غنیمت سے کامیاب کیجئے، زمین میں سیادت، کرامت، عزت اور اچھا ذکر عطا فرمایئے۔ ہمیں اطاعت پر اجر نصیب فرمایئے اور اپنے احکامات پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمایئے۔ (تفسیر مراغی:2/78)

(8) یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تعلیم ہے۔ یہ فتح کی دعا بھی ہے اور کافروں کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ کی مدد بھی ہے۔

(9) فتح و کامرانی کی پہلی شرط اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور بندگی ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں نے دعا کی کیونکہ وہ جانتے تھے کہ ثابت قدمی اور نصرت اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملتی ہے۔

سوال 2: ''اور ان کی دعا اس کے سوا کچھ نہ تھی: ''اے ہمارے رب! ہمارے گناہوں کو بخش دیجیے اور ہمارے کام میں ہماری زیادتی کو بھی اور آپ ہمیں ثابت قدم رکھیں اور کافروں کے مقابلے میں ہماری مدد فرمائیں'' یہ آیت کیا ظاہر کر رہی ہے؟

جواب: (1) یہ آیت اہل ایمان کی اندرونی کیفیت کو ظاہر کر رہی ہے۔

(2) اس آیت میں اہل ایمان کے ''شعوری ایمان'' کا اظہار ہو رہا ہے۔

(3) یہ پتہ چل رہا ہے کہ مومن اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ہر وقت خود کو حاضر رکھتے ہیں۔ کوئی خوف و خطرہ اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ کرنے پر اثر انداز نہیں ہوتا۔ (4) اہل ایمان عفو و درگزر کی درخواست کرتے ہیں۔

(5) وہ فرض ادا کرتے ہوئے بھی اپنی کوتاہیوں اور خطاؤں کا اعتراف کرتے ہیں۔

(6) ان کا سوال دولت کے لیے نہیں، نہ دنیا کے اجر کے لیے ہے۔ وہ تو گناہوں کی معافی مانگتے ہیں۔ ثابت قدمی کی دعا کرتے ہیں۔ کفار کے مقابلے میں کامیابی کی دعا کرتے ہیں اور حق کی کامیابی اور کفر کی شکست کی دعا کرتے ہیں۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

﴿فَاٰتٰىهُمُ اللّٰهُ ثَوَابَ الدُّنْيَا وَحُسْنَ ثَوَابِ الْاٰخِرَةِ ؕ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ﴾

''تو اللہ تعالیٰ نے ان کو دنیا کا بدلہ بھی دیا اور آخرت کا اچھا بدلہ بھی اور اللہ تعالیٰ نیکی کرنے والوں سے محبت رکھتا ہے'' (148)

سوال 1: دنیا و آخرت کا بدلہ کس کے لیے اچھا ہے، اس کی وضاحت ﴿فَاٰتٰىهُمُ اللّٰهُ ... الْمُحْسِنِيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿فَاٰتٰىهُمُ اللّٰهُ ثَوَابَ الدُّنْيَا وَحُسْنَ ثَوَابِ الْاٰخِرَةِ﴾ ''تو اللہ تعالیٰ نے ان کو دنیا کا بدلہ بھی دیا اور آخرت کا اچھا بدلہ بھی'' اللہ تعالیٰ کی راہ میں جو لوگ پست ہمت نہیں ہوتے، کمزوری نہیں دکھاتے، مغلوب نہیں ہوتے، انہیں اللہ تعالیٰ دنیا میں بھی اچھا بدلہ دیتا ہے اور آخرت میں بھی اچھا بدلہ دیتا ہے۔

(2) ﴿ثَوَابَ الدُّنْيَا﴾ ''دنیا کا بدلہ'' ثواب الدنیا سے مراد نصرت، غنیمت، دشمنوں پر غلبہ، اچھا تذکرہ، شرح صدر، ایمان کا نور اور گناہوں کا کفارہ ہے۔ (تفسیر قاسمی: 247/4)

(3) ﴿وَحُسْنَ ثَوَابِ الْاٰخِرَةِ﴾ ''اور آخرت کا اچھا بدلہ'' اس سے مراد آخرت کا اجر ہے اور جو اس میں ہمیشہ رہنے والی نعمتیں ہیں۔ (تفسیر القاسمی: 247/4)

(4) ﴿وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ نیکی کرنے والوں سے محبت رکھتا ہے'' اللہ تعالیٰ نے ان کے عمل کی وجہ سے ان پر احسان کیا۔ وہ احسان کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔ (جامع البیان: 127/4)

(5) یعنی خالق کی عبادت اور مخلوق کے ساتھ معاملہ میں احسان کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ پسند کرتا ہے۔ دشمنوں کے ساتھ جہاد کے وقت ان مومنین کا سا کردار اختیار کرنا بھی احسان ہے۔ (تفسیر سعدی: 432/1)

(6) اللہ تعالیٰ نیک بندوں کو ان کے توحید پر اعتقاد رکھنے، توکل کرنے اور گناہوں کی معافی مانگنے کی وجہ سے کامیابی عطا کرتے ہیں۔ آخرت میں اپنے فضل و کرم سے اللہ تعالیٰ انہیں جنت عطا کریں گے۔

(7) اللہ تعالیٰ محسنین سے محبت رکھتا ہے اس بات کی وجہ سے انسان پر اثرات مرتب ہوتے ہیں: (i) انسان کے اندر محسن بننے کی شدید خواہش پیدا ہوتی ہے۔ (ii) انسان محسن بننے کا ارادہ کر کے کوشش کرنا شروع کر دیتا ہے۔

سوال 2: محسن کون ہے؟

جواب: (1) جو دنیا کی بجائے آخرت کو سب کچھ سمجھے۔ (2) جو ہر قسم کے امتحان میں پورا اُترے۔

(3) وہ سارے ظاہری سہاروں کے چھن جانے کے باوجود اللہ تعالیٰ پر نظر جمائے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(4) جس کی دنیا برباد ہو جانے کا خطرہ ہو تب بھی وہ پیچھے نہ ہٹے۔ (5) جان کا خطرہ بھی جس کی ہمت توڑ نہ سکے۔
(6) جس کے سامنے نقصان آئے تو اسے وہ اپنی کوتاہی کا نتیجہ سمجھے اور اللہ تعالیٰ سے معافی مانگے۔
(7) جس کو فائدہ ملے تو اللہ تعالیٰ کا انعام سمجھ کر شکر ادا کرے۔
(8) جب زندگی میں جان کی بازی لگ جانے کے مواقع آئیں تب بھی بزدلی نہ دکھائے، بے یقینی میں مبتلا نہ ہو۔
(9) کسی حال میں دین کے دشمنوں کے سامنے ہار نہ مانے۔

﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ تُطِیْعُوا الَّذِیْنَ كَفَرُوْا یَرُدُّوْكُمْ عَلٰۤى اَعْقَابِكُمْ

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اگر تم ان لوگوں کی اطاعت کرو گے جنہوں نے کفر کیا تو وہ تمہیں تمہاری ایڑیوں کے بل لوٹا دیں گے

فَتَنْقَلِبُوْا خٰسِرِیْنَ﴾

پھر تم خسارہ اٹھانے والے ہو کر پلٹو گے'' (149)

سوال 1: کافروں کی اطاعت ہلاکت کا باعث ہے، اس کی وضاحت ﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ ... خٰسِرِیْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ تُطِیْعُوا الَّذِیْنَ كَفَرُوْا﴾ ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اگر تم ان لوگوں کی اطاعت کرو گے جنہوں نے کفر کیا'' یہاں کافروں سے مراد مشرکین عرب ابوسفیان اور اس کے ساتھی ہیں۔ یہ بھی کہا گیا کہ اس سے مراد یہود اور عیسائی ہیں۔
(2) سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے کہا: اس سے مراد منافقین ہیں جنہوں نے احد کی شکست پر مومنوں سے کہا تھا کہ اپنے آباء کے دین کی طرف لوٹ چلو۔ (تفسیر منیر: 446/2)
(3) ﴿یَرُدُّوْكُمْ عَلٰۤى اَعْقَابِكُمْ﴾ ''تو وہ تمہیں تمہاری ایڑیوں کے بل لوٹا دیں گے'' یعنی تمہیں تمہارے پہلے کام کی طرف لوٹا دیں گے اور وہ کفر اور ایمان کے بعد اللہ تعالیٰ سے شرک ہے۔ کفر کی دعوت کو قبول کرنا بھی کفر ہے۔ (تفسیر خازن)
(4) ﴿فَتَنْقَلِبُوْا خٰسِرِیْنَ﴾ ''پھر تم خسارہ اٹھانے والے ہو کر پلٹو گے'' یعنی کافروں کی بات ماننا، دنیا اور آخرت کی بربادی کا سبب ہے۔ وہ تمہیں مرتد کر دیں گے اور تم گھاٹے میں پڑ جاؤ گے کیونکہ ان کی تو دلی تمنا ہے کہ تم مرتد ہو جاؤ اور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اسلام چھوڑ بیٹھو۔(السراج المنیر :1/263،264)

سوال2:غزوۂ احد میں وقتی شکست پر مخالفین نے کیا کہنا شروع کیا؟

جواب:(1)اگر واقعی محمد ﷺ نبی ہوتے تو شکست کیوں کھاتے؟

(2)پیغمبر اور ان کے ساتھیوں کا معاملہ خدائی معاملہ نہیں ہے۔

(3)کچھ لوگ اپنے جوش میں اٹھ کھڑے ہوئے ہیں اور اپنے جوش کی سزا بھگت رہے ہیں۔

سوال3:غزوۂ احد میں یہودیوں،کافروں اور منافقوں کو پروپیگنڈہ کرنے کا موقع ملا،اس کے مقاصد کیا تھے؟

جواب:(1)مسلمانوں کو نبی ﷺ کا ساتھ دینے کے انجام سے ڈرانا۔(2)اسلامی صفوں کو منتشر کرنا۔

(3)دلوں کو متزلزل کرنا۔(4)اسلامی قیادت کے خلاف بداعتمادی پیدا کرنا۔(5)اپنے سے بڑی قوت کے ساتھ ٹکرانے کی پالیسی کے فائدوں کو مشکوک بنانا۔(6)اس پالیسی سے باہر نکلنے کے فوائد کو ظاہر کرنا۔(7)انفرادی درد وغم کو ابھارنا۔

(8)کامیاب ہونے والوں کے ساتھ مصالحت پر آمادہ کرنا۔(9)مسلمانوں کے گروہ کی بیخ کنی کرنا۔

(10)اہل اسلام کو اپنے سے قوی قوتوں کے سامنے جھکنے پر آمادہ کرنا۔

سوال4:ایمان کے باوجود کفار کی اطاعت کرنے کی وجہ کیا ہوتی ہے؟

جواب:کفار سے حمایت کی امید کی وجہ سے ایمان کے باوجود کفار کی اطاعت ہوتی ہے۔ایمان سے زیادہ کفر کی جانب دلی جھکاؤ اور دنیا اور اس کی لذتوں کے حصول کی وجہ سے انسان کفار کی طرف مائل ہو جاتا ہے۔

سوال5:عقیدۂ توحید رکھنے والا مسلمان جب اللہ تعالیٰ کے دین کے مخالفوں کے سامنے جھکتا ہے تو اس پر کیا اثرات مرتب ہوتے ہیں؟

جواب:(1)وہ روحانی طور پر ٹوٹ جاتا ہے۔(2)وہ مخالفین کے پروپیگنڈہ سے متاثر ہوتا ہے۔

(3)پھر وہ ان سے ہدایات لینے لگتا ہے۔(4)پھر ان سے مصالحت کر کے ان کی پیروی کرتا ہے۔

(5)ایسا شخص کسی بھی وقت کفر کی طرف پلٹ سکتا ہے۔

سوال6:غزوۂ احد جیسے واقعات کا پیش آنا کیوں ضروری ہے؟

جواب:دنیا کی زندگی میں ایسے واقعات اس لیے ضروری ہوتے ہیں تاکہ :(1)یہ کھل جائے کہ:(i)اللہ تعالیٰ پر اعتماد

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کرنے والے کون ہیں؟ (ii) پھسل جانے والے کون ہیں؟

(2) لوگوں کی مخالفانہ باتوں سے مومن متاثر نہ ہوں۔ (3) وقتی تکلیف سے گھبرائیں نہیں۔

(4) ہر حال میں ثابت قدم رہیں۔

﴿بَلِ اللّٰهُ مَوْلٰىكُمْ ۚ وَهُوَ خَيْرُ النّٰصِرِيْنَ﴾

''بلکہ اللہ تعالیٰ تمہارا مالک ہے اور وہ سب مدد کرنے والوں سے بہترین ہے'' (150)

سوال 1: اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو کافروں کی اطاعت سے روکنے کے لیے اس آیت ﴿بَلِ ... النّٰصِرِيْنَ﴾ میں کیا شعور دلایا ہے؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو کافروں کی اطاعت کے مقابلے میں اپنے تعلق کا شعور دلایا ہے کہ (i) اللہ تعالیٰ تمہارا مولا ہے۔ (ii) اللہ تعالیٰ تمہارا مددگار ہے۔ لہٰذا اپنے مولا و مددگار کی مانو اور کافروں کی نہ مانو۔

(2) ﴿بَلِ اللّٰهُ مَوْلٰىكُمْ﴾ ''بلکہ اللہ تعالیٰ تمہارا مالک ہے'' اللہ تعالیٰ مومنوں کا مولا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے ہی حمایت کی امید رکھی جا سکتی ہے۔ (3) جس کا مددگار اللہ تعالیٰ ہو اسے کسی کی مدد کی ضرورت نہیں رہ جاتی۔

(4) ابوسفیان نے میدان احد میں کہا تھا: ﴿اُعْلُ هُبَلْ﴾ ''ہبل بت کا بول بالا ہو'' سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کے کہنے پر بلند آواز میں کہا: ﴿اَللّٰهُ اَعْلٰى وَاَجَلُّ﴾ ''اللہ تعالیٰ بلند اور جلال و عزت والا ہے۔'' ابوسفیان نے کہا: ﴿لَنَا عُزّٰى وَلَا عُزّٰى لَكُمْ﴾ ''ہمارا عزیٰ بت ہے اور تمہارا کوئی عزیٰ نہیں۔'' نبی ﷺ نے فرمایا: تم کہو ﴿اَللّٰهُ مَوْلَانَا وَلَا مَوْلٰى لَكُمْ﴾ ''اللہ تعالیٰ ہمارا مولا ہے اور تمہارا کوئی مولا نہیں'' اللہ تعالیٰ نے اسی پر فرمایا: ﴿بَلِ اللّٰهُ مَوْلٰىكُمْ ۚ وَهُوَ خَيْرُ النّٰصِرِيْنَ﴾

(5) اللہ تعالیٰ ہر حال میں مسلمانوں کا مولیٰ اور حامی و ناصر ہے۔ غزوۂ احد میں مسلمانوں کو اس کا یقین اس وقت نصیب ہوا جب انہیں اونگھ آئی۔ امام فخر الدین رازی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ نیند کی حالت میں محفوظ و مامون رہنا اس بات کی سب سے بڑی دلیل تھی کہ اللہ تعالیٰ اس حال میں بھی ان کا حامی و ناصر تھا۔

(6) ﴿وَهُوَ خَيْرُ النّٰصِرِيْنَ﴾ ''اور وہ سب مدد کرنے والوں سے بہترین ہے'' اگر تم کافروں کی اطاعت کر کے ان سے مدد طلب کرنا چاہتے ہو تو اللہ تعالیٰ سب مدد کرنے والوں سے بہترین ہے لہٰذا اس کی اطاعت کر کے اس سے مدد طلب کرو وہ یقیناً تمہاری مدد کرے گا۔ (ایسر التفاسیر: 213)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(7)اللہ تعالیٰ نے تم سے مدد کا وعدہ کیا ہے اس نے فرمایا:﴿وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ مَوْلٰىكُمْ ۭ نِعْمَ الْمَوْلٰى وَنِعْمَ النَّصِيْرُ﴾ ''اور اگر وہ منہ موڑیں تو جان لو یقیناً اللہ تعالیٰ تمہارا دوست ہے، وہ اچھا دوست اور اچھا مددگار ہے!'' (الانفال:40)

سوال2: اللہ تعالیٰ کے وعدے کا مسلمانوں پر کیا اثر ہوا؟

جواب:(1)اللہ تعالیٰ کے وعدے پر ان کا یقین بڑھ گیا۔(2)دشمن کا خوف ان کے دل سے نکل گیا۔

سوال3: اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے مومن بندوں کے لیے فتح ونصرت کن امور سے خالی نہیں ہوتی؟

جواب: اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے مومن بندوں کے لیے فتح ونصرت دو امور سے خالی نہیں ہوتی:

(1)اللہ تعالیٰ یا تو کفار کی جڑ کاٹ دیتا ہے۔(2)یا انہیں ذلت سے دوچار کرتا ہے اور وہ خائب وخاسر واپس لوٹ جاتے ہیں اور یہ (رعب ڈال کر انہیں ناکام لوٹا دینا) یہ دوسری قسم ہے۔(تفسیر سعدی:433/1)

﴿سَنُلْقِيْ فِيْ قُلُوْبِ الَّذِيْنَ كَفَرُوا الرُّعْبَ بِمَآ اَشْرَكُوْا بِاللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ

''جلد ہی ہم ان لوگوں کے دلوں میں جنہوں نے کفر کیا رعب ڈال دیں گے اس وجہ سے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کیا

سُلْطٰنًا ۚ وَمَاْوٰىهُمُ النَّارُ ۭ وَبِئْسَ مَثْوَى الظّٰلِمِيْنَ﴾

جس کی اس نے کوئی دلیل بھی نہیں اتاری اور ان کا ٹھکانہ آگ ہے اور ظالموں کا بہت ہی برا ٹھکانہ ہے''(151)

سوال1: کافروں پر مسلمانوں کا رعب طاری کیے جانے کی جو خوش خبری دی گئی ہے، اس کی وضاحت ﴿سَنُلْقِيْ ... الظّٰلِمِيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿سَنُلْقِيْ فِيْ قُلُوْبِ الَّذِيْنَ كَفَرُوا الرُّعْبَ﴾ ''جلد ہی ہم ان لوگوں کے دلوں میں جنہوں نے کفر کیا رعب ڈال دیں گے'' مومنوں کو خوش خبری دی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے دشمن کافروں کے دلوں میں ان کا رعب ڈال دے گا اور ان کے کفر وشرک کی وجہ سے انہیں ذلیل ورسوا کر دے گا اور آخرت میں بھی ان کے لیے بدترین عذاب تیار ہے۔(2)یہاں رعب سے مراد وہ خوف عظیم ہے جو کفار کو ان کے بہت سے مقاصد سے روک دیتا ہے۔(تفسیر سعدی)

(3)احد کی شکست کے بعد جب کافر مسلمانوں کو بالکل ختم کر دینا چاہتے تھے، اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں رعب ڈال دیا۔

(4)سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے ابوسفیان کے دل میں رعب ڈال دیا اور وہ لڑائی سے لوٹ گیا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(تفسیر ابن کثیر:472/1)

(5)﴿بِمَآ اَشْرَكُوْا بِاللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا﴾"اس وجہ سے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کیا جس کی اس نے کوئی دلیل بھی نہیں اتاری" کافروں کے مرعوب ہونے کی وجہ یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوسروں کو شریک ٹھہراتے ہیں جن کے شریک ہونے کے لیے اس نے کوئی دلیل نہیں اتاری جس کی وجہ سے وہ مسلمانوں سے دہشت زدہ رہتے ہیں۔

(6)مشرک اس شرک کی وجہ سے ذلیل وناتواں اور کمزور رہیں گے اور مومنوں سے مرعوب رہیں گے۔ان کے مقابلے میں اہل ایمان کا بھروسہ اللہ تعالیٰ پر ہے جو کائنات کی سب سے بڑی سچائی ہے۔

(7)اللہ تعالیٰ کے اس وعدے کو اہل حق اور اہل باطل کے ٹکراؤ میں دیکھا جاسکتا ہے۔جب بھی مقابلہ ہوتا ہے باطل خوف زدہ اور مرعوب ہوجاتا ہے۔مسلمانوں کے نعرۂ تکبیر پر تھر تھر کانپتا ہے۔مسلمان کافروں پر جھپٹیں تو باطل دبک جاتا ہے اور منتشر ہو جاتا ہے۔ان کی صفوں میں اضطراب پھیل جاتا ہے اور اس فرمان کی سچائی ثابت ہوجاتی ہے۔

(8)﴿وَمَاْوٰهُمُ النَّارُ﴾"اور ان کا ٹھکانہ آگ ہے" اللہ تعالیٰ نے شرک کرنے والوں کے انجام کو واضح کیا ہے کہ ان کا ٹھکانہ آگ ہے۔

(9)﴿وَبِئْسَ مَثْوَى الظّٰلِمِيْنَ﴾"اور ظالموں کا بہت ہی برا ٹھکانہ ہے" اللہ تعالیٰ نے ان کے ٹھکانے پر تبصرہ کیا ہے کہ کیا ہی برا ٹھکانہ ہے ظالموں کے لئے یعنی دنیا میں ان کے دل ایمان والوں کے رعب سے بھرے رہیں گے اور آخرت میں آگ میں جائیں گے۔یہ کتنا گھاٹے کا سودا ہے۔

(10)﴿الظّٰلِمِيْنَ﴾اس سے مراد مشرک ہیں جنہوں نے غیر اللہ کی اطاعت کی اور غیر اللہ کی عبادت کی۔(ایسر التفاسیر:213)

سوال2:اللہ تعالیٰ کی طرف سے مسلمانوں کا رعب کافروں پر کب ڈالا جاتا ہے؟

جواب:(1)مشکل مواقع پر اگر ایمان والے جمے رہیں تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے مسلمانوں کا رعب کافروں پر ڈال دیا جاتا ہے۔اس کا طریقۂ کار کچھ یوں ہوتا ہے کہ اہل باطل کی صفوں میں انتشار پیدا ہونا شروع ہوجاتا ہے۔ان کے پاس اپنے نظریے کے حق میں دلائل نہیں رہ جاتے۔ان میں بے یقینی پیدا ہوجاتی ہے اور وہ ذہنی طور پر شکست کھا جاتے ہیں۔یوں مومنوں کی قوت سے اور پھر ان کے دین سے رعب میں آجاتے ہیں۔

(2)یہ سب کچھ تبھی ممکن ہے جب ایمان والوں کے دلوں میں ایمان کی حقیقت موجود ہو اور انہیں پورا یقین ہو کہ اللہ تعالیٰ مددگار ہے اور اس کا لشکر ہی غالب رہنے والا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿وَلَقَدْ صَدَقَكُمُ اللّٰهُ وَعْدَهٗٓ اِذْ تَحُسُّوْنَهُمْ بِاِذْنِهٖ ۚ حَتّٰٓى اِذَا فَشِلْتُمْ

"اور بلاشبہ یقیناً اللہ تعالیٰ نے تم سے اپنے وعدے کو سچا کر دکھایا جب تم اس کے حکم سے انہیں کاٹ رہے تھے، یہاں تک کہ جب تم

وَتَنَازَعْتُمْ فِي الْاَمْرِ وَعَصَيْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَآ اَرٰىكُمْ مَّا تُحِبُّوْنَ ؕ

پست ہمت ہو گئے اور حکم کے بارے میں جھگڑا کیا اور تم نے نافرمانی کی اس کے بعد جو اس نے تمہیں وہ چیز دکھائی جو تم پسند کرتے

مِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ الدُّنْيَا وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ الْاٰخِرَةَ ۚ ثُمَّ صَرَفَكُمْ عَنْهُمْ

تھے۔ تم میں سے کوئی دنیا چاہتا ہے اور تم ہی میں سے کوئی آخرت چاہتا ہے، پھر اللہ تعالیٰ نے تمہیں ان سے پھیر دیا

لِيَبْتَلِيَكُمْ ۚ وَلَقَدْ عَفَا عَنْكُمْ ؕ وَاللّٰهُ ذُوْ فَضْلٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ﴾

تا کہ وہ تمہیں آزمائے اور بلاشبہ اس نے یقیناً تمہیں معاف کر دیا، اور اللہ تعالیٰ ایمان والوں پر بڑے فضل والا ہے" (152)

سوال 1: غزوہ احد میں مسلمانوں کی ابتدائی فتح کے بعد شکست کیسے ہوئی، اس کی وضاحت ﴿وَلَقَدْ...الْمُؤْمِنِيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ کے وعدے کے مطابق مسلمانوں کو ابتدا میں فتح نصیب ہوئی لیکن جب مسلمانوں نے بزدلی دکھائی، رسول اللہ ﷺ کے حکم کے بارے میں آپس میں جھگڑا کیا اور رسول اللہ ﷺ کی نافرمانی کی تو دشمن نے دوبارہ حملہ کر دیا، مسلمان بدحواس ہو گئے اور ان کی ابتدائی فتح شکست میں بدل گئی۔

(2) ﴿وَلَقَدْ صَدَقَكُمُ اللّٰهُ وَعْدَهٗٓ﴾ "اور بلاشبہ یقیناً اللہ تعالیٰ نے تم سے اپنے وعدے کو سچا کر دکھایا" اللہ تعالیٰ نے جو فتح و نصرت کا وعدہ تم سے کیا اسے سچا کر دکھایا یعنی وہ اپنے مومن بندوں کی مدد کرتا ہے اور کافروں پر انہیں غلبہ دیتا ہے اسی لئے ابتدا میں اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہی تم ان کو قتل کر رہے تھے۔

(3) ﴿اِذْ تَحُسُّوْنَهُمْ بِاِذْنِهٖ﴾ "جب تم اس کے حکم سے انہیں کاٹ کر رہے تھے" ان کو قتل کر کے جڑ پیڑ سے اکھاڑتے ہوئے۔ (بخاری کتاب التفسیر)

(4) اس سے مراد وہ ابتدائی فتح ہے جو مسلمانوں کو غزوۂ احد میں حاصل ہوئی اور اگر مسلمان اطاعت پر قائم رہتے، رسول ﷺ کی اطاعت کرتے تو فتح و نصرت آخر تک برقرار رہتی۔

(5) ﴿حَتّٰٓى اِذَا فَشِلْتُمْ﴾ "یہاں تک کہ جب تم پست ہمت ہو گئے" (i) فشل سے بزدلی مراد ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(ii)﴿فَشِلْتُمْ﴾ تم کمزور ہو گئے اور تم نے جنگ میں بزدلی دکھائی۔(ایسر التفاسیر)

(6)﴿وَتَنَازَعْتُمْ فِي الْأَمْرِ وَعَصَيْتُمْ﴾ ''اور حکم کے بارے میں جھگڑا کیا اور تم نے نافرمانی کی'' تم نے نبی ﷺ کے حکم میں جھگڑا کیا اور رسول کی نافرمانی کی۔

(7)﴿مِّنْ بَعْدِ مَا أَرَاكُم مَّا تُحِبُّونَ﴾ ''اس کے بعد جو اس نے تمہیں وہ چیز دکھائی جو تم پسند کرتے تھے'' مسلمانوں کی پسند سے مراد وہ فتح ہے جو مسلمانوں کو حاصل ہوئی تھی۔

(8)مسلمانوں کو جب ابتدا میں فتح نصیب ہوئی اور وہ مال غنیمت لوٹنے لگے تو جن تیر اندازوں کو آپ ﷺ نے گھاٹی پر متعین فرمایا تھا، ان میں سے اکثر کہنے لگے کہ ہمیں فتح تک نگرانی کا حکم تھا، اب ہمیں مال غنیمت لوٹنے کے لیے جانا چاہیے۔ بعض لوگوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے ہمیں یہاں متعین کیا ہے ہمیں اگلے حکم تک یہاں سے نہیں ہٹنا چاہیے۔ اس گھاٹی پر چند سوار رہ گئے اور باقی مال غنیمت لوٹنے لگ گئے یہی ان کی نافرمانی تھی۔

(9)﴿مِنكُم مَّن يُرِيدُ الدُّنْيَا وَمِنكُم مَّن يُرِيدُ الْآخِرَةَ﴾ ''تم میں سے کوئی دنیا چاہتا ہے اور تم ہی میں سے کوئی آخرت چاہتا ہے'' مسلمانوں کے گروہ میں اختلاف پیدا ہوا۔ ایک گروہ نے مال غنیمت کا ارادہ کر لیا اور دوسرے نے ثواب آخرت کو ترجیح دی۔ اس طرح ان کا ہدف ایک نہ رہا، خلوص متاثر ہوا اور یہ جنگ خالص اللہ تعالیٰ کے لیے نہ رہی۔

(10)﴿مِنكُم مَّن يُرِيدُ الدُّنْيَا﴾ ''تم میں سے کوئی دنیا چاہتا ہے'' دنیا کا ارادہ رکھنے سے مراد مال غنیمت چاہنا ہے۔ جو تیر انداز گھاٹی سے ہٹ کر رسول اللہ ﷺ کے حکم کی خلاف ورزی کر کے مال غنیمت لوٹنے لگے وہ دنیا کے طلب گار تھے۔

(11)﴿وَمِنكُم مَّن يُرِيدُ الْآخِرَةَ﴾ ''اور تم ہی میں سے کوئی آخرت چاہتا ہے'' آخرت کا ارادہ رکھنے سے مراد آخرت کے نفع کا ارادہ رکھنا ہے یعنی آج کے کام کا صلہ کل آخرت میں پانے کی امید رکھنا، شوق شہادت میں جنگ کرنا۔ جو لوگ گھاٹی پر جمے رہے اور لڑتے لڑتے شہید ہو گئے وہ آخرت کے طالب تھے۔

(12)سیدنا انس بن نضر رضی اللہ عنہ بھی آخرت کے طالب تھے جو دشمنوں سے لڑتے رہے یہاں تک کہ شہید ہو گئے۔ سیدنا انس رضی اللہ عنہ نے روایت کیا کہ ان کے چچا (انس بن نضر) بدر کی لڑائی میں شریک نہ ہو سکے تھے، پھر انہوں نے کہا کہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ پہلی ہی لڑائی میں غیر حاضر رہا۔ اگر رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے مجھے کسی اور لڑائی میں شرکت کا موقع دیا تو اللہ تعالیٰ دیکھے گا کہ میں کتنی بے جگری سے لڑتا ہوں۔ پھر غزوۂ احد کے موقع پر جب مسلمانوں کی جماعت میں افراتفری پیدا ہو گئی تو انہوں نے کہا: اے اللہ! مسلمانوں نے آج جو کچھ کیا میں تیرے حضور میں اس کے لیے معذرت خواہ ہوں اور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مشرکین نے جو کچھ کیا میں تیرے حضور میں اس سے اپنی بے زاری ظاہر کرتا ہوں، پھر وہ اپنی تلوار لے کر آگے بڑھے۔ راستے میں سیدنا سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے ان سے کہا: سعد! کہاں جا رہے ہو؟ میں تو احد پہاڑ کے دامن میں جنت کی خوشبو سونگھ رہا ہوں۔ اس کے بعد وہ آگے بڑھے اور شہید کر دیئے گئے۔ ان کی لاش پہچانی نہیں جا رہی تھی۔ آخر ان کی بہن نے ایک تل یا ان کی انگلیوں کی پور سے ان کی لاش کو پہچانا۔ ان کو اسی (80) پر کئی زخم بھالے، تلوار اور تیروں کے لگے تھے۔ (صحیح بخاری:4048)

(13) ﴿ثُمَّ صَرَفَكُمْ عَنْهُمْ لِيَبْتَلِيَكُمْ﴾ ''پھر اللہ تعالیٰ نے تمہیں ان سے پھیر دیا تا کہ وہ تمہیں آزمائے'' اللہ تعالیٰ نے تمہیں ان کے مقابلے میں پھیر کر بھگا دیا۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمہاری آزمائش اور تمہارے امتحان کے طور پر جیت دشمن کے ہاتھ رہی تا کہ مومن اور کافر، فرماں بردار اور نافرمان کے درمیان امتیاز ہو جائے۔ (تفسیر سعدی)

(14) ﴿وَلَقَدْ عَفَا عَنْكُمْ﴾ ''اور بلاشبہ اس نے یقیناً تمہیں معاف کر دیا'' (i) اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے بزدلی دکھانے کو معاف کر دیا۔ (ii) اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے آپس میں اختلاف کرنے کو معاف کر دیا۔ (iii) اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے رسول ﷺ کی نافرمانی کرنے کو معاف کر دیا۔ (iv) اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے احد کے میدان سے شکست کھا کر بھاگنے کو معاف کر دیا۔

(15) ﴿وَاللّٰهُ ذُوْ فَضْلٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ ایمان والوں پر فضل کرنے والا ہے'' اللہ تعالیٰ کا ان کی کوتاہیوں کے باوجود انہیں معاف فرما دینا اس کا فضل تھا۔

(16) اللہ تعالیٰ کا مومنوں پر فضل ہر حال میں ہوتا ہے خواہ اللہ تعالیٰ کی نصرت کے ذریعے ہو یا ابتلاء و آزمائش کے ذریعے۔

(17) یقیناً ابتلاء و آزمائش اللہ تعالیٰ کا فضل اور خفیہ لطف و کرم ہے تا کہ مومن مصائب پر صبر کرنے لگیں اور مشکل محاذوں پر ثابت قدم رہیں اور یقین میں کمال حاصل کریں اور ثابت کر دیں کہ اللہ تعالیٰ کسی قوم کے حالات اس وقت تک نہیں بدلتا جب تک کہ وہ اپنے حالات خود نہیں بدل لیتے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نہ دنیا اور اس کی رونقوں کی طرف راغب ہوئے اور نہ وہ حق سے ہٹے۔ ان کی جلد بازی کی سزا انہیں ملی جس کی وجہ سے وہ گناہوں سے پاک ہو گئے اور وہ شہادت کے مرتبے پر پہنچے۔ (تفسیر قاسمی:4/253)

سوال 2: کیا اللہ تعالیٰ کی طرف سے معافی کے بعد اہل ایمان پر طعن و تشنیع کی گنجائش ہے؟

جواب: اہل ایمان کی کوتاہیوں پر جب معافی مل جاتی ہے تو طعن و تشنیع کی گنجائش نہیں رہ جاتی۔ ایک حج کے موقع پر کسی شخص نے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ پر اعتراضات کئے کہ وہ غزوۂ بدر اور بیعت رضوان میں شریک نہیں ہوئے اور غزوۂ احد سے فرار ہو گئے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تھے۔اس پر سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: غزوۂ بدر میں ان کی بیوی بیمار تھیں جو رسول اللہ ﷺ کی بیٹی تھیں، بیعت رضوان کے موقع پر وہ رسول اللہ ﷺ کے سفیر بن کر مکہ گئے ہوئے تھے اور غزوۂ احد کے فرار کو تو اللہ تعالیٰ نے معاف کر دیا ہے۔(بخاری:3699)

﴿اِذْ تُصْعِدُوْنَ وَلَا تَلْوٗنَ عَلٰٓى اَحَدٍ وَّالرَّسُوْلُ يَدْعُوْكُمْ فِيْٓ اُخْرٰىكُمْ

''جب تم دور چلے جا رہے تھے اور مڑ کر کسی ایک کو بھی نہ دیکھتے تھے اور رسول تمہیں تمہاری پچھلی جماعت میں پکار رہا تھا

فَاَثَابَكُمْ غَمًّۢا بِغَمٍّ لِّكَيْلَا تَحْزَنُوْا عَلٰي مَا فَاتَكُمْ وَلَا مَآ اَصَابَكُمْ ؕ

تو اس نے بدلے میں تمہیں غم کے ساتھ اور غم دیا تاکہ تم اس پر غم نہ کرو جو تمہارے ہاتھ سے نکل گیا اور نہ اس پر جو تمہیں

وَاللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ﴾

مصیبت پہنچی اور اللہ تعالیٰ پوری خبر رکھنے والا ہے اس کی جو تم عمل کرتے ہو'' (153)

سوال: غزوہ احد میں مسلمانوں کے حالات کی وضاحت ﴿اِذْ تُصْعِدُوْنَ... تَعْمَلُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) غزوہ احد میں مسلمانوں کے حالات کی وضاحت کرتے ہوئے رب العزت نے فرمایا: ﴿اِذْ تُصْعِدُوْنَ وَلَا تَلْوٗنَ عَلٰٓى اَحَدٍ﴾ ''جب تم دور چلے جا رہے تھے اور مڑ کر کسی ایک کو بھی نہ دیکھتے تھے'' اس سے احد کے میدان میں مسلمانوں کی بدحواسی کا پتہ چلتا ہے۔ مسلمان مرعوب ہو گئے، دہشت زدہ ہوئے اور سخت اضطراب میں مبتلا ہوئے۔ کوئی کسی کی طرف دیکھ نہیں رہا تھا۔ کوئی کسی کی پکار کا جواب نہیں دے رہا تھا۔

(2) ﴿وَّالرَّسُوْلُ يَدْعُوْكُمْ فِيْٓ اُخْرٰىكُمْ﴾ ''اور رسول تمہیں تمہاری پچھلی جماعت میں پکار رہا تھا'' رسول اللہ ﷺ پکار رہے تھے: ﴿اِلَيَّ عِبَادَ اللّٰهِ﴾ اللہ کے بندو! میری طرف آؤ، تاکہ لوگ مطمئن ہو جائیں۔ ان کے قدم اس لیے لڑکھڑائے تھے کہ کسی نے مشہور کر دیا کہ نبی ﷺ قتل ہو گئے۔

(3) سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ احد کی لڑائی میں رسول اللہ ﷺ نے (تیر اندازوں کے) پیدل دستے پر سیدنا عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ کو افسر مقرر کیا تھا پھر مسلمانوں نے پیٹھ پھیر لی، آیت ''اور رسول تم کو پکار رہے تھے تمہارے پیچھے سے'' میں اسی کی طرف اشارہ ہے، اس وقت رسول کریم ﷺ کے ساتھ بارہ صحابیوں کے سوا اور کوئی موجود نہ تھا۔ (صحیح بخاری:4561)

(4) ﴿فَاَثَابَكُمْ غَمًّۢا بِغَمٍّ﴾ ''تو اس نے بدلے میں تمہیں غم کے ساتھ اور غم دیا'' غزوہ احد میں مسلمانوں کو غم کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ساتھ اور غم دیئے: (i) بہت سے مسلمانوں کے قتل ہونے کا غم۔ (ii) نبی ﷺ کی شہادت کی افواہ سے پہنچنے والا غم۔
(iii) مسلمانوں کے زخمی ہونے کا غم۔ (iv) نبی ﷺ کے حکم کی خلاف ورزی کرنے کا غم۔
(v) مال غنیمت سے محرومی کا غم۔ (vi) کفار پر فتح پانے سے محرومی کا غم۔

(5) ﴿لِّكَيْلَا تَحْزَنُوْا عَلٰى مَا فَاتَكُمْ وَلَا مَآ اَصَابَكُمْ﴾ ''تاکہ تم اس پر غم نہ کرو جو تمہارے ہاتھ سے نکل گیا اور نہ اس پر جو تمہیں مصیبت پہنچی'' اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو غم پر غم دیئے تاکہ ان کے اندر برداشت کرنے کی قوت اور حوصلہ پیدا ہو جائے۔ اگر یہ عزم پیدا ہو جائے تو جانے والی چیزوں پر ملال نہیں رہتا۔

(6) یہ سب اس لیے ہوا تاکہ انہیں مصیبتوں پر صبر کرنے کی عادت پڑے اور ان کے دلوں میں یہ بات بیٹھ جائے کہ فتح ونصرت اور حصول مال غنیمت سب اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہوتا ہے، ان کی قدرت وطاقت کا اس میں کوئی دخل نہیں۔ (تیسیر الرحمٰن)

(7) ﴿وَاللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ پوری خبر رکھنے والا ہے اس کی جو تم عمل کرتے ہو'' اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال سے باخبر ہے یعنی دل کے حالات اور بدلتے واقعات سب اللہ تعالیٰ کی خبر میں ہیں۔ اس لئے تمہیں اللہ تعالیٰ کی طرف ہی رجوع کرنا چاہئے۔

(8) احد کے میدان میں مسلمانوں کے اندر جو کمزوری اور بزدلی پیدا ہوئی تھی اور اس کے نتیجے میں جو بھگدڑ مچی اور ایک کے بعد ایک صدمہ پہنچا، اللہ تعالیٰ نے اس ماحول سے گزرنے والے مسلمانوں کو اپنی ذات کا شعور دلایا ہے کہ اللہ تعالیٰ خبر رکھتا ہے جو تم عمل کرتے ہو۔ اگر مسلمان میدان احد میں دل کی گہرائیوں سے اپنے اعمال پر اللہ تعالیٰ کو خبردار سمجھتے تو صورت حال مختلف ہوتی۔

﴿ثُمَّ اَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ الْغَمِّ اَمَنَةً نُّعَاسًا يَّغْشٰى طَآئِفَةً مِّنْكُمْ ۙ

''پھر اللہ تعالیٰ نے اس غم کے بعد تم پر ایک امن نازل فرمایا، ایک اونگھ تھی جو تم میں سے کچھ لوگوں پر چھا رہی تھی

وَطَآئِفَةٌ قَدْ اَهَمَّتْهُمْ اَنْفُسُهُمْ يَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ غَيْرَ الْحَقِّ ظَنَّ الْجَاهِلِيَّةِ ؕ

اور یقیناً کچھ لوگ تھے جن کی جانوں نے انہیں فکر میں ڈال رکھا تھا، وہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں ناحق جاہلیت کا گمان کر رہے تھے،

يَقُوْلُوْنَ هَلْ لَّنَا مِنَ الْاَمْرِ مِنْ شَيْءٍ ؕ قُلْ اِنَّ الْاَمْرَ كُلَّهٗ لِلّٰهِ ؕ

وہ کہتے تھے: ''کیا اس کام میں ہمارا کچھ بھی اختیار ہے؟'' آپ کہہ دیں: ''بلاشبہ سارا کام اللہ تعالیٰ ہی کے اختیار میں ہے۔''

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

يُخْفُوْنَ فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ مَّا لَا يُبْدُوْنَ لَكَ ۭ يَقُوْلُوْنَ لَوْ كَانَ لَنَا مِنَ الْاَمْرِ

وہ اپنے دلوں میں ایسی بات چھپائے ہوئے ہیں جو آپ کے لیے ظاہر نہیں کرتے، وہ کہتے ہیں: ''اگر اس میں ہمارا کچھ بھی

شَيْءٌ مَّا قُتِلْنَا هٰهُنَا ۭ قُلْ لَّوْ كُنْتُمْ فِيْ بُيُوْتِكُمْ لَبَرَزَ الَّذِيْنَ كُتِبَ

اختیار ہوتا تو ہم یہاں نہ مارے جاتے'' آپ کہہ دیں: ''اگر تم اپنے گھروں میں ہوتے تو بھی جن کا قتل ہونا لکھا گیا تھا

عَلَيْهِمُ الْقَتْلُ اِلٰى مَضَاجِعِهِمْ ۚ وَلِيَبْتَلِيَ اللّٰهُ مَا فِيْ صُدُوْرِكُمْ

وہ ضرور اپنے لیٹنے کی جگہوں کی طرف نکل آتے۔'' اور تا کہ اللہ تعالیٰ اسے آزمالے جو تمہارے سینوں میں ہے اور تا کہ وہ اسے

وَلِيُمَحِّصَ مَا فِيْ قُلُوْبِكُمْ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿

خالص کر دے جو تمہارے دلوں میں ہے اور اللہ تعالیٰ سینوں والی باتیں خوب جاننے والا ہے'' (154)

سوال 1: اس آیت کا شان نزول کیا ہے؟

جواب: زہری نے بیان کیا کہ شیطان نے احد کے دن بلند آواز سے چیخ ماری کہ رسول اکرم ﷺ شہید کر دیے گئے، کعب بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں پہلا شخص ہوں جس نے میدان جنگ میں رسول اکرم ﷺ کو دور سے پہچانا۔ میں نے آپ کی آنکھوں کو خود کے نیچے سے دیکھا۔ دیکھتے ہی خوشی و مسرت میں بلند آواز کے ساتھ میں نے پکارا: اے صحابہ کرام! رسول اللہ ﷺ یہ ہیں۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ (تفسیر ابن عباس: 225/1)

سوال 2: میدانِ اُحد میں صحابہ رضی اللہ عنہم پر طاری ہونے والی اونگھ کی کیفیت کیا تھی، اس کی وضاحت ﴿ثُمَّ --- مِّنْكُمْ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿ثُمَّ اَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ الْغَمِّ اَمَنَةً نُّعَاسًا يَّغْشٰى طَاۗىِٕفَةً مِّنْكُمْ﴾ ''پھر اللہ تعالیٰ نے اس غم کے بعد تم پر ایک امن نازل فرمایا، ایک اونگھ تھی جو تم میں سے کچھ لوگوں پر چھا رہی تھی'' اللہ تعالیٰ نے غم کے بعد اہل یقین پر خاص طور پر کامل امن طاری کر دیا، ان کا خوف جاتا رہا۔ یہاں تک کہ ان کے ہاتھوں سے تلواریں گرتی جا رہی تھیں۔

(2) سیدنا انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ سیدنا ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: احد کے دن ہم صف بندی کیے ہوئے میدان میں تھے کہ ہم پر ایسی اونگھ چھا گئی کہ میرے ہاتھ سے چھوٹ کر تلوار گری جا رہی تھی اور میں اس کو پکڑ رہا تھا۔ وہ گری جا رہی تھی اور میں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پکڑ رہا تھا۔(بخاری:4562)

(3)سیدنا انس رضی اللہ عنہ نے سیدنا ابوطلحہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے:''میں نے احد کے دن اپنا سر اٹھایا اور دیکھنے لگا کہ ہر شخص کا سر ہودج پر جھکا ہوا ہے۔''(تفسیر مظہری:261/2)

(4)غزوہ بدر میں بھی مسلمانوں پر اونگھ طاری کی گئی تھی جیسا کہ فرمایا: ﴿اِذْ يُغَشِّيْكُمُ النُّعَاسَ اَمَنَةً مِّنْهُ﴾ ''جب اللہ تعالیٰ تم پر اونگھ طاری کر رہا تھا، اپنی طرف سے امن دینے کے لیے۔''(الانفال:11)

سوال3:اونگھ خوف زدہ انسان پر کیسے اثرات مرتب کرتی ہے؟

جواب:(1)خوف زدہ اور پریشان حال انسان پر جب اونگھ طاری ہوتی ہے چاہے ایک لمحے کے لیے ہو، جسم پر جادو کے سے اثرات مرتب کرتی ہے۔اونگھ دور ہوتے ہی تروتازگی محسوس ہوتی ہے، جسم آرام محسوس کرتا ہے اور دلوں پر اطمینان کی کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔

(2)امام فخر الدین رازی رحمہ اللہ نے لکھا کہ اونگھ کے کئی فوائد تھے۔ان میں سے ایک اہم فائدہ یہ ہوا کہ دشمنان اسلام جو مسلمانوں کو ختم کرنے کے درپے تھے، ان کا خوف مسلمانوں کے دلوں سے نکل گیا کیونکہ نیند کی حالت میں محفوظ رہنے نے اللہ تعالیٰ کے وعدے پر یقین بڑھا دیا۔(تیسیر الرحمن:215)(3)ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا: قتل میں اونگھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے امن ہے اور نماز میں اونگھ شیطان کی طرف سے ہے۔(الدر المنثور:156/2)

سوال4: غزوہ احد میں ڈگمگاتے ایمان والوں کی کیا حالت تھی، اس کی وضاحت ﴿طَآئِفَةٌ...الصُّدُوْرِ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿طَآئِفَةٌ قَدْ اَهَمَّتْهُمْ اَنْفُسُهُمْ﴾''اور یقینا کچھ لوگ تھے جن کی جانوں نے انہیں فکر میں ڈال رکھا تھا'' ڈگمگاتے ایمان والوں کی خصوصیت ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کو اپنا سرپرست نہیں بناتے، اس پر اعتماد نہیں کرتے، اپنے آپ کو تقدیر کے سپرد نہیں کرتے۔وہ دین کی فکر سے خالی ہوتے ہیں۔

(2)انہیں صرف اپنی فکر لاحق تھی۔انہیں نہ تو اپنے دین کی فکر تھی، نہ اپنے رسول کی، اور نہ ہی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی، خوف وقلق اور جزع فزع کی وجہ سے انہیں کہاں نیند آسکتی تھی!(تیسیر الرحمن)

(3)ایسے لوگوں کے دلوں میں ایمان کی حقیقت جاگزیں نہیں ہوتی اور وہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں بدگمانیاں کرتے ہیں۔

(4)﴿يَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ غَيْرَ الْحَقِّ ظَنَّ الْجَاهِلِيَّةِ﴾''وہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں ناحق جاہلیت کا گمان کر رہے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تھے" اللہ تعالیٰ کے ساتھ جاہلیت والے گمان یہ تھے کہ (i) نبی ﷺ کا معاملہ باطل ہے۔

(ii) انہیں اللہ تعالیٰ کی مدد حاصل نہیں۔

(iii) جس دین کی دعوت دیتے ہیں اس کا مستقبل مایوس کن ہے۔

(5) ﴿يَقُوْلُوْنَ هَلْ لَّنَا مِنَ الْاَمْرِ مِنْ شَيْءٍ﴾ "وہ کہتے تھے: "کیا اس کام میں ہمارا کچھ بھی اختیار ہے؟" یہ عبداللہ بن ابی بن سلول کی طرف اشارہ ہے۔ جنگ کے لیے مدینہ سے نکلنے سے پہلے اس نے یہی مشورہ دیا تھا کہ شہر کے اندر ہی رہ کر دفاع کیا جائے اس لیے جب اسے خبر ملی کہ خزرج کے بہت سے لوگ قتل ہو گئے تو اس نے مسلمانوں میں بدظنی پھیلانے کے لیے کہا ﴿هَلْ لَّنَا مِنَ الْاَمْرِ مِنْ شَيْءٍ﴾ "کیا اس کام میں ہمارا کچھ بھی اختیار ہے؟" (تیسیر الرحمٰن)

(6) قتادہ اور ربیع نے کہا: جاہلیت کے گمان اہل شرک کے تھے۔ (جامع البیان: 148/4)

(7) ﴿قُلْ اِنَّ الْاَمْرَ كُلَّهٗ لِلّٰهِ﴾ "آپ کہہ دیں: "بلاشبہ سارا کام اللہ تعالیٰ ہی کے اختیار میں ہے" ان کو جواب یہ دیا گیا کہ کہہ دو یقیناً سارا معاملہ اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے۔

(8) امر دو امور پر مشتمل ہوتا ہے امر قدری اور امر شرعی۔ پس تمام چیزوں کا ظہور اللہ تعالیٰ کی قضاء وقدر سے ہے اور اللہ تعالیٰ کے اولیاء اور اس کی اطاعت کرنے والوں کے حق میں ان چیزوں کا انجام فتح وظفر ہی ہوتا ہے خواہ ان پر کچھ بھی گزر جائے۔ (تفسیر سعدی)

(9) ﴿يُخْفُوْنَ فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ مَّا لَا يُبْدُوْنَ لَكَ﴾ "وہ اپنے دلوں میں ایسی بات چھپائے ہوئے ہیں جو آپ کے لیے ظاہر نہیں کرتے" وہ اپنے دلوں میں رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے خلاف کفر، بغض اور دشمنی چھپائے ہوئے تھے جس کو ظاہر نہیں کرتے تھے۔ (ایسر التفاسیر)

(10) ان کے دل وسوسوں اور شبہات سے بھرے ہوئے ہیں مثلاً: (i) قیادت کی غلطی ہے۔

(ii) قیادت کے اختیارات میں ہمارا کوئی حصہ ہوتا تو یہاں نہ مارے جاتے۔

(11) ﴿يَقُوْلُوْنَ لَوْ كَانَ لَنَا مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ مَّا قُتِلْنَا هٰهُنَا﴾ "وہ کہتے ہیں: "اگر اس میں ہمارا کچھ بھی اختیار ہوتا تو ہم یہاں نہ مارے جاتے" یہ ان کی طرف سے اللہ تعالیٰ کی قضاء وقدر کا انکار اور اس کی تکذیب ہے اور یہ رسول اللہ ﷺ اور آپ کے اصحاب کرام رضی اللہ عنہم کی رائے کو بے وقوفی کی طرف منسوب کرنا اور اپنے آپ کو پاک صاف اور صحیح قرار دینا ہے۔ (تفسیر سعدی)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(12)انسان کے دل میں قیادت کے خلاف وسوسے تب آتے ہیں:

(i)جب انسان نظریے کے لیے خالص اور یک سو نہیں ہوتا۔(ii)جب کسی موقع پر شکست سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔

(iii)جب توقع سے زیادہ قیمت ادا کرنی پڑتی ہے۔(iv)جب ناگوار نتائج کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

(13)اللہ تعالیٰ نے انہیں جواب دیتے ہوئے فرمایا:﴿قُلْ لَّوْ كُنْتُمْ فِيْ بُيُوْتِكُمْ لَبَرَزَ الَّذِيْنَ كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقَتْلُ اِلٰى مَضَاجِعِهِمْ﴾ ''آپ کہہ دیں: اگر تم اپنے گھروں میں ہوتے تو بھی جن کا قتل ہونا لکھا گیا تھا وہ ضرور اپنے لیٹنے کی جگہوں کی طرف نکل آتے''یعنی موت اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ جہاں کسی کے لیے لکھی ہوئی ہو آ کر رہتی ہے۔احتیاطی تدابیر کسی کو موت سے نہیں بچا سکتیں۔

(14)اسباب خواہ کتنے ہی بڑے کیوں نہ ہوں وہ تب ہی فائدہ دیتے ہیں جب قضاء وقدر معارض نہ ہو۔ جب قضاء وقدر اسباب کے خلاف ہو تو اسباب کوئی فائدہ نہیں دیتے بلکہ اللہ تعالیٰ نے موت وحیات کے جو فیصلے لوح محفوظ میں لکھ دیئے ہیں وہ نافذ ہو کر رہتے ہیں۔(تفسیر سعدی)

(15)﴿وَلِيَبْتَلِيَ اللّٰهُ مَا فِيْ صُدُوْرِكُمْ﴾ ''اور تا کہ اللہ تعالیٰ اسے آزمالے جو تمہارے سینوں میں ہے'' یہ سب کچھ اس لیے ہوا کہ خبیث وطیب کی، مومن ومنافق کی، سچے اور جھوٹے کی پہچان ہو جائے۔

(16)اللہ تعالیٰ سینوں کے اندر پروان چڑھنے والے اخلاص یا نفاق کو ظاہر کر کے حجت بنا دینا چاہتے تھے۔مومنوں کے ایمان میں تو اس سے اضافہ ہوا اور کافروں کے امراض ان کی زبان سے ظاہر ہوئے۔(تفسیر قاسمی)

(17) اللہ تعالیٰ یہ چاہتے تھے کہ مخلص مسلمانوں کا اخلاص اور منافقوں کا نفاق کھل جائے کیونکہ ایسے حالات سے گزرنے کے بعد مومن کا ایمان بڑھ جاتا ہے اور منافق کی زبان سے اسلام کے بارے میں عدم اطمینان کا اظہار ہوتا ہے۔

(18)﴿وَلِيُمَحِّصَ مَا فِيْ قُلُوْبِكُمْ﴾ ''اور تا کہ وہ اسے خالص کر لے جو تمہارے دلوں میں ہے'' اس سے مراد یہ ہے کہ آزمائش اس لئے آتی ہے تا کہ جب کھوٹا کھرا الگ الگ ہو جائے تو کھوٹ کو اللہ تعالیٰ صاف کر دے۔

(19)اس کی ایک حکمت یہ بھی تھی کہ امتحان کے مراحل سے گزر کر مومن غفلت اور شیطانی وسوسوں سے نجات پا سکے جو اسلام اور ایمان کے منافی ہیں۔(20)﴿وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ سینوں والی باتیں خوب جاننے والا ہے''یعنی اللہ تعالیٰ دل کے اندر چھپے رازوں سے خوب واقف ہے۔

سوال 5:اللہ تعالیٰ نے اپنے ﴿عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ﴾ ہونے کا شعور کیسے دلایا ہے؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جواب:(1)اللہ تعالیٰ نے دلوں کے اندر چھپے ہوئے نفاق کو ظاہر کر کے اپنے ﴿عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ﴾ ہونے کا شعور دلایا ہے۔

(2)اللہ تعالیٰ نے دلوں کے ایمان کے علم سے اپنے ﴿عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ﴾ ہونے کا شعور دلایا ہے۔

(3)اللہ تعالیٰ نے دلوں کے اندر آنے والے وسوسوں سے اپنے ﴿عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ﴾ ہونے کا شعور دلایا ہے۔

(4)اللہ تعالیٰ نے جاہلیت کے گمانوں سے اپنے ﴿عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ﴾ ہونے کا شعور دلایا ہے۔

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ تَوَلَّوْا مِنْكُمْ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ ۙ اِنَّمَا اسْتَزَلَّهُمُ الشَّيْطٰنُ

"یقیناتم میں سے جولوگ اس دن پیٹھ پھیر گئے جب دو جماعتوں کا باہمی تصادم ہوا، یقیناانہیں شیطان ہی نے ان کے بعض اعمال کی

بِبَعْضِ مَا كَسَبُوْا ۚ وَ لَقَدْ عَفَا اللّٰهُ عَنْهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ﴾ ع 16 7

وجہ سے پھسلا دیا تھا اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے انہیں یقیناً معاف کر دیا ہے، بے شک اللہ تعالیٰ بے حد بخشنے والا، نہایت بردبار ہے"(155)

سوال 1: احد کے دن بعض مومنوں کے میدان جنگ سے بھاگ جانے کا سبب حکم عدولی تھا، اس کی وضاحت ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ...حَلِيْمٌ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿اِنَّ الَّذِيْنَ تَوَلَّوْا مِنْكُمْ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ اِنَّمَا اسْتَزَلَّهُمُ الشَّيْطٰنُ بِبَعْضِ مَا كَسَبُوْا﴾ "یقیناً تم میں سے جولوگ اس دن پیٹھ پھیر گئے جب دو جماعتوں کا باہمی تصادم ہوا یقیناانہیں شیطان ہی نے ان کے بعض اعمال کی وجہ سے پھسلا دیا تھا" اس آیت میں ان سچے مسلمانوں کا ذکر ہے جن سے بتقاضائے بشریت ذرا سی لغزش ہوگئی تھی۔اس دن جولوگ بھاگ کھڑے ہوئے دراصل ان کے پہلے گناہوں کی وجہ سے شیطان نے انہیں ڈگمگا دیا، نہ یہ اللہ تعالیٰ کے رسول کی حکم عدولی کرتے، نہ میدان جنگ سے بھاگتے۔لڑائی سے بھاگنا حرام ہے مگر یہ حکم عدولی کا وبال تھا کہ لڑائی سے بھاگ کھڑے ہوئے۔(السراج المنیر:1/267)

(2)ان کے گناہوں اور نبی ﷺ کے حکم کی مخالفت کی وجہ سے، اللہ تعالیٰ کی تائید اور نصرت ان سے روک دی گئی جس کا اللہ تعالیٰ نے ان سے وعدہ کیا تھا۔(تفسیر منیر:2/454)

(3)شیطان کو انسان کے گناہوں کی وجہ سے بہکانے کا موقع ملتا ہے۔حافظ ابن قیم رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ انسان کے اعمال لشکر کی مانند ہیں۔اگر اچھے ہوں تو ان سے دشمن کے خلاف تقویت ملتی ہے اور اگر برے ہوں تو دشمن کو تقویت ملتی ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(4)انسان سے اس وقت غلطی ہوتی ہے: (i)جب اسے اپنے اوپر قابو نہیں رہتا۔(ii)جب اللہ تعالیٰ سے اس کا تعلق کمزور پڑ جاتا ہے۔(iii)جب اسے اللہ تعالیٰ کی رضا پر بھروسہ نہیں رہتا۔(iv)اس مقام پر شیطان انسان پر حملہ آور ہوتا ہے۔وہ ایسے انسان سے غلطیاں کرواتا ہے۔

(5)اگر وہ اپنے رب کی اطاعت کے ذریعے محفوظ رہنے کی کوشش کرتے تو شیطان کو ان پر کوئی اختیار نہ ہوتا جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:﴿اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَكَ عَلَیْهِمْ سُلْطٰنٌ﴾"میرے بندوں پر بلاشبہ تجھے کوئی غلبہ نہیں۔" (بنی اسرائیل:65)(تفسیر سعدی)

(6)﴿وَلَقَدْ عَفَا اللّٰهُ عَنْهُمْ﴾"اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے انہیں یقیناً معاف کر دیا ہے"اللہ تعالیٰ نے میدان جنگ میں ہونے والی لغزشوں کی معافی کا اعلان کیا ہے۔

(7)رسول اللہ ﷺ کے پاس صرف تیرہ یا چودہ مسلمان رہ گئے تھے جن میں سات مہاجرین تھے اور سات انصار۔مہاجرین میں سے سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ،سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ،سیدنا علی رضی اللہ عنہ،سیدنا طلحہ رضی اللہ عنہ بن عبید اللہ،سیدنا عبدالرحمن رضی اللہ عنہ بن عوف،سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ بن عوام اور سیدنا سعد رضی اللہ عنہ بن ابی وقاص تھے اور سیدنا عثمان بھی ان لوگوں میں شامل تھے جنہوں نے راہ فرار اختیار کی تھی۔چنانچہ شیعہ حضرات سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ پر ایک یہ طعن بھی کرتے ہیں حالانکہ خود اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں کہ یہ فرار محض شیطانی اغوا تھا،ایمان کی کمزوری کی بنا پر نہ تھا اور اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کا قصور معاف فرما دیا ہے۔(تیسیر القرآن:320/1)

(8)اللہ تعالیٰ نے ان مسلمانوں کی معافی کا اعلان کیا اس لیے کہ ان کا فرار نفاق کا نتیجہ نہیں تھا بلکہ یہ ایک عارضی غلطی تھی۔ (تیسیر الرحمٰن)

(9)اللہ تعالیٰ نے انہیں معاف کر دیا:(i)جب اس نے یہ جان لیا کہ مسلمانوں کے اندر اللہ تعالیٰ کو پانے کی طلب ہے۔وہ اس سے جڑنا چاہتے ہیں۔(ii)جب اللہ تعالیٰ نے یہ جان لیا کہ وہ لوگ سرکشی نہیں کرنا چاہتے۔

(10)﴿اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ حَلِیْمٌ﴾"بے شک اللہ تعالیٰ بے حد بخشنے والا،نہایت بردبار ہے"(i)اللہ تعالیٰ غفور ہے سارے صغیرہ کبیرہ گناہ بخش دیتا ہے۔(ii)اللہ تعالیٰ حلیم ہے وہ گناہوں پر سزا دینے میں جلدی نہیں کرتا۔(تفسیر منیر:460/2)

سوال2:اللہ تعالیٰ نے اپنی صفات غفور اور رحیم کا کیسے شعور دلایا ہے؟

جواب:(1)اللہ تعالیٰ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کی لغزشوں کے باوجود ان کے دلوں میں موجود ایمان کے علم سے اپنی مغفرت کا شعور دلایا ہے۔

(2)اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ان کی لغزشوں کے باوجود معاف کرنے سے اپنی رحمت کا شعور دلایا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَقَالُوْا لِاِخْوَانِهِمْ اِذَا

"اے لوگو جو ایمان لائے ہو! تم ان لوگوں جیسے نہ ہو جانا جنہوں نے کفر کیا اور انہوں نے اپنے بھائیوں کے بارے میں کہا

ضَرَبُوْا فِي الْاَرْضِ اَوْ كَانُوْا غُزًّى لَّوْ كَانُوْا عِنْدَنَا مَا مَاتُوْا وَمَا قُتِلُوْا ۚ

جب انہوں نے زمین میں سفر کیا یا وہ لڑنے والے تھے کہ اگر وہ ہمارے پاس ہی رہتے تو نہ مرتے اور نہ وہ قتل کیے جاتے، تاکہ

لِيَجْعَلَ اللّٰهُ ذٰلِكَ حَسْرَةً فِيْ قُلُوْبِهِمْ ۗ وَاللّٰهُ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ ۗ وَاللّٰهُ بِمَا

اللہ تعالیٰ اس کو ان کے دلوں میں حسرت بنا دے، حالانکہ اللہ تعالیٰ ہی زندگی بخشتا اور موت دیتا ہے، اور جو بھی تم عمل کرتے ہو

تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ﴾

اللہ تعالیٰ اس کو خوب دیکھنے والا ہے" (156)

سوال 1: منافقوں اور کافروں کے عقیدے کی مشابہت نہ کی جائے، اس حکم کی وضاحت ﴿يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ ... بَصِيْرٌ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا﴾ "اے لوگو جو ایمان لائے ہو! تم ان لوگوں جیسے نہ ہو جانا جنہوں نے کفر کیا" اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو منافقوں اور کافروں کے فاسد عقیدے کی مشابہت سے روکا ہے۔

(2) ﴿وَقَالُوْا لِاِخْوَانِهِمْ اِذَا ضَرَبُوْا فِي الْاَرْضِ اَوْ كَانُوْا غُزًّى لَّوْ كَانُوْا عِنْدَنَا مَا مَاتُوْا وَمَا قُتِلُوْا﴾ "اور انہوں نے اپنے بھائیوں کے بارے میں کہا جب انہوں نے زمین میں سفر کیا یا وہ لڑنے والے تھے کہ اگر وہ ہمارے پاس ہی رہتے تو نہ مرتے اور نہ وہ قتل کیے جاتے" کافروں نے اپنے ان بھائیوں کے بارے میں جو سفر میں یا لڑائی میں مر گئے تھے یہ کہا تھا کہ اگر وہ گھر میں رہتے اور نہ سفر کرتے اور نہ لڑائی کرتے تو نہ مارے جاتے۔

(3) کسی کی موت یا شہادت پر اس قول کو ﴿لَّوْ كَانُوْا عِنْدَنَا مَا مَاتُوْا وَمَا قُتِلُوْا﴾ "اگر وہ ہمارے پاس ہی رہتے تو نہ مرتے اور نہ وہ قتل کیے جاتے" کفر قرار دیا گیا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ کفر اسلام سے اور اسلامی عقیدے سے انکار کو کہتے ہیں۔ اسلامی عقیدے کے مطابق زندگی اور موت اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ جب انسان ایسی بات کہتا ہے کہ "اگر ہمارے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پاس ہوتے تو نہ مرتے اور نہ مارے جاتے'' تو زندگی اور موت کے اختیار کو اپنے ہاتھ میں لے لیتا ہے جو اللہ تعالیٰ کے موت و حیات کے مالک ہونے کے عقیدے کا انکار ہے۔ اس لئے اس قول کو کفر اور کہنے والے کو کافر قرار دیا گیا۔

(4) ﴿لِيَجْعَلَ اللّٰهُ ذٰلِكَ حَسْرَةً فِيْ قُلُوْبِهِمْ﴾ ''تا کہ اللہ تعالیٰ اس کو ان کے دلوں میں حسرت بنا دے'' اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں یہ عقیدہ اس لیے پیدا کیا تا کہ اپنے بھائیوں کی موت اور ان کے قتل ہونے پر ان کی حسرت میں مزید اضافہ ہو جائے۔

(5) مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ ان کی بات نے انہیں غم دیا، ان کو کسی چیز نے نفع نہیں دیا۔ (الدر المنثور: 158/2)

(6) اللہ تعالیٰ نے کافروں کی تردید کرتے ہوئے فرمایا: ﴿وَاللّٰهُ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ﴾ ''حالانکہ اللہ تعالیٰ ہی زندگی بخشتا اور موت دیتا ہے'' موت و حیات کے بارے میں صحیح عقیدہ یہ ہے کہ (i) وہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے ''وہی زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے'' (ii) موت کا ایک وقت مقرر ہے۔ (iii) جب موت کا وقت آ جائے تو وہ قلعوں کے اندر بھی آ جائے گی۔

(7) دلی حسرت سے صحیح عقیدہ رکھنے والے مسلمان ہی بچ سکتے ہیں جو اس بات کا شعور رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے اور زندگی اور موت پر اللہ تعالیٰ کا اختیار ہے۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کے نزدیک طاقت ور مومن ضعیف مومن سے زیادہ اچھا اور محبوب ہے اور ہر ایک میں خیر اور بھلائی ہے۔ تم ان کاموں کی حرص کرو جو تمہارے لئے مفید ہیں (یعنی آخرت میں کام دیں) اور اللہ تعالیٰ سے مدد مانگو اور ہمت نہ ہارو اور جو تجھ پر کوئی مصیبت آئے تو یوں مت کہہ کہ اگر میں ایسا کرتا یا ایسا کرتا تو یہ مصیبت نہ آتی، لیکن یوں کہو کہ اللہ تعالیٰ کی تقدیر میں ایسا ہی تھا جو اس نے چاہا کیا اور اگر مگر کرنا شیطان کے لئے راہ کھولنا ہے۔'' (صحیح مسلم: 6774)

(8) موت و حیات کو اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں تسلیم کر لینے سے انسان کے اندر گہری تبدیلی آتی ہے: (i) اس کی وجہ سے انسان کے دل میں اللہ تعالیٰ کی راہ میں لڑنے کا جذبہ ابھرتا ہے۔ (ii) انسان پختہ ارادوں والا ہو جاتا ہے۔

(iii) انسان کے حوصلے بلند ہو جاتے ہیں۔ (iv) انسان حسرتوں سے بچ جاتا ہے۔ (v) بے چینی و اضطراب سے بچ جاتا ہے۔ (vi) اسے دلی سکون نصیب ہوتا ہے۔ (vii) بزدلی سے بچ جاتا ہے۔ (viii) زندگی بچائے نہیں پھرتا بلکہ اسے بلند مقاصد کے حصول کے لیے، اپنے رب کو راضی کرنے کے لیے نچھاور کرنے کو تیار رہتا ہے۔

(9) ﴿وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ﴾ ''اور جو بھی تم عمل کرتے ہو اللہ تعالیٰ اس کو خوب دیکھنے والا ہے'' اللہ تعالیٰ نے زبان اور دل کے عمل کی طرف توجہ دلائی ہے جن اعمال کے بارے میں عام طور پر لوگ بے شعوری میں مبتلا ہونے کی وجہ سے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بے پرواہ رہتے ہیں۔

(10) اللہ تعالیٰ نے دل کے اور ظاہری اعمال پر بصیر ہونے کی طرف توجہ دلا کر انسان کو اپنے خیالات اور اپنی باتوں کی وجہ سے پیدا ہونے والے فساد سے روکا ہے۔

سوال 2: زندگی اور موت کے بارے میں مومن اور کافر کے عقیدے میں کیا بنیادی فرق ہوتا ہے؟

جواب:

مومن کی سوچ	غیر مومن کی سوچ
(1) دنیا میں ہونے والے کاموں کے پیچھے اللہ تعالیٰ کے ہاتھ پر یقین رکھتا ہے۔	(1) ظاہری اسباب پر یقین رکھتا ہے۔
(2) زندگی، موت، کامیابی اور ناکامی کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے سمجھتا ہے۔	(2) زندگی، موت، کامیابی اور ناکامی کو اپنی تدبیروں کا نتیجہ سمجھتا ہے۔
(3) اگر کوئی حادثہ پیش آئے تو اللہ تعالیٰ کی رضا سمجھ کر مطمئن ہو جاتا ہے۔	(3) حادثہ پیش آئے تو غم میں مبتلا ہوتا ہے کہ میں نے فلاں تدبیر کی ہوتی تو حادثے سے بچ جاتا۔
(4) جو ہر کام کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے سمجھتا ہے وہ اپنے وجود کی قیمت پر، اپنے مال سے، اپنے وقت، اپنی صلاحیت سے جنت حاصل کرنے کی تگ و دو میں زندگی گزارتا ہے۔	(4) جو دنیا کے اسباب کو اہمیت دیتا ہے اور دنیا کی چیزوں کی فراہمی میں ساری زندگی لگا دیتا ہے۔

﴿وَلَئِنْ قُتِلْتُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَوْ مُتُّمْ لَمَغْفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَحْمَةٌ

''اور یقیناً اگر تم اللہ تعالیٰ کی راہ میں مارے جاؤ یا مر جاؤ تو اللہ تعالیٰ کی بخشش اور رحمت اس سے کہیں

خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ﴾

بہتر ہے جسے وہ جمع کرتے ہیں'' (157)

سوال: اللہ تعالیٰ کی راہ میں مارا جانا دنیا کی زندگی سے بہتر ہے، اس کی وضاحت ﴿وَلَئِنْ ... يَجْمَعُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جواب:(1)اللہ تعالیٰ کی راہ میں مارا جانا دنیا کی زندگی سے بہتر ہے۔یہ موت اس لیے بہتر ہے کہ اس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ کی رحمت اور مغفرت نصیب ہوتی ہے۔رب العزت نے فرمایا:﴿وَلَئِنْ قُتِلْتُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَوْ مُتُّمْ لَمَغْفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَحْمَةٌ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ﴾''اور یقیناً اگر تم اللہ تعالیٰ کی راہ میں مارے جاؤ یا مرجاؤ تو اللہ تعالیٰ کی بخشش اور رحمت اس سے کہیں بہتر ہے جسے وہ جمع کرتے ہیں''اللہ تعالیٰ کی راہ میں مرجانا یا مارا جانا بہت بڑی سعادت ہے۔

(2)اللہ تعالیٰ کی راہ میں مارا جانا اس سارے مال ومتاع سے بہتر ہے جسے اس دنیا کی زندگی میں جمع کرتے ہیں۔وہ ڈھلتا سایہ ہے اور شہادت پر ملنے والی نعمتیں ہمیشہ رہنے والی ہیں۔(تفسیر مراغی:91/2)

(3)اللہ تعالیٰ نے آگاہ فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے راستے میں قتل ہوجانا یا مرجانا،اس میں کوئی نقص یا کوئی ایسی چیز نہیں ہے جس سے پرہیز کیا جائے بلکہ یہ تو ایک ایسا معاملہ ہے جس میں رغبت کے لیے لوگوں کو مسابقت کرنی چاہیے کیونکہ یہ ایک سبب ہے جو اللہ تعالیٰ کی مغفرت اور رحمت تک پہنچاتا ہے اور یہ اس دنیاوی مال ومتاع سے کہیں بہتر ہے جسے دنیا والے جمع کرتے ہیں۔(تفسیر سعدی)

(4)اس زندگی میں انسان کو جو کچھ ملتا ہے وہ عارضی ہے۔وقت،زندگی،مال،اولاد،صلاحیتیں،قوتیں،ہر چیز مقررہ وقت پر،مقررہ مقام پر اللہ تعالیٰ کی تقدیر کے مطابق ملتی ہے۔انسان جو کچھ اس زندگی میں پالیتا ہے وہ اس کا رہتا نہیں مثلاً وقت ختم ہوجانے والا ہے،عمر تمام ہونے والی ہے،زندگی بیماریوں،حادثوں،مصیبتوں اور دکھوں کا شکار ہوجانے والی ہے، صلاحیتیں اور قوتیں زوال پذیر ہونے والی ہیں،مال حفاظت کے باوجود ہاتھ سے نکل جانے والا ہے۔اس زندگی کی ہر چیز فانی ہے۔کسی چیز کے بارے میں انسان کو مستقل اطمینان نہیں رہتا۔جب کہ آخرت ہمیشہ رہنے والی ہے۔﴿وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى﴾''اور آخرت بہتر بھی ہے اور باقی رہنے والی بھی ہے۔''(الاعلیٰ:17)

﴿وَلَئِنْ مُّتُّمْ اَوْ قُتِلْتُمْ لَاِاِلَى اللّٰهِ تُحْشَرُوْنَ﴾

''اور یقیناً اگر تم مرگئے یا قتل کردیئے گئے تو اللہ تعالیٰ ہی کی طرف تم جمع کیے جاؤ گے''(158)

سوال 1:سب کا حشر اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہونا ہے،اس حقیقت کی وضاحت ﴿وَلَئِنْ مُّتُّمْ ... تُحْشَرُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)اس حقیقت کو واضح کرتے ہوئے رب العزت نے فرمایا:﴿وَلَئِنْ مُّتُّمْ اَوْ قُتِلْتُمْ لَاِاِلَى اللّٰهِ تُحْشَرُوْنَ﴾ ''یقیناً اگر تم مرگئے یا قتل کردیئے گئے تو اللہ تعالیٰ ہی کی طرف تم جمع کیے جاؤ گے''یعنی مرنے یا مارے جانے کے بعد سب

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کا حشر اللہ تعالیٰ کے پاس ہونا ہے جو ہر ایک کو اس کے عمل کی پوری جزا دے گا۔

(2) انسان کو جب یہ یقین ہو جاتا ہے کہ وہ مرے یا قتل ہو جائے رب کے پاس ہی جمع ہونا ہے تو وہ عظیم موت (شہادت) کے حصول کے لیے، بڑے مقصد (جہاد) کے لیے جینے کا ارادہ کر لیتا ہے۔

(3) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جو شخص میری راہ میں اس طرح نکلا کہ میری راہ میں جہاد، مجھ پر ایمان اور میرے رسولوں کی تصدیق نے ہی اسے نکلنے پر مجبور کیا تو میری یہ ذمہ داری ہے کہ میں اسے جنت میں داخل کروں یا اسے اس کے مسکن تک جہاں سے وہ نکلا ہے اس طرح واپس لاؤں کہ وہ اجر یا غنیمت سے مالا مال ہو۔ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد ﷺ کی جان ہے! اللہ تعالیٰ کی راہ میں کسی شخص کو جو بھی زخم آئے گا وہ قیامت کے دن اسی زخمی حالت میں اللہ تعالیٰ کے حضور پیش ہوگا۔ اس زخم کا رنگ تو خون کا ہوگا لیکن اس کی خوشبو مشک کی ہوگی۔ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد ﷺ کی جان ہے! اگر میری امت کے لیے تکلیف دہ نہ ہوتا تو میں اللہ تعالیٰ کی راہ میں لڑی جانے والی کسی بھی جنگ میں پیچھے نہ رہتا لیکن نہ تو میرے پاس اتنی وسعت ہے کہ میں ان سب کو سامان جنگ مہیا کر سکوں اور نہ ان کو خود ہی اس قدر وسعت حاصل ہے۔ مسلمانوں کو یہ بھی ناگوار گزرتا ہے کہ میں کسی مہم کے لیے نکلوں اور وہ پیچھے رہ جائیں۔ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد ﷺ کی جان ہے! میری خواہش ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کی راہ میں لڑوں اور مارا جاؤں پھر لڑوں پھر مارا جاؤں پھر لڑوں پھر مارا جاؤں۔'' (صحیح مسلم:4859)

﴿فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ ۚ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ ۖ

''پس اللہ تعالیٰ کی بڑی رحمت ہی کی وجہ سے آپ ان کے لیے نرم ہو گئے ہیں اور اگر آپ بدخلق اور سخت دل ہوتے تو یقیناً وہ آپ

فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْاَمْرِ ۚ فَاِذَا عَزَمْتَ

کے آس پاس سے منتشر ہو جاتے، سو آپ انہیں معاف کر دیں اور ان کے لئے بخشش مانگیں اور معاملات میں ان سے مشورہ کریں پھر

فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِيْنَ﴾

جب آپ پختہ ارادہ کر لیں تو اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کریں بلاشبہ اللہ تعالیٰ بھروسہ کرنے والوں سے محبت کرتا ہے'' (159)

سوال 1: رسول اللہ ﷺ بے حد نرم دل اور مہربان ہیں، اس کی وضاحت ﴿فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ ... وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ﴾ کی روشنی میں کریں؟

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

جواب: (1)﴿فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ﴾ ''پس اللہ تعالیٰ کی بڑی رحمت ہی کی وجہ سے آپ ان کے لیے نرم ہو گئے ہیں'' اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ سے مخاطب ہو کر اپنے احسان کا ذکر فرمایا ہے کہ اس کی خاص رحمت سے آپ ﷺ اپنی امت کے لیے بے حد نرم دل، مہربان اور شفیق ہیں۔

(2) رب العزت نے فرمایا: ﴿لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ﴾ ''بلاشبہ تمہارے پاس یقیناً تم ہی میں سے ایک عظیم رسول آیا ہے اس پر گراں ہے جو تم مشقت میں پڑو، تم پر بہت حرص رکھنے والا ہے، مومنوں پر بہت شفقت کرنے والا، نہایت مہربان ہے۔'' (التوبہ:128)

(3) غیروں (اور غیر بھی کیسے بعض معاندوں تک) کے دو ایک قول سننے کے قابل ہیں۔ لین پول نے کہا ہے: ''ظلم محمد کی سرشت ہی میں نہ تھا'' اور باسورتھ اسمتھ کا بیان ہے کہ ''انہوں نے عمر بھر کسی کو اپنے ہاتھ سے نہیں مارا، کوئی مصافحہ کرتا تو نہ وہ اپنا ہاتھ الگ کرنے میں سبقت کرتے نہ از خود اس سے الگ ہوتے، گفتگو بہت نرم و شیریں کرتے۔'' اور ہسٹوریز ہسٹری آف دی ورلڈ میں ہے: پیغمبر کا میلان طبع ہمیشہ نرمی ہی کی جانب رہتا۔ (تفسیر ماجدی:654/1)

(4) سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے دس سال تک رسول اللہ ﷺ کی خدمت کی۔ آپ ﷺ نے کبھی مجھ سے اف بھی نہیں کیا، نہ آپ نے کبھی یہ کہا کہ تم نے یہ کام کیوں کیا اور نہ کبھی یہ پوچھا کہ تم نے یہ کام کیوں نہیں کیا۔ (صحیح بخاری:6038)

(5) رسول اللہ ﷺ کو نرمی اور ملائمت دی گئی کہ دعوت و تبلیغ کے فریضے کو انجام دینے کے لئے نرمی اور ملائمت ضروری ہے۔

(6) ﴿وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ﴾ ''اور اگر آپ بدخلق اور سخت دل ہوتے تو یقیناً وہ آپ کے آس پاس سے منتشر ہو جاتے'' اگر رسول اللہ ﷺ تنگ خو اور سخت دل ہوتے تو لوگ آپ کے پاس سے بھاگ جاتے لیکن اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو آپ کے پاس جمع کر دیا اور آپ کے دل اور زبان کو ان کے لیے نرم کر دیا۔

(7) سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی تورات میں وہی صفات بیان ہوئی ہیں جو قرآن میں موجود ہیں کہ آپ سخت زبان، سخت دل اور بازاروں میں شور مچانے والے نہ ہوں گے اور برائی کا جواب برائی سے نہ دیں گے بلکہ عفو و درگزر سے کام لیں گے۔ (بخاری:4348)

(8) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی ذات کے لیے کسی بھی تکلیف پر جو آپ کو پہنچائی گئی ہو کبھی بدلہ نہیں لیا۔ (بخاری:6853)

(9) سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''کیا میں تمہیں بتا دوں جو آتش دوزخ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پرحرام ہے اورجس پرآتش دوزخ حرام ہے پھرفرمایا کہ یہ صفت اس شخص کی ہے جس سے ملنا جلنا آسان ہو، نرم مزاج ہو، قریب ہو، سہل ہو۔'' سنن ابوداؤد میں ہے کہ سرورعالم ﷺ نے ارشادفرمایا: ''جنت میں سخت مزاج، بداخلاق داخل نہیں ہوگا۔'' (مشکوۃ المصابیح)

(10) نبی ﷺ کو حکم دیا گیا ہے کہ ﴿فَاعْفُ عَنْهُمْ﴾ ''سوآپ انہیں معاف کردیں'' یعنی ان لوگوں سے آپ ﷺ کے حق میں جو کوتاہی ہوئی ہے اس سے درگزر کریں۔ ﴿خُذِ الْعَفْوَ وَاْمُرْ بِالْعُرْفِ وَاَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِيْنَ﴾ ''آپ درگزر اختیار کریں اور نیکی کا حکم دیں اور جاہلوں سے کنارہ کشی اختیار کریں۔'' (الاعراف:199)

(11) ﴿وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ﴾ ''اوران کے لئے بخشش مانگیں'' ان کو معاف کرکے آپ تو اجر پائیں گے اور اپنا حق تو معاف کر دیں گے لیکن آپ کی اطاعت کا حکم تو اللہ تعالیٰ نے دیا تھا ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرکے اس کے حق میں جو کمی کی ہے اس کے لیے آپ ان کے حق میں استغفار کریں تاکہ اللہ تعالیٰ انہیں معاف کردے۔

سوال 2: مشاورت کے حکم کی وضاحت ﴿وَشَاوِرْهُمْ فِي الْاَمْرِ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَشَاوِرْهُمْ فِي الْاَمْرِ﴾ ''اور معاملات میں ان سے مشورہ کریں'' نبی ﷺ کو حکم دیا گیا کہ اپنے صحابہ سے دینی کاموں کو انجام دینے کے لیے مشورہ لیں۔

(2) سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ سے زیادہ اپنے ساتھیوں سے کسی کو مشورہ لینے والا نہیں دیکھا۔ (ترمذی:1714)

(3) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ جب میرے متعلق ایسی باتیں کہی گئیں جن کا مجھے گمان بھی نہیں تھا تو رسول اللہ ﷺ میرے معاملہ میں لوگوں کو خطبہ دینے کے لیے کھڑے ہوئے۔ آپ نے شہادت کے بعد اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا اس کی شان کے مطابق کی پھرفرمایا: ''امابعد! تم لوگ مجھے ایسے لوگوں کے بارے میں مشورہ دو جنہوں نے میری بیوی کو بدنام کیا ہے اور اللہ کی قسم! میں نے اپنی بیوی میں کوئی برائی نہیں دیکھی اور تہمت بھی ایسے شخص (صفوان بن معطل) کے ساتھ لگائی ہے کہ اللہ کی قسم! ان میں بھی میں نے کبھی کوئی برائی نہیں دیکھی۔ وہ میرے گھر میں جب بھی داخل ہوا تو میری موجودگی ہی میں داخل ہوا اور اگر میں کبھی سفر کی وجہ سے مدینہ نہیں ہوتا تو وہ بھی نہیں ہوتا اور وہ میرے ساتھ ہی رہتے ہیں۔'' (صحیح بخاری:4757)

(4) یہاں اسلامی تنظیم کا ایک اہم اصول واضح کیا جارہا ہے جسے شوریٰ کہا جاتا ہے یعنی کام کا پختہ ارادہ کرنے سے پہلے ذمہ دار افراد کامل کر اس کے سارے پہلوؤں کا جائزہ لینا کہ کیا اچھا ہے کیا برا، کیا کریں اور کیا چھوڑ دیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(5) ابن عطیہ نے کہا کہ یہاں شریعت کے قواعد میں سے ایک قاعدے کا حکم دیا جارہا ہے اور وہ ہے شوریٰ۔ اللہ تعالیٰ نے مومنوں کی مدح فرمائی ہے ﴿وَاَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ﴾ ''اور ان کا کام آپس میں مشورہ کرنا ہے۔'' (الشوریٰ:38) (تفسیر قرطبی:2/192,191)

(6) سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: ﴿مَا خَابَ مَنِ اسْتَخَارَ وَلَا نَدِمَ مَنِ اسْتَشَارَ﴾ ''یعنی جس نے استخارہ کیا وہ ناکام نہ ہوگا اور جس نے مشورہ کیا اسے ندامت نہ ہوگی۔'' (الہیثمی فی مجمع الزوائد:2/280)

سوال 3: مسلم امت کی تنظیم کے لیے اس آیت میں کیا طریقۂ کار بتایا گیا ہے؟

جواب: امت مسلمہ کی تنظیم کے لیے اس آیت میں ایک تو قائد کے اوصاف بتائے گئے ہیں اور دوسرے اجتماعی معاملات کی تنظیم کے لیے قائد کی زیر نگرانی افراد کے لیے اصول دیئے گئے ہیں۔

سوال 4: ایک قائد کی شخصیت کو کیسا ہونا چاہئے؟

جواب: ایک قائد کو اپنی شخصیت میں مطلوبہ اوصاف پیدا کرنے چاہئیں: (1) نہایت مہربانی۔ (2) رحم دلی۔ (3) نرم دلی۔ (4) نرم گفتاری۔ (5) قصوروں کو معاف کرنا۔ (6) لوگوں کے حق میں دل سے دعا کرنا۔ (7) اللہ تعالیٰ کے غضب سے ڈرنا۔ (8) اللہ تعالیٰ کی رضا پر چلنا۔ (9) معاملات کو باہمی مشورے سے چلانا۔ (10) اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرنا۔ (11) صبر، حلم، ہمدردی، محبت اور شرافت سے کام لینا۔ (12) غلطیوں، کمزوریوں اور نقائص پر رعایت کرنا۔ (13) دوسروں کو اہمیت دینا۔ (14) خندہ پیشانی سے ملنا۔ (15) زبان، طرز کلام اور رہن سہن کو اجنبیت سے پاک کرنا۔ (16) انسانوں سے خیر خواہی کرنا۔ بڑی سے بڑی غلطی کرنے والوں کے خلاف بھی دل میں نفرت، کینہ یا حسد نہ رکھنا کیونکہ بدخوئی اور سخت دلی لوگوں کو متنفر اور ان کے دلوں میں بغض پیدا کرتی ہے۔ پس دنیاوی سربراہ کے اچھے اخلاق لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے دین کی طرف کھینچتے ہیں اور دین کے بارے میں لوگوں میں رغبت پیدا کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ وہ لوگوں میں قابل تعریف اور اللہ تعالیٰ کے ہاں اجر خاص کا مستحق ہوتا ہے اور دینی سربراہ کے برے اخلاق لوگوں کو دین سے متنفر کرتے اور دین کے بارے میں لوگوں میں بغض پیدا کرتے ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ بدخو دینی سربراہ قابل مذمت اور خاص سزا کا مستحق ہے۔ (تفسیر سعدی:1/440)

سوال 5: قائد کی زیر نگرانی کام کرنے والے افراد کو اپنے اندر کیسی خصوصیات پیدا کرنی چاہئیں؟

جواب: قائد کی زیر نگرانی کام کرنے والے افراد کو اپنے اندر مطلوبہ خصوصیات پیدا کرنی چاہئیں: (1) قائد سے محبت کرنا، پروانوں کی طرح قائد کے اردگرد جمع ہونا۔ (2) دین کے کاموں میں ''مشورہ'' میں شامل ہونا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(3)سارے فیصلے باہم مشورے سے طے کرنا۔(4)فیصلوں پر عمل درآمد کرنا۔

(5)مشاورت کے بعد معاملہ فیصلہ کن موڑ تک پہنچانا۔(6)پختہ ارادہ وعزم کرنا۔(7)اللہ تعالیٰ پر توکل کرنا۔

سوال6:مشورہ کب کیا جائے؟

جواب:(1)امام شوکانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ مقصود انہی امور میں مشورہ کرنا ہے جن کے بارے میں شرع میں حکم صریح موجود نہ ہو۔بعض علمائے امت کا یہ قول بھی نقل کیا ہے کہ مسلمان حکام کو علماء سے ان امور میں ضرور مشورہ کرنا چاہئے جن کے بارے میں وہ کچھ نہیں جانتے۔قرطبی رحمہ اللہ نے ابن عطیہ کا قول نقل کیا ہے کہ علماء کے درمیان اس بارے میں کوئی اختلاف نہیں کہ جو حاکم،اہل علم اور اہل دین سے مشورہ نہیں کرتا اسے معزول کر دینا واجب ہے۔(تیسیر الرحمٰن)

(2)مشورہ صرف ان امور میں کیا جا سکتا ہے جن میں کتاب وسنت میں صریح حکم موجود نہ ہو اور جہاں صریح حکم موجود ہو وہاں مشورہ کی ضرورت نہیں رہتی اور یہ عموماً تدبیری امور میں کیا جاتا ہے۔مثلاً جنگ کہاں لڑی جائے؟اس کا طریقہ کار کیا ہو؟ قیدیوں سے کیا سلوک کیا جائے؟لوگوں کی معاشی اور اخلاقی بہبود کے لئے کیا طریقے استعمال کئے جائیں وغیرہ وغیرہ۔مشورہ میں صرف یہ دیکھا جائے کہ کون سی رائے اقرب الی الحق ہے یعنی کتاب وسنت کی منشا کے مطابق ہو اور یہ رائے خواہ تھوڑے آدمیوں کی ہو یا زیادہ آدمیوں کی۔گویا مشورے کا اصل مقصد دلیل کی تلاش ہے۔رائے دینے والوں کی کثرت یا قلت تعداد اس پر اثر انداز نہیں ہوتی اور کسی رائے کو اقرب الی الحق قرار دینے کا اختیار امیر مجلس مشاورت کو ہوتا ہے۔(تیسیر القرآن:321,320/1)

سوال7:مشورہ کب نہیں کیا جانا چاہئے؟

جواب:(1)جن معاملات سے متعلق اللہ رب العزت یا محمد رسول اللہ ﷺ کی طرف سے ہدایات موجود ہوں تو ان میں مشورہ نہیں کیا جانا چاہئے۔(2)امیر یا قیادت کی طرف سے فیصلہ آجانے کے بعد آپس میں مشورہ نہیں کیا جانا چاہئے۔

(3)ایک دفعہ مشورہ ہونے کے بعد فیصلہ ہو جائے تو دوبارہ مشورہ نہیں کیا جائے گا۔

سوال8:مشورہ کن لوگوں سے کیا جائے گا؟

جواب:(1)مشورہ اہل علم سے لیا جائے گا جو اس معاملے کا علم بھی رکھتے ہوں اور قرآن وسنت کا علم بھی رکھتے ہوں۔

(2)صاحب شعور اور صائب الرائے افراد سے مشورہ لیا جائے گا۔(3)صرف متعلقہ افراد سے مشورہ لیا جائے گا۔

سوال9:مشورہ دینے والے کو کیا کرنا چاہیے؟

جواب:سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:''جس سے مشورہ طلب کیا جائے اسے امین سمجھا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جاتا ہے۔" (ابوداؤد:5128)

سوال10: شوریٰ کا طریقۂ کار کیا ہوتا ہے؟

جواب:(1) متعلقہ افراد کی مجلس منعقد کی جائے۔(2) کسی معاملے میں مختلف آراء سامنے رکھی جائیں۔

(3) مجلس میں پیش کی جانے والی آراء پر غور وفکر کیا جائے۔

(4) اگر مختلف آراء ہوں تو جو رائے بہتر ہو قبول کی جائے باقی چھوڑ دی جائیں۔

(5) فیصلہ ہو جائے تو شوریٰ کا کام ختم ہو جاتا ہے۔

سوال11: مشاورت کے بعد آخری فیصلہ کس کا ہوگا؟

جواب:(1) مشاورت کے بعد آخری فیصلہ حکمران یا ذمہ دار کا ہوگا۔

(2) یہ فیصلہ مشورہ دینے والوں کی اکثریت کی بنیاد پر نہیں ہوگا جیسا کہ جمہوریت میں ہوتا ہے۔

سوال12: فیصلہ ہو جانے کے بعد پختہ عزم کی راہ میں کیا رکاوٹ ہوتی ہے؟

جواب:(1) دل میں اطمینان نہ ہو۔(2) انسان پست ہمت ہو۔

(3) انسان اخلاقی اور عملی اعتبار سے ایک جگہ قائم نہ رہ سکے۔(4) اس کے دل میں کھوٹ ہو۔

(5) قیادت کے ساتھ اخلاص نہ ہو۔(6) قیادت پر اعتماد نہ ہو یا کم ہو۔اس کے فیصلوں کو اپنے خلاف محسوس کیا جائے۔

سوال13: مشاورت کے بعد اللہ تعالیٰ پر توکل کرنے کے حکم کی وضاحت ﴿فَاِذَا ... الْمُتَوَكِّلِيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1) ﴿فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ﴾ "پھر جب آپ پختہ ارادہ کر لیں تو اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کریں" اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو حکم دیا ہے کہ جب آپ کسی کام کو کرنے کا پختہ ارادہ کر لیں اور اللہ تعالیٰ کے حکم پر قائم ہو جائیں تو اللہ تعالیٰ پر توکل کریں۔(جامع البیان:4/160)

(2) مشورے کے بعد مشورہ دینے والوں کی عقل وفہم پر نہیں سارا اعتماد اور توکل اللہ تعالیٰ کی ذات پر ہوگا۔

(3) شوریٰ کے بعد اگلا مرحلہ فیصلے کے نفاذ کا ہوتا ہے۔(i) اس مرحلے میں پختہ عزم اور فیصلہ کن اقدام کی ضرورت ہوتی ہے۔

(ii) اس مرحلے میں اللہ تعالیٰ پر توکل کی ضرورت ہوتی ہے۔(iii) یہاں سے معاملہ اللہ تعالیٰ کی تقدیر کے حوالے ہو جاتا ہے۔

(iv) اللہ تعالیٰ نتائج کو ظاہر کرتے ہیں۔(v) مومنین کا کام پوری تیاری کر کے نتائج سے بے فکر ہو جانا ہے۔(vi) فیصلے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نافذ ہونے کے بعد جو بھی نتائج نکلیں انہیں قبول کرنا ہے۔

(4)﴿اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِيْنَ﴾ ''بلاشبہ اللہ تعالیٰ بھروسہ کرنے والوں سے محبت کرتا ہے'' یقیناً اللہ تعالیٰ توکل کرنے والوں سے محبت رکھتے ہیں۔ اپنی محبت سے اللہ تعالیٰ نے توکل کرنے کی ترغیب دی ہے۔

(5) اللہ تعالیٰ توکل کرنے والوں کے لیے کافی ہوتا ہے۔ رب العزت کا فرمان ہے:﴿وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ﴾ ''اور جو اللہ تعالیٰ پر توکل کرتا ہے تو وہی اس کو کافی ہے۔'' (الطلاق:3)

﴿اِنْ يَّنْصُرْكُمُ اللّٰهُ فَلَا غَالِبَ لَكُمْ ۚ وَاِنْ يَّخْذُلْكُمْ فَمَنْ ذَا الَّذِيْ يَنْصُرُكُمْ مِّنْۢ بَعْدِهٖ ؕ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ﴾

''اگر اللہ تعالیٰ تمہاری مدد فرمائے تو کوئی تم پر غالب آنے والا نہیں اور اگر وہ تمہارا ساتھ چھوڑ دے تو اس کے بعد کون ہے جو تمہاری مدد کرے گا؟ اور ایمان والوں پر تو لازم ہے کہ اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کریں'' (160)

سوال 1: رب العزت نے مومنوں کو توکل کی ترغیب کیسے دلائی ہے، اس کی وضاحت ﴿اِنْ يَّنْصُرْكُمُ ... فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿اِنْ يَّنْصُرْكُمُ اللّٰهُ فَلَا غَالِبَ لَكُمْ﴾ ''اگر اللہ تعالیٰ تمہاری مدد فرمائے تو کوئی تم پر غالب آنے والا نہیں'' اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو توکل کی ترغیب دلانے کے لیے شعور دلایا ہے کہ اگر وہ مدد کرے تو کوئی غالب نہیں آ سکتا اور اگر وہ چھوڑ دے تو کوئی مدد نہیں کر سکتا۔ اس لئے ایمان والوں کو اللہ تعالیٰ پر توکل کرنا چاہئے۔

(2)﴿وَاِنْ يَّخْذُلْكُمْ فَمَنْ ذَا الَّذِيْ يَنْصُرُكُمْ مِّنْۢ بَعْدِهٖ﴾ ''اور اگر وہ تمہارا ساتھ چھوڑ دے تو اس کے بعد کون ہے جو تمہاری مدد کرے گا؟'' اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو اپنی قوت اور غلبے کا شعور دلایا ہے کہ: (i) کوئی قوت اللہ تعالیٰ کی قوت کے سوا نہیں ہے۔ (ii) کوئی تقدیر اللہ تعالیٰ کی تقدیر کے سوا نہیں ہے۔ (iii) کوئی مشیت اللہ تعالیٰ کی مشیت کے سوا نہیں ہے۔ (iv) تمام واقعات اللہ تعالیٰ کے حکم سے ظاہر ہوتے ہیں۔ (v) فتح اور شکست اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہیں۔ (vi) اگر فتح چاہتے ہو تو اللہ تعالیٰ ہی سے چاہو۔ (vii) اگر شکست سے بچنا چاہتے ہو تو اسی کے آگے گڑگڑاؤ۔ (viii) اسی کی طرف توجہ کر لو۔ (ix) اسی پر بھروسہ کرو۔ (x) پوری تیاری کے بعد نتائج اللہ تعالیٰ پر چھوڑ دو۔

(3) رب العزت نے فرمایا:﴿وَمَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ﴾ ''اور مدد صرف اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے جو سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔'' (آل عمران:126)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(4)﴿وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ﴾ ''اور ایمان والوں پر تو لازم ہے کہ اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کریں'' (i) ایمان کا تقاضا ہے کہ انسان ایک اللہ تعالیٰ پر اعتماد رکھے، اسی پر توکل کرے۔ (ii) اللہ تعالیٰ پر توکل کرنا توحید ہے اور کسی دوسرے پر توکل کرنا شرک ہے۔ (iii) مومن کے ایمان کے مطابق ہی اس کا توکل ہوتا ہے۔

(5) نبی ﷺ نے فرمایا: ''اگر تم اللہ تعالیٰ پر اس طرح توکل کرو جیسا کہ توکل کرنے کا حق ہے تو تمہیں بھی اسی طرح رزق دیا جائے گا جیسے پرندوں کو دیا جاتا ہے۔ وہ خالی پیٹ گھروں سے نکلتے ہیں اور بھرے پیٹ واپس آتے ہیں۔'' (ابن ماجہ:4164)

﴿وَمَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّغُلَّ ؕ وَمَنْ يَّغْلُلْ يَاْتِ بِمَا غَلَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۚ ثُمَّ

''اور کسی نبی کے لئے ممکن ہی نہیں کہ وہ خیانت کرے اور جو خیانت کرے گا قیامت کے دن اس کو لے کر آئے گا جو اس نے خیانت کی پھر

تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ﴾

ہر جان کو جو اس نے کمایا اس کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا اور وہ ظلم نہیں کیے جائیں گے'' (161)

سوال 1: اس آیت کا شان نزول کیا ہے؟

جواب: سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: یہ آیت ﴿وَمَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّغُلَّ﴾ ''اور کسی نبی کے لیے لائق نہیں کہ وہ خیانت کرے'' ایک سرخ چادر کے بارے میں نازل ہوئی جو بدر کے دن (مال غنیمت سے) گم پائی گئی تھی بعض لوگوں نے کہا کہ شاید رسول اللہ ﷺ نے پکڑ لی ہو تو اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: ''کسی نبی کے لیے لائق نہیں کہ وہ خیانت کرے اور جو خیانت کرے گا وہ قیامت کے روز خیانت کے ساتھ آئے گا پھر ہر نفس نے جو کمایا ہے اسے اس کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا اور وہ ظلم نہیں کیے جائیں گے۔'' (جامع ترمذی:3009)

سوال 2: خیانت کرنا نبی کی شان نہیں، اس کی وضاحت ﴿وَمَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّغُلَّ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَمَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّغُلَّ﴾ ''اور کسی نبی کے لئے ممکن ہی نہیں کہ وہ خیانت کرے'' سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ کسی نبی کے یہ شایان شان نہیں کہ وہ خیانت کرے۔ (تفسیر ابن ابی حاتم:3/803)

(2) کسی نبی کے لئے ناممکن ہے کہ وہ خیانت کرے۔ نبی امین ہوتا ہے۔ اس کی امانت پر بھروسہ ہونا چاہئے۔ وہ ہر ایک کو اس کا پورا پورا حصہ دینے والا ہے۔

(3) یہاں غلول سے مراد مال غنیمت کا چھپانا ہے اور اس چیز میں خیانت کرنا جس کا اسے منتظم بنایا گیا ہے۔ خیانت کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حرام ہونے پر اتفاق ہے بلکہ اس کا شمار کبائر میں ہوتا ہے۔(تفسیر سعدی:442/1)

(4) غزوۂ احد میں تیراندازوں کو یہ خوف دامن گیر ہو گیا تھا کہ شاید بعد میں رسول اللہ ﷺ انہیں کوئی حصہ نہ دیں۔اس پر یہ تنبیہ کی گئی کہ کسی نبی کا یہ کام نہیں کہ وہ مال غنیمت میں خیانت کرے۔

(5) خیانت نبوت کے منافی ہے۔اگر نبی ہی خائن ہو تو پھر اس کی نبوت پر یقین کیونکر کیا جا سکتا ہے؟(دعوۃ القرآن)

(6) اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کی امانت کا شعور دلا کر ان کی حکم عدولی یعنی نافرمانی کرنے سے روکا ہے۔

سوال 3: خیانت کرنے والوں کو کیا وعید دی گئی ہے، اس کی وضاحت ﴿وَمَنْ يَّغْلُلْ ... يُظْلَمُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) خیانت کرنے والوں کو وعید دی گئی ہے کہ: ﴿وَمَنْ يَّغْلُلْ يَاْتِ بِمَا غَلَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ﴾ "اور جو خیانت کرے گا قیامت کے دن اس کو لے کر آئے گا جو اس نے خیانت کی" یعنی قیامت کے دن خائن اپنی خیانت کو لائے گا اور اس کو پوری پوری سزا دی جائے گی۔

(2) یہاں خیانت کرنے سے شدید خوف دلایا گیا ہے۔نبی ﷺ نے فرمایا: "اے لوگو! تم میں سے کوئی شخص ہمارے لیے عامل مقرر ہو اور اس نے ایک سوئی چرائی یا اس سے زیادہ تو وہ چور ہے اور قیامت کے دن وہ اسے لے کر آئے گا۔" (مسلم:4743)

(3) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک دن خیانت کے بارے میں بات کی اور اسے بہت ہی زیادہ اہمیت دی پھر کہا: "ایسا نہ ہو کہ تم میں سے کوئی قیامت کے دن میرے سامنے اس حال میں آئے کہ اس کی گردن پر اونٹ ہو جو چیخ رہا ہو اور وہ کہے کہ یا رسول اللہ ﷺ! میری مدد کیجیے، تو میں کہوں گا کہ آج میں کچھ نہیں کر سکتا میں نے تمہیں تنبیہ کر دی تھی۔اس کے بعد آپ ﷺ نے اسی طرح گھوڑے، بکری، آدمی اور زمین کے ٹکڑوں کا ذکر کیا اور ہر بار یہی بات دہرائی کہ میں کہوں گا: آج میں کچھ نہیں کر سکتا۔" (صحیح بخاری:3073)(مسلم:4734)

(4) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ جب خیبر فتح ہوا تو مال غنیمت میں سونا اور چاندی نہیں ملا تھا بلکہ گائے، اونٹ، سامان اور باغات ملے تھے۔پھر ہم رسول ﷺ کے ساتھ وادی القریٰ کی طرف لوٹے۔رسول ﷺ کے ساتھ ایک مدعم نامی غلام تھا جو بنی ضباب کے ایک صحابی نے آپ ﷺ کو ہدیہ میں دیا تھا۔وہ رسول ﷺ کا کجاوہ اتار رہا تھا کہ کسی نامعلوم سمت سے ایک تیر آ کر ان کو لگا۔لوگوں نے کہا: مبارک ہو شہادت! لیکن رسول ﷺ نے فرمایا: "ہرگز نہیں اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! جو چادر اس نے خیبر میں تقسیم سے پہلے مال غنیمت میں چرائی تھی وہ اس پر آگ کا شعلہ بن کر بھڑک

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

رہی ہے'' یہ سن کر ایک دوسرے صحابی رضی اللہ عنہ ایک یا دو تسمے لے کر رسول ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ یہ میں نے اٹھا لئے تھے رسول ﷺ نے فرمایا: ''یہ بھی جہنم کا تسمہ بنتا۔'' (صحیح بخاری:4234)

(5)﴿ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ﴾ ''پھر ہر جان کو جو اس نے کمایا اس کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا اور وہ ظلم نہیں کیے جائیں گے'' خیانت اور اس کا انجام بیان کرنے کے بعد یہ کہا گیا کہ ہر نفس کو اس کے اعمال کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا۔ اس کا مقصد اس شبے کو دور کرنا ہے کہ دوسروں کو ان کے اعمال کا پورا پورا بدلہ نہیں ملے گا۔ یہ حکم لاکر تاکید کر دی گئی کہ ہر شخص جو اللہ تعالیٰ کی خوشی کے لئے نیک عمل کرے گا وہ گناہ کرنے والے کی طرح نہیں ہوگا۔ ہر ایک کو اپنے اعمال کے مطابق درجے ملیں گے۔ جنت والوں کو جنت میں، دوزخ والوں کو دوزخ میں اور کسی پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔

(6) رب العزت نے فرمایا:﴿وَوُضِعَ الْكِتٰبُ فَتَرَى الْمُجْرِمِيْنَ مُشْفِقِيْنَ مِمَّا فِيْهِ وَيَقُوْلُوْنَ يٰوَيْلَتَنَا مَالِ هٰذَا الْكِتٰبِ لَا يُغَادِرُ صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً اِلَّآ اَحْصٰهَا ۚ وَوَجَدُوْا مَا عَمِلُوْا حَاضِرًا ۭ وَلَا يَظْلِمُ رَبُّكَ اَحَدًا﴾ ''اور کتاب اعمال رکھ دی جائے گی، پس آپ مجرموں کو دیکھیں گے کہ وہ اس سے ڈرنے والے ہوں گے جو اس میں ہوگا اور کہیں گے کہ ہائے ہماری کم بختی! یہ کتاب کیسی ہے جس نے چھوٹا بڑا کچھ بھی نہیں چھوڑا مگر اس کو شمار کر رکھا ہے اور جو بھی انہوں نے کیا تھا وہ سب اس کو سامنے پائیں گے اور آپ کا رب کسی ایک پر ظلم نہیں کرتا۔'' (الکہف:49)

﴿اَفَمَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَ اللّٰهِ كَمَنْۢ بَآءَ بِسَخَطٍ مِّنَ اللّٰهِ وَمَاْوٰىهُ جَهَنَّمُ ۭ

''تو کیا جو شخص اللہ تعالیٰ کی رضامندی کے پیچھے چلا، اس کی مانند ہے جو اللہ تعالیٰ کی کسی ناراضگی کے ساتھ لوٹا اور اس کا ٹھکانہ تو جہنم ہے؟

وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ﴾

اور وہ بہت ہی برا ٹھکانہ ہے'' (162)

سوال 1: امانت دار اور خائن برابر نہیں ہو سکتے، اس کی وضاحت ﴿اَفَمَنِ اتَّبَعَ ... الْمَصِيْرُ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1)﴿اَفَمَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَ اللّٰهِ كَمَنْۢ بَآءَ بِسَخَطٍ مِّنَ اللّٰهِ﴾ ''تو کیا جو شخص اللہ تعالیٰ کی رضامندی کے پیچھے چلا، اس کی مانند ہے جو اللہ تعالیٰ کی کسی ناراضگی کے ساتھ لوٹا'' جو شخص اپنے اعمال سے اللہ تعالیٰ کی رضا چاہے گا وہ اس شخص کی طرح نہیں ہو سکتا جو گناہ کر کے اپنے رب کو ناراض کر لے۔ اسی لیے رب العزت نے فرمایا:﴿اَمْ نَجْعَلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ كَالْمُفْسِدِيْنَ فِي الْاَرْضِ اَمْ نَجْعَلُ الْمُتَّقِيْنَ كَالْفُجَّارِ﴾ ''کیا ہم ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور جنہوں نے نیک عمل کیے زمین میں فساد پھیلانے والوں کی طرح کر دیں؟ کیا ہم پرہیزگاروں کو بدکاروں جیسا کر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دیں؟"(ص:28)

(2) جو شخص اللہ تعالیٰ کی شریعت کی پابندی کر کے اس کی خوشنودی کا طلب گار رہو تو وہ اللہ تعالیٰ کی رضا اور اجر وثواب کا مستحق ہوگا اور جو اللہ تعالیٰ کو ناراض کر لے گا وہ اس کے غضب اور عذاب کا مستحق ہوگا۔

(3) سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں جب اموال غنیمت لائے گئے، یہ جنگ قادسیہ کے بعد کا واقعہ ہے، تو ان میں کسریٰ کا وہ تاج بھی تھا جسے وہ اپنے دربار میں پہن کر بیٹھتا تھا۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اسے دیکھ کر کہا: قابل قدر ہیں وہ فوجی جنہوں نے اسے خزانے میں جمع کروایا۔ یہ وہ فاصلہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی رضا چاہنے والے امین اور اللہ تعالیٰ کے غضب میں گھر جانے والے خائن کے درمیان ہوتا ہے۔

(4) ﴿وَمَاْوٰىهُ جَهَنَّمُ﴾ "اور اس کا ٹھکانہ تو جہنم ہے" اللہ تعالیٰ نے نافرمانی سے روکنے کے لئے اس کے انجام یعنی جہنم کے عذاب کا خوف دلایا ہے۔

(5) ﴿وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ﴾ "اور وہ بہت ہی برا ٹھکانہ ہے" سعید بن جبیر رحمہ اللہ کا قول ہے کہ وہ خیانت کرنے والوں کا ٹھکانہ ہے۔ (ابن ابی حاتم:806/3)

﴿هُمْ دَرَجٰتٌ عِنْدَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِمَا يَعْمَلُوْنَ﴾

"وہ سب اللہ تعالیٰ کے یہاں ان کے (الگ الگ) طبقے ہیں اور اللہ تعالیٰ خوب دیکھنے والا ہے اس کو جو وہ کرتے ہیں" (163)

سوال 1: ﴿هُمْ ... يَعْمَلُوْنَ﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿هُمْ دَرَجٰتٌ عِنْدَ اللّٰهِ﴾ "وہ سب اللہ تعالیٰ کے یہاں ان کے (الگ الگ) طبقے ہیں" ان کے درجات مختلف ہیں۔ اس سے مراد ہے کہ وہ درجات والے ہیں یا ان کے لیے درجات ہیں تو جو اللہ تعالیٰ کی رضامندی چاہے اور جو اس کو ناراض کرے ان کے درجات ایک جیسے نہیں ہو سکتے۔ اللہ تعالیٰ کی رضا چاہنے والوں کے بلند درجات ہیں اور دوسروں کے اسفل ہیں۔ (فتح القدیر:501/1)

(2) ہر شخص اپنے حق کے مطابق بلند درجات تک پہنچتا ہے۔ درجات کی بلندی میں کسی پر ظلم نہیں ہے اور نہ ہی اس میں بے جا محبت وطرف داری ہے۔

(3) ﴿وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِمَا يَعْمَلُوْنَ﴾ "اور اللہ تعالیٰ خوب دیکھنے والا ہے اس کو جو وہ کرتے ہیں" اللہ تعالیٰ نے دلوں کے اندر کے ارادوں اور جذبوں کی نگرانی سے اپنے بصیر ہونے کا شعور دلایا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(4) اللہ تعالیٰ نے دلوں کے اندر پیدا ہونے والے رضائے الٰہی کے حصول کے ارادے اور اپنے دل کی خوشی کے ارادے کے بارے میں باخبر ہونے سے اپنے بصیر ہونے کا شعور دلایا ہے۔

(5) سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو دیکھ لیا ہے جنہوں نے خیانت کی اور ان کو بھی جنہوں نے نہیں کی۔ (ابن ابی حاتم:808/3)

﴿لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا

"بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں پر یقیناً احسان فرمایا کہ جب ان ہی میں سے ایک رسول ان میں مبعوث فرمایا جو انہیں اللہ تعالیٰ کی آیات

عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۚ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ

پڑھ کر سناتا ہے اور انہیں پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا ہے حالانکہ بلاشبہ اس سے پہلے

قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ﴾

وہ یقیناً کھلی گمراہی میں تھے" (164)

سوال 1: رسول اللہ ﷺ کی بعثت اللہ تعالیٰ کا عظیم احسان کیسے ہے، اس کی وضاحت ﴿لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ ... مُّبِيْنٍ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ﴾ "بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں پر یقیناً احسان فرمایا کہ جب ان ہی میں سے ایک رسول ان میں مبعوث فرمایا" قتادہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے: اللہ تعالیٰ نے اس امت کی طرف سے رغبت اور دعا کے بغیر احسان عظیم کیا ہے۔ ان کے لیے نبی کو رحمت بنایا جو انہیں اندھیروں سے نکال کر روشنی کی طرف لائے اور انہیں صراط مستقیم کی طرف ہدایت دی۔ (القرآن العظیم:808/3)

(2) (i) رسول اللہ ﷺ کی آمد ان کے لئے احسان ایسے تھی کہ آپ ﷺ انہیں قرآن پڑھ کر سناتے تھے جب کہ اس سے پہلے عربوں کے پاس وحی نہیں آتی تھی۔ (ii) رسول اللہ ﷺ انہیں توحید اور اسلام کی دعوت دیتے تھے، قرآن وسنت کی تعلیم دیتے تھے یہ ان پر بہت بڑا احسان تھا۔ (iii) رسول اللہ ﷺ انہیں شرک سے پاک کرتے تھے جب کہ اہل عرب رسول اللہ ﷺ کی تعلیم وتربیت اور تزکیہ سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے۔ (iv) رسول اللہ ﷺ نے اہل عرب کو علم اور عبادت سکھا کر دنیا کے بہترین انسان بنا دیا، یہ اللہ تعالیٰ کا ان پر احسان عظیم تھا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(3)﴿رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ﴾ ''ان ہی میں سے ایک رسول'' ان کی جنس میں سے ہی ہے، بنی آدم میں سے اور انہیں فرشتوں میں سے نہیں بنایا۔ (تفسیر سرقندی:262/1)

(4) انسانوں کے لئے انسان کی پیروی کرنا ممکن ہے کیونکہ انسان ہی اپنے جیسوں کے احساسات، جذبات اور شعور کی باریکیوں کو سمجھ سکتا ہے۔ یوں انس، قربت، زبان اور لہجے کے ایک ہونے اور انسانوں کے احساسات اور جذبات کو سمجھنے کی وجہ سے نبی کا انسان ہونا اللہ تعالیٰ کا احسان عظیم ہے۔

(5) فخر الدین رازی نے لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو عربوں میں پیدا کیا، یہ عربوں کے لیے بڑے فخر و شرف کی بات ہے۔ اس لیے کہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام پر فخر کرنا تو یہود، نصاریٰ اور عرب سبھوں میں مشترک تھا اور یہود و نصاریٰ، موسیٰ علیہ السلام، عیسیٰ علیہ السلام اور تورات و انجیل پر فخر کیا کرتے تھے۔ عربوں کے پاس ان کے مقابلے میں فخر کی کوئی بات موجود نہ تھی، جب اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو مبعوث کیا اور ان پر قرآن نازل فرمایا تو یہ عربوں کے لیے بڑے شرف کی بات تھی جس میں دوسری قومیں شریک نہ تھیں۔ (تیسیر الرحمن:221)

(6)﴿يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ﴾ ''جو انہیں اللہ تعالیٰ کی آیات پڑھ کر سناتا ہے'' یعنی نبی ﷺ قرآن مجید کی آیات پڑھ کر سناتے تھے۔

(7)﴿وَيُزَكِّيْهِمْ﴾ ''اور انہیں پاک کرتا ہے'' (i) تزکیہ سے مراد عقائد، اعمال اور اخلاق کی اصلاح ہے۔

(ii) ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ تزکیہ سے مراد اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور اخلاص ہے۔ (ابن ابی حاتم:808/3)

(6)﴿وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ﴾ ''اور انہیں کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا ہے'' یہاں کتاب سے مراد قرآن مجید ہے اور حکمت سے مراد سنت ہے۔

(7) وہ انہیں قرآن و سنت کی تعلیم دے گا پھر ان میں علماء اور حکماء، قائدین اور علوم و معارف کے اساتذہ ہوں گے اور اس رسول سے پہلے وہ گمراہ تھے۔ اس سے پہلے وہ امی امت تھے تو نور اسلام، تعلیم قرآن اور معارفت حیات سے وہ بہترین امت بن گئے۔ (تفسیر منیر:479/2)

(8)﴿وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ﴾ ''حالانکہ بلاشبہ اس سے پہلے وہ یقیناً کھلی گمراہی میں تھے'' (i) کھلی گمراہی سے مراد بت پرستی ہے یعنی شرک۔ (ii) اس سے مراد حرام اور گندی چیزوں کا کھانا بھی ہے۔ (iii) ایک دوسرے پر ظلم کرنا کھلی گمراہی میں مبتلا ہونے کا ثبوت ہے۔ (تفسیر قاسمی:284/4)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سوال 2: انسانوں کے درمیان آج اصلاح کا کام کیسے ہوگا؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ اپنی طرف بلانے والے لوگوں کی اس صلاحیت کو بیدار کرے گا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں کو پڑھنے لگیں، اپنی ذات میں بھی اور اس کائنات میں بھی۔ (i) غور وفکر کرنا سکھانے کے لیے قرآن حکیم کی آیات پڑھ کر سنائی جائیں گی۔ (ii) قرآن حکیم کے دلائل سمجھائے جائیں گے تاکہ وہ ذہن کا حصہ بن جائیں۔

(2) انفرادی ملاقاتوں کے ذریعے انسانوں کو برائی سے پاک کرنے کی کوشش کی جائے گی۔ یہ مقصد گفتگو اور صحبت کے ذریعے حاصل ہوتا ہے۔ اکٹھے بیٹھ کر تفصیل کے ساتھ گفتگو بھی کی جائے گی اور ساتھ رہتے ہوئے حکمت کے ساتھ خامیوں کی نشان دہی کی جائے گی اور ان سے نجات پانے کے طریقے سکھائے جائیں گے۔ اپنے عمل سے نمونہ پیش کیا جائے گا۔

(3) زندگی کو شریعت کے احکامات کے مطابق گزارنا سکھانے کے لیے اللہ تعالیٰ کی کتاب کی باقاعدہ تعلیم دی جائے گی۔

(4) دین کے گہرے راز اور چھپی ہوئی حقیقتوں کو نمایاں کیا جائے گا۔

(5) صریح گمراہیوں اور جاہلیت کے کاموں سے نکالا جائے گا۔

﴿اَوَلَمَّآ اَصَابَتْكُمْ مُّصِيْبَةٌ قَدْ اَصَبْتُمْ مِّثْلَيْهَا ۙ قُلْتُمْ اَنّٰى هٰذَا ؕ قُلْ هُوَ مِنْ

''اور کیا جب تمہیں ایک ایسی مصیبت پہنچی جس سے دوگنی تم پہنچا چکے تھے تو تم نے کہا یہ کہاں سے آ گئی ہے؟ آپ کہہ دیں وہ

عِنْدِ اَنْفُسِكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ﴾

تمہارے اپنے ہی پاس سے ہے، بلاشبہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر پوری طرح قدرت رکھنے والا ہے'' (165)

سوال 1: اس آیت کا شان نزول کیا ہے؟

جواب: ابن ابی حاتم نے سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے انہوں نے فرمایا کہ بدر کے قیدیوں کو فدیہ لے کر جو چھوڑ دیا تھا اس کی گرفت احد میں ہوئی کہ ستر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین شہید ہوئے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کے دندان مبارک شہید ہوئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک پر خود ٹوٹ گیا جس سے آپ کے چہرۂ انور پر سے خون بہنے لگا، اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ (تفسیر ابن کثیر: 486/1)

سوال 2: غزوۂ اُحد میں مسلمانوں پر مصائب کا سبب کیا تھا، اس کی وضاحت ﴿اَوَلَمَّا ... قَدِيْرٌ﴾ کی روشنی میں کریں؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جواب:(1)﴿اَوَلَمَّآ اَصَابَتْكُمْ مُّصِيْبَةٌ﴾''اور کیا جب تمہیں ایک ایسی مصیبت پہنچی''غزوہ احد کے بعد مسلمانوں کو جس بڑی مصیبت کا سامنا کرنا پڑ رہا تھا وہ 70 آدمیوں کی شہادت کی وجہ سے 70 گھرانوں کا متاثر ہونا تھا۔ان کے پیچھے ایک بڑی تعداد بیوہ عورتوں اور یتیم بچوں کی تھی۔

(2)﴿قَدْ اَصَبْتُمْ مِّثْلَيْهَا﴾''جس سے دوگنی تم پہنچا چکے تھے''اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو سادہ سا جواب دیا کہ دیکھو بدر میں کافروں،مشرکوں نے دوہری قربانی دی تھی۔آج تمہارے 70 افراد شہید ہوئے ہیں،بدر میں ان کے 70 افراد قتل ہوئے تھے اور 70 افراد قید ہوئے تھے۔

(3)ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ بدر کے دن مسلمانوں نے ستر کافروں کو قتل کیا اور ستر کو قیدی بنالیا تھا۔(مسلم:1763)

(4)﴿قُلْتُمْ اَنّٰى هٰذَا﴾''تم نے کہا یہ کہاں سے آگئی ہے؟''جب تم نے شکست کے بارے میں کہا یہ کہاں سے آگئی۔

(5)عام مسلمان یہ سمجھ رہے تھے کہ اللہ کے رسول ﷺ ہمارے ساتھ ہیں اور اللہ تعالیٰ کی تائید ہمیں حاصل ہے لہٰذا ہمیں شکست نہیں ہوسکتی۔جب شکست ہوئی تو انہوں نے کہا:(i)اللہ کے رسول ﷺ میدان جنگ میں موجود تھے۔(ii)اللہ تعالیٰ نے ہمارے ساتھ فتح کا وعدہ کر رکھا تھا۔(iii)ہم دین کی خاطر لڑنے گئے تھے پھر بھی شکست کھائی۔(iv)ہم نے ان سے شکست کیسے کھائی جو کہ دین کو مٹانے آئے تھے؟

(6)﴿قُلْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اَنْفُسِكُمْ﴾''کہہ دو کہ وہ تمہاری ہی طرف سے ہے''یعنی مسلمانوں سے یہ کہا جارہا ہے کہ شکست کا سبب تمہاری کمزوریاں اور غلطیاں ہیں۔(i)تم نے باہمی اختلاف کیا۔(ii)تم نے رسول ﷺ کی نافرمانی کی۔(iii)تم مال کی محبت میں مبتلا ہوئے۔(iv)تم نے صبر کا دامن ہاتھ سے چھوڑا۔(v)تم نے خدا خوفی کے خلاف کام کیے۔پھر کیسے یہ پوچھ سکتے ہو کہ یہ مصیبت کہاں سے آئی؟ابتداء میں تم مشرکوں کے لشکر پر غالب آرہے تھے۔غزوۂ احد میں پہنچنے والا نقصان اور شکست تمہاری اپنی طرف سے ہے۔تم نے رسول ﷺ کی حکم عدولی کی جس کی وجہ سے کافروں کے دستے کو درّے سے دوبارہ حملہ کرنے کا موقع مل گیا اور میدان جنگ کا پانسہ پلٹ گیا۔

(7)﴿اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ﴾''بلاشبہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر پوری طرح قدرت رکھنے والا ہے''(i)اللہ تعالیٰ فتح دینے کی قدرت رکھتا ہے۔(ii)اللہ تعالیٰ شکست دلوانے کی بھی قدرت رکھتا ہے۔(iii)جو چاہتا ہے کرتا ہے اس کے فیصلوں کا کوئی پیچھا کرنے والا نہیں۔(تفسیر منیر:2/485)

سوال3:اللہ تعالیٰ نے اپنے قدیر ہونے کا شعور کیسے دلایا ہے؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جواب: اللہ تعالیٰ نے فتح اور شکست پر اپنے اختیار سے اور احد کے میدان میں فتح کے بعد شکست سے اپنے قدیر ہونے کا شعور دلایا ہے۔ وہ جو چاہے، جب چاہے فیصلے کر سکتا ہے اور فیصلوں کو بدل سکتا ہے۔

﴿وَمَآ اَصَابَكُمْ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ فَبِاِذْنِ اللّٰهِ وَلِيَعْلَمَ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾

"اور جو مصیبت تمہیں پہنچی جس دن دو جماعتیں آپس میں ٹکرائی تھیں تو وہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے تھی اور تا کہ وہ مومنوں کو جان لے" (166)

سوال 1: غزوۂ احد میں جو نقصان پہنچا وہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے تھا، اس کی وضاحت ﴿وَمَآ ... الْمُؤْمِنِيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَمَآ اَصَابَكُمْ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ فَبِاِذْنِ اللّٰهِ﴾ "اور جو مصیبت تمہیں پہنچی جس دن دو جماعتیں آپس میں ٹکرائی تھیں تو وہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے تھی" یعنی تم جو دشمن کے سامنے بھاگ اٹھے اور اس نے تم میں سے ایک جماعت کو شہید کر دیا اور کچھ لوگوں کو زخمی کر دیا تو یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی قضاء وقدر اور اس کی حکمت کے مطابق تھا۔ (المصباح المنیر: 729/1)

(2) اس کی طرف اشارہ رسول اللہ ﷺ کو خواب میں پہلے ہی کر دیا گیا تھا۔ ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "میں نے خواب میں دیکھا کہ میں نے تلوار کو ہلایا تو اس کا اگلا حصہ ٹوٹ گیا۔ اس کی تعبیر اس نقصان کی صورت میں ظاہر ہوئی جو مسلمانوں کو احد میں اٹھانا پڑا۔ میں نے دوبارہ اس تلوار کو ہلایا تو وہ پہلے سے بھی زیادہ شاندار بن گئی۔ اس کی تعبیر اس طرح سامنے آئی کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو (وقتی شکست کے بعد) فتح سے نوازا اور منتشر مسلمان نئے سرے سے (لڑائی کے لیے) ایک جگہ جمع ہو گئے اور میں نے خواب میں ایک گائے بھی دیکھی (جو ذبح ہو رہی تھی)۔ اللہ تعالیٰ کے سارے کاموں ہی میں خیر و برکت ہوتی ہے۔ گائے سے مراد وہ مسلمان تھے جو احد کی جنگ میں شہید ہو گئے۔" (بخاری: 4081)

(3) (i) اُحد کے نقصان سے یہ سمجھانا مطلوب تھا کہ رسول کی نافرمانی کیسے ناکام کروا سکتی ہے۔

(ii) اس کا ایک مقصد یہ بھی تھا کہ مومن اور منافق الگ الگ ہو جائیں۔

(4) ﴿وَلِيَعْلَمَ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾ "اور تا کہ وہ مومنوں کو جان لے" یہ اس کی حکمت کے مظاہر میں سے ہے کہ اللہ تعالیٰ مومنوں کی ایمانی قوت اور کمزوری، صبر و ثبات اور عدم ثبات کو اپنے علم سے ظاہر کر دے۔

(5) پھر وہ صبر کرنے والوں اور ثابت قدمی اختیار کرنے والوں کو بھی جان لے اور منافقوں کو بھی جان لے جو عبداللہ بن ابی کے ساتھ راستے سے لوٹ آئے اور وہ تین سو لوگ تھے۔ (تفسیر منیر: 485/2)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿وَلِيَعْلَمَ الَّذِيْنَ نَافَقُوْا ۚۖ وَقِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا قَاتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ

''اور تا کہ انہیں بھی جان لے جنہوں نے منافقت کی، اور جن کے لیے کہا گیا: ''آؤ! اللہ تعالیٰ کی راہ میں جنگ کرو یا دفاع کرو''

اَوِ ادْفَعُوْا ؕ قَالُوْا لَوْ نَعْلَمُ قِتَالًا لَّا اتَّبَعْنٰكُمْ ؕ هُمْ لِلْكُفْرِ يَوْمَئِذٍ اَقْرَبُ

انہوں نے کہا: ''اگر ہمیں کسی جنگ کا علم ہوتا تو ہم ضرور تمہارے پیچھے آتے،'' وہ اس دن ایمان سے زیادہ کفر کے قریب تھے،

مِنْهُمْ لِلْاِيْمَانِ ۚ يَقُوْلُوْنَ بِاَفْوَاهِهِمْ مَّا لَيْسَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ ؕ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ

وہ اپنے منہ سے وہ بات کہتے ہیں جو ان کے دلوں میں نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ اس کو زیادہ جاننے والا ہے

بِمَا يَكْتُمُوْنَ﴾

جسے وہ چھپاتے ہیں''(167)

سوال 1: منافقوں کے حالات کی وضاحت ﴿وَلِيَعْلَمَ الَّذِيْنَ ... يَكْتُمُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلِيَعْلَمَ الَّذِيْنَ نَافَقُوْا﴾ ''اور تا کہ انہیں بھی جان لے جنہوں نے منافقت کی'' یہاں منافقین سے مراد عبداللہ بن ابی اور اس کے ساتھی ہیں۔ (فتح القدیر: 503/1)

(2) ﴿وَقِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا قَاتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَوِ ادْفَعُوْا﴾ ''اور جن کے لیے کہا گیا: ''آؤ! اللہ تعالیٰ کی راہ میں جنگ کرو یا دفاع کرو'' منافق مسلمانوں کی دوستی کا دم بھرتے تھے جب کہ ان کے دل کفر اور نفاق سے بھرے ہوئے تھے۔ ان کا نفاق کا پردہ چاک کرنے کے لئے کہا گیا کہ آؤ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جنگ کرو یا دفاع کرو۔

(3) ﴿قَالُوْا لَوْ نَعْلَمُ قِتَالًا لَّا اتَّبَعْنٰكُمْ﴾ ''انہوں نے کہا: اگر ہمیں کسی جنگ کا علم ہوتا تو ہم ضرور تمہارے پیچھے آتے'' عبداللہ بن ابی کی طرف اشارہ ہے جو مقام شوط سے اپنے تین سو ساتھیوں کو لے کر پلٹ گیا تھا اور جب بعض مسلمانوں نے اسے سمجھانے کی کوشش کی تو اس نے جواب دیا: ہمیں یقین ہے کہ آج جنگ نہیں ہوگی۔ اگر ہوتی تو ہم ضرور تمہارے ساتھ چلتے۔

(4) ﴿هُمْ لِلْكُفْرِ يَوْمَئِذٍ اَقْرَبُ مِنْهُمْ لِلْاِيْمَانِ﴾ ''وہ اس دن ایمان سے زیادہ کفر کے قریب تھے'' وہ اس دن ایمان کے مقابلے میں کفر سے زیادہ قریب تھے۔ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ انسان کے حالات بدلتے رہتے ہیں۔ کبھی کوئی شخص کفر کے زیادہ قریب ہو جاتا ہے اور کبھی اسلام کے۔ (ابن کثیر)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(5) واحدی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ یہ آیت دلیل ہے کہ جو آدمی اپنی زبان سے کلمۂ توحید کا اقرار کرے گا، اس کا کفر جانتے ہوئے بھی اسے کافر نہیں کہا جائے گا۔ (تیسیر الرحمٰن)

(6) ﴿يَقُولُونَ بِأَفْوَاهِهِمْ مَّا لَيْسَ فِي قُلُوبِهِمْ﴾ ''وہ اپنے منہ سے وہ بات کہتے ہیں جو ان کے دلوں میں نہیں ہے'' منافقوں کے بارے میں یہ واضح کیا گیا ہے کہ ان کی قسمیں اور وفاداری کے وعدے سب فریب ہیں۔ ان کے دلوں میں کفر بھرا ہوا ہے جب کہ وہ زبان سے ایمان کے دعوے کرتے ہیں۔

(7) یعنی وہ ایک بات تو کہتے ہیں لیکن اس کے صحیح ہونے کا اعتقاد نہیں رکھتے اور ان کی زبانی باتوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ ''اگر ہم کو لڑائی کی خبر ہوتی تو ہم ضرور تمہارے ساتھ رہتے'' حالانکہ انہیں یقین تھا کہ دور دراز کے علاقوں سے کافروں کا یہ جو لشکر جرار آیا ہے، یہ مسلمانوں سے زبردست معرکہ آرائی کرے گا کیونکہ یہ جنگ بدر میں اپنے قتل، زخمی اور قیدی ہونے والے آدمیوں کا بدلہ لینے آیا ہے، لہٰذا انہیں یقین تھا کہ ان دونوں لشکروں کے مابین جنگ ضرور ہوگی۔ (المصباح المنیر :730/1)

(8) اسی لیے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا يَكْتُمُوْنَ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ اس کو زیادہ جاننے والا ہے جسے وہ چھپاتے ہیں'' اس سے مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے نفاق کو جانتا ہے جس کو وہ ظاہر نہیں کرنا چاہتے۔

﴿اَلَّذِيْنَ قَالُوْا لِاِخْوَانِهِمْ وَقَعَدُوْا لَوْ اَطَاعُوْنَا مَا قُتِلُوْا ۭ قُلْ فَادْرَءُوْا عَنْ

''یہ وہ لوگ ہیں جو خود بیٹھے رہے اور اپنے بھائیوں کے بارے میں کہا کہ اگر وہ ہماری مانتے تو نہ مارے جاتے۔ آپ کہہ دیں پھر

اَنْفُسِكُمُ الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ﴾

موت کو اپنے آپ سے ہٹا کر دکھا دو اگر تم سچے ہو'' (168)

سوال 1: ﴿اَلَّذِيْنَ ... صٰدِقِيْنَ﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اَلَّذِيْنَ قَالُوْا لِاِخْوَانِهِمْ وَقَعَدُوْا لَوْ اَطَاعُوْنَا مَا قُتِلُوْا﴾ ''یہ وہ لوگ ہیں جو خود بیٹھے رہے اور اپنے بھائیوں کے بارے میں کہا کہ اگر وہ ہماری مانتے تو نہ مارے جاتے'' ابن جریر نے کہا: وہ عبداللہ ابن ابی تھا جو بیٹھ رہا اور اپنے ساتھیوں سے کہنے لگا جو نبی کے ساتھ احد کے دن نکلے تھے۔ ﴿لَوْ اَطَاعُوْنَا مَا قُتِلُوْا﴾ ''اگر وہ ہماری مانتے تو نہ مارے جاتے۔'' (جامع البیان :177/4)

(2) جو لوگ حق کی راہ میں جان قربان کرتے ہیں اکثر دنیا والے یہ بات افسوس سے کہتے ہیں کہ خواہ مخواہ اپنا آپ گنوا دیا۔ اگر جہاد کے لئے نہ جاتے تو نہ مارے جاتے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(3) یہ نادانی کی بات ہے اس لئے کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنا سب کچھ قربان کر دیں وہی اللہ تعالیٰ کے انعامات کے مستحق قرار پاتے ہیں۔ (4) لوگ صرف اللہ تعالیٰ کی راہ میں نہیں، اپنے بستروں پر بھی مرتے ہیں۔ موت کا تو ایک وقت مقرر ہے۔ کسی کے پاس ہونے یا نہ ہونے سے فرق نہیں پڑتا۔

(5) حافظ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ واقعۂ احد کی ایک حکمت یہ بھی تھی کہ منافقین نے از خود اپنے دل کی بات کہی جسے مسلمانوں نے سنا اور اللہ تعالیٰ نے جو جواب دیا اسے بھی مسلمانوں نے سنا اور نفاق اور اس کے انجام کو جانا کہ کس طرح منافق دنیا و آخرت کی نیک بختیوں سے محروم ہو جاتا ہے اور ہر بد بختی اسے گھیر لیتی ہے۔ (تیسیر الرحمٰن)

(6) اللہ تعالیٰ نے انہیں جواب دیتے ہوئے فرمایا: ﴿قُلْ فَادْرَءُوْا عَنْ اَنْفُسِكُمُ الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ﴾ ''آپ کہہ دیں پھر موت کو اپنے آپ سے ہٹا کر دکھا دو اگر تم سچے ہو''

(7) موت کا ایک وقت مقرر ہے۔ وہ اپنے وقت پر آنے والی ہے۔ انسان خواہ ایک راستے میں ہو یا دوسرے راستے میں، وہ کسی حالت میں موت کے انجام سے نہیں بچ سکتا۔

﴿وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ؕ بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ﴾

''اور جو لوگ اللہ تعالیٰ کی راہ میں قتل ہو گئے انہیں تم مردہ نہ سمجھو بلکہ وہ زندہ ہیں، اپنے رب کے پاس رزق دیئے جاتے ہیں'' (169)

سوال 1: اس آیت کا شان نزول کیا ہے؟

جواب: سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ مجھے ملے اور فرمانے لگے: ''اے جابر رضی اللہ عنہ! کیا وجہ ہے کہ میں تجھے پریشان دیکھتا ہوں؟'' میں نے عرض کیا: اللہ کے رسول ﷺ! میرے والد احد کے روز شہید ہو گئے اور اپنے پیچھے عیال (بچیاں) اور قرض چھوڑ گئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''کیا میں تجھے خوش خبری نہ سناؤں کہ اللہ تعالیٰ نے کس طرح آپ کے والد سے ملاقات کی ہے؟'' میں نے عرض کیا: ''اللہ کے رسول ﷺ! جی ہاں'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے جب بھی کسی سے کلام کیا ہے تو پردہ کے پیچھے سے کیا ہے مگر تمہارے والد کو زندہ کر کے بغیر پردہ کے بالمشافہ کلام کیا'' اور فرمایا: ''تمنا کر میں اسے پورا کروں گا۔'' انہوں نے عرض کیا: ''اللہ تعالیٰ مجھے (دنیا میں لوٹانے کے لیے) زندہ کرتا کہ میں تیرے راستہ میں دوبارہ قتل کیا جاؤں'' تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''میری طرف سے فیصلہ ہو چکا ہے (کہ وہ دوبارہ دنیا میں نہیں لوٹیں گے)'' سیدنا جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ آیت ﴿وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ؕ بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ﴾ (آل عمران:169) اسی بارے میں نازل ہوئی ''اور جو لوگ اللہ تعالیٰ کی راہ میں قتل ہو گئے انہیں تم مردہ نہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سمجھو بلکہ وہ زندہ ہیں، اپنے رب کے پاس رزق دیئے جاتے ہیں۔" (جامع ترمذی:3010)

سوال 2: شہداء کی فضیلت ﴿وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ ... يُرْزَقُوْنَ﴾ کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا﴾ "اور جو لوگ اللہ تعالیٰ کی راہ میں قتل ہو گئے انہیں تم مردہ نہ سمجھو" حافظ ابن کثیر کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے شہداء کے بارے میں بیان فرمایا ہے کہ اگرچہ وہ دنیا میں قتل ہو گئے ہیں لیکن جنت میں ان کی روحیں زندہ ہیں اور انہیں رزق دیا جاتا ہے۔ (المصباح المنیر:731/1)

(2) ﴿بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ﴾ "بلکہ وہ زندہ ہیں اپنے رب کے پاس رزق دیئے جاتے ہیں" شہداء مردہ نہیں۔ صحیح احادیث کے مطابق ان کی روحیں سبز پرندوں کی پوٹوں میں ہوتی ہیں۔ وہ جنت کے پھل کھاتی ہیں اور عرش کے ساتھ معلق قندیلوں میں پناہ لیتی ہیں اور اللہ تعالیٰ نے ان کی جو عزت کی ہے اس سے خوش ہوتی ہیں۔

(3) سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "کوئی شخص بھی ایسا نہ ہوگا جو جنت میں داخل ہونے کے بعد دنیا میں دوبارہ آنا پسند کرے خواہ اسے ساری دنیا مل جائے سوائے شہید کے۔ اس کی یہ تمنا ہوگی کہ دنیا میں دوبارہ واپس جا کر دس مرتبہ اور قتل ہو کیونکہ وہ شہادت کی عزت وہاں دیکھتا ہے۔" (بخاری:2817)

(4) سیدنا سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "میں نے رات میں دو آدمی دیکھے جو میرے پاس آئے، پھر وہ مجھے لے کر ایک درخت پر چڑھے اور اس کے بعد مجھے ایک ایسے مکان میں لے گئے جو نہایت خوب صورت اور بڑا پاکیزہ تھا۔ ایسا خوبصورت مکان میں نے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ ان دونوں نے کہا کہ یہ گھر شہیدوں کا ہے۔" (صحیح بخاری:2791)

(5) یہ جہاد کی ترغیب ہے۔ (تفسیر منیر:496/2)

﴿فَرِحِيْنَ بِمَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ۙ وَيَسْتَبْشِرُوْنَ بِالَّذِيْنَ لَمْ يَلْحَقُوْا بِهِمْ مِّنْ

"اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے انہیں جو دیا ہے اس پر وہ بہت خوش ہیں اور جو ان کے پیچھے سے ان کے ساتھ نہیں ملے

خَلْفِهِمْ ۙ اَلَّا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ﴾

وہ ان پر خوشی محسوس کرتے ہیں کہ ان کے لیے نہ کوئی خوف ہے اور نہ ہی وہ غمگین ہوں گے" (170)

سوال 1: شہداء کس چیز پر خوش ہیں، اس کی وضاحت ﴿فَرِحِيْنَ ... يَحْزَنُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿فَرِحِيْنَ بِمَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ﴾ "اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے انہیں جو دیا ہے اس پر وہ بہت خوش

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہیں'' مقاتل نے کہا: جس خیر، عزت اور رزق کو شہید پا رہے ہیں اس پر وہ بہت خوش ہیں۔ (تفسیر مراغی: 109/2)

(2)﴿وَ يَسْتَبْشِرُوْنَ بِالَّذِيْنَ لَمْ يَلْحَقُوْا بِهِمْ مِّنْ خَلْفِهِمْ ۙ اَلَّا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ﴾ ''اور جو ان کے پیچھے سے ان کے ساتھ نہیں ملے وہ ان پر خوشی محسوس کرتے ہیں کہ ان کے لیے نہ کوئی خوف ہے اور نہ ہی وہ غمگین ہوں گے'' حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ کہتے ہیں: اور اپنے ان بھائیوں کی وجہ سے بھی خوشیاں منا رہے ہیں، جو ان کے بعد اللہ تعالیٰ کے راستے میں شہید ہوں گے کیونکہ وہ بھی ان کے پاس آ جائیں گے، انہیں بھی اپنے سامنے کوئی خوف نہ ہوگا اور نہ وہ اپنے پیچھے چھوڑے ہوئے دنیوی مال و اسباب پر کوئی غم کریں گے۔ ہم دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی جنت عطا فرمائے! (المصباح المنیر: 734/1)

﴿يَسْتَبْشِرُوْنَ بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَفَضْلٍ ۙ وَّاَنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾ ع 17 16 8

''وہ خوشیاں منا رہے ہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے نعمت اور فضل پر اور اس پر کہ یقیناً اللہ تعالیٰ ایمان والوں کا اجر ضائع نہیں کرتا'' (171)

سوال 1: ﴿يَسْتَبْشِرُوْنَ ... اَجْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿يَسْتَبْشِرُوْنَ بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَفَضْلٍ﴾ ''وہ خوشیاں منا رہے ہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے نعمت اور فضل پر'' شہداء اللہ تعالیٰ کی نعمت اور فضل سے خوش ہیں۔

(2) یہاں اس سے مراد یہ ہے کہ شہداء کے لیے اللہ تعالیٰ نے جو تیار کر رکھا ہے اس پر شہید خوشیاں مناتے ہیں۔

(3)(i) نعمت سے مراد ثواب اور زائد فضل ہے۔ (ii) یہ بھی کہا گیا کہ نعمت جنت ہے اور فضل نعمت میں داخلہ ہے۔

(4)﴿وَّاَنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾ ''یقیناً اللہ تعالیٰ ایمان والوں کا اجر ضائع نہیں کرتا'' اللہ تعالیٰ نے جنت میں شہداء کی زندگی، ان کے رزق، ان کے خوشیاں منانے، ان کے لئے کسی خوف اور غم کے نہ ہونے، ان کے اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی نعمتوں پر خوش ہونے سے یہ شعور دلایا ہے کہ اللہ تعالیٰ ایمان والوں کے اجر کو ضائع نہیں کرتا۔

(5) پہلی بشارت ان کے بھائیوں کے بارے میں تھی اور دوسری ان کے اپنے حالات کے بارے میں تھی۔ (فتح القدیر: 509/1)

﴿اَلَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ مِنْۢ بَعْدِ مَآ اَصَابَهُمُ الْقَرْحُ ۛ لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا

''جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ اور رسول کا حکم مانا اس کے بعد بھی کہ انہیں زخم پہنچا، ان میں سے ان لوگوں کے لیے جنہوں نے

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

مِنْهُمْ وَاتَّقَوْا اَجْرٌ عَظِيْمٌ﴾

نیکی کی اور اللہ تعالیٰ سے ڈر گئے، بہت بڑا اجر ہے" (172)

سوال 1: اس آیت کا شان نزول کیا ہے؟

جواب: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے (آیت) "وہ لوگ جنہوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی آواز پر لبیک کہا" کے متعلق عروہ بن زبیر سے کہا: میرے بھانجے! تمہارے والد زبیر (رضی اللہ عنہ) اور (نانا) ابوبکر (رضی اللہ عنہ) بھی ان ہی میں سے تھے۔ احد کی لڑائی میں رسول اللہ ﷺ کو جو کچھ تکلیف پہنچنی تھی جب وہ پہنچی اور مشرکین واپس جانے لگے تو نبی کریم ﷺ کو اس کا خطرہ ہوا کہ کہیں وہ پھر لوٹ کر حملہ نہ کریں۔ اس لیے آپ ﷺ نے فرمایا: "ان کا پیچھا کرنے کون کون جائیں گے؟" اسی وقت ستر صحابہ رضی اللہ عنہم تیار ہو گئے۔ راوی نے بیان کیا کہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ اور زبیر رضی اللہ عنہ بھی ان ہی میں سے تھے۔ (بخاری: 4077)

سوال 2: غزوہ حمراء الاسد کے واقعہ کی وضاحت ﴿اَلَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا ... عَظِيْمٌ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿اَلَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ مِنْۢ بَعْدِ مَآ اَصَابَهُمُ الْقَرْحُ﴾ "جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ اور رسول کا حکم مانا اس کے بعد بھی کہ انہیں زخم پہنچا" اس آیت میں ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کا ذکر ہے جنہوں نے غزوۂ احد کے بعد ابوسفیان کا پیچھا کیا اور حمراء الاسد پہنچ گئے۔ ابوسفیان کو جب اطلاع ملی کہ ان کا پیچھا کیا جا رہا ہے تو وہ گھبرا کر مکہ لوٹ گیا۔

(2) مسلمانوں نے زخموں سے نڈھال ہونے کے باوجود اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کی اور ان کے حکم پر لبیک کہا۔

(3) ابوالسائب کی روایت ہے کہ نبی ﷺ کے ساتھیوں میں سے ایک صاحب جو عبدالاشہل سے تعلق رکھتے تھے، بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ احد میں شریک تھے۔ میں اور میرا بھائی دونوں زخمی تھے۔ رسول اللہ ﷺ کے مؤذن نے اعلان کیا: نکلو! دشمن کا تعاقب کرنا ہے۔ میں نے اپنے بھائی سے کہا: کیا اب ہم سے رسول اللہ ﷺ کی یہ جنگ رہ جائے گی؟ ہمارے پاس کوئی سواری نہیں اور ہم زخمی ہیں۔ ہم دونوں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نکل کھڑے ہوئے۔ میرا زخم بھائی سے تھوڑا کم تھا۔ جب اس کی طبیعت خراب ہوتی تو میں اسے پیچھے سے تھامتا یہاں تک کہ مسلمانوں کے ساتھ منزل مقصود تک پہنچ گئے۔ (تفسیر ابن کثیر)

(4) ﴿لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا مِنْهُمْ وَاتَّقَوْا اَجْرٌ عَظِيْمٌ﴾ "ان میں سے ان لوگوں کے لیے جنہوں نے نیکی کی اور اللہ تعالیٰ سے ڈر گئے، بہت بڑا اجر ہے" اللہ تعالیٰ نے زخم کھانے کے بعد بھی نیکی اور تقویٰ کی روش اختیار کرنے والوں کو اجر عظیم

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کی بشارت دی ہے۔(5)﴿اَحْسَنُوْا﴾اللہ تعالیٰ کے رسول کی اطاعت کی وجہ سے اور غزوے میں جانے کی وجہ سے۔
(6)﴿وَاتَّقَوْا﴾اللہ تعالیٰ کی معصیت سے بچے اور پیچھے رہنے سے بچے۔(تفسیر خازن:322/1)

﴿اَلَّذِیْنَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ

''جن سے لوگوں نے کہا کہ یقیناً دشمن لوگ تمہارے خلاف لشکر جمع کر چکے ہیں لہٰذا تم ان سے ڈر جاؤ، چنانچہ اس نے ان

فَزَادَهُمْ اِیْمَانًا ۖ وَّقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِیْلُ﴾

کو ایمان میں اور زیادہ کر دیا، اور انہوں نے کہا کہ ہمیں اللہ تعالیٰ ہی کافی ہے اور وہ بہترین کارساز ہے''(173)

سوال1: اس آیت کے پیچھے جو واقعات ہیں، تحریر کریں؟

جواب: غزوۂ احد مدینہ سے تقریباً دو میل کے فاصلے پر ہوئی۔ اس جنگ کے بعد کافروں کا لشکر واپس ہوا۔ مدینہ سے آٹھ میل دور حمراء الاسد میں انہوں نے پڑاؤ ڈالا اور یہاں ان کی سمجھ میں یہ بات آئی کہ احد سے واپس آ کر انہوں نے غلطی کی ہے۔ زیادہ اچھا تھا کہ مسلمانوں کا پیچھا کرتے اور ان کی طاقت کا آخری طور پر خاتمہ کر دیتے۔ سیرت ابن ہشام میں ہے کہ معبد الخزاعی جب ابوسفیان اور اس کی فوج کو مسلمانوں سے مرعوب کرنے کے بعد واپس چلے گئے تو قبیلہ عبدالقیس کا ایک قافلہ ابوسفیان کے قریب سے گزرا۔ اس نے پوچھا: ''آپ لوگ کہاں جا رہے ہو؟'' انہوں نے کہا: ''مدینہ۔'' پوچھا: کس لئے؟ کہنے لگے: خوراک حاصل کرنے کے لئے۔ ابوسفیان نے کہا کہ تم لوگ محمد ﷺ کو ہمارا پیغام پہنچا دو۔ اس کے بدلے ہم تمہیں عکاظ کے بازار میں کشمش دیں گے۔ انہوں نے کہا: ٹھیک ہے۔ ابوسفیان نے کہا: جب محمد ﷺ سے ملاقات ہو تو کہہ دینا ہم نے باقی مسلمانوں کو ختم کرنے کے لئے آنے کا فیصلہ کر لیا ہے۔ عبدالقیس کا یہ قافلہ حمراء الاسد میں ہی رسول اللہ ﷺ سے جا ملا اور ابوسفیان کا پیغام پہنچا دیا تو رسول اللہ ﷺ اور مسلمانوں نے کہا: ﴿حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِیْلُ﴾ ''اللہ تعالیٰ ہمارے لئے کافی اور بہترین کارساز ہے۔'' اس پر یہ آیات نازل ہوئیں۔

سوال2: قافلہ عبدالقیس کے ڈرانے کا مسلمانوں پر کیا اثر ہوا، اس کی وضاحت ﴿اَلَّذِیْنَ...وَنِعْمَ الْوَكِیْلُ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿اَلَّذِیْنَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ﴾ ''جن سے لوگوں نے کہا'' یہاں (الناس) لوگوں سے مراد قافلہ عبدالقیس ہے۔(2)﴿اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ﴾ ''یقیناً دشمن لوگ تمہارے خلاف لشکر جمع کر چکے ہیں لہٰذا تم

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ان سے ڈر جاؤ" لوگوں نے تمہارے مقابلے کے لئے لشکر جمع کر لیا ہے۔ یہاں الناس سے مراد ابوسفیان اور اس کا لشکر ہیں۔یعنی ابوسفیان اور اس کا لشکر بڑی تعداد میں لوگوں کو جمع کر کے مدینہ پر حملہ کرنے والے ہیں۔

(3)﴿فَزَادَهُمْ اِيْمَانًا﴾ "چنانچہ اس نے ان کو ایمان میں اور زیادہ کر دیا" لوگوں نے تو مسلمانوں کو دشمن کی کثرت تعداد سے ڈرانے کی کوشش کی مگر انہوں نے دشمن سے ڈرنے کی بجائے اللہ تعالیٰ کی ذات پر توکل کیا اور اس سے استعانت طلب کی۔

(4) یہاں ایمان میں اضافے سے مراد وہ عزم اور حوصلہ ہے جو قبیلہ عبدالقیس اور ابوسفیان کے خوف زدہ کرنے کی کوششوں کے باوجود مسلمانوں میں پیدا ہوا۔

(5) ایمان میں کمی بیشی ہوتی رہتی ہے۔امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں باب باندھ کر اس کی وضاحت کی ہے کہ ﴿اَلْاِيْمَانُ يَزِيْدُ وَيَنْقُصُ﴾ یعنی ایمان بڑھتا اور گھٹتا ہے۔

(6)﴿وَقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ﴾ "اور انہوں نے کہا کہ ہمیں اللہ تعالیٰ ہی کافی ہے اور وہ بہترین کارساز ہے" جس پر اعتماد کیا جائے اسے وکیل کہتے ہیں۔اللہ تعالیٰ وکیل ہے کہ تمام کام اسی کی وجہ سے درست ہوتے ہیں، اسی کی وجہ سے اصلاح ہوتی ہے۔تمام امور کا اختیار اسی کے پاس ہے اس لئے وہی وکیل ہونے کے لئے کافی ہے۔

(7)﴿حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ﴾ پڑھنے کی بڑی فضیلت ہے۔صحیح بخاری میں ہے کہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو جب آگ میں ڈالا گیا تو ان کی زبان پر یہی الفاظ تھے۔(بخاری:4564)

﴿فَانْقَلَبُوْا بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَفَضْلٍ لَّمْ يَمْسَسْهُمْ سُوْٓءٌ ۙ وَّاتَّبَعُوْا رِضْوَانَ اللّٰهِ ؕ

"چنانچہ وہ اللہ تعالیٰ کے فضل و نعمت کے ساتھ پلٹے کہ انہیں کوئی تکلیف تک نہ پہنچی اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کی رضا کی پیروی کی

وَاللّٰهُ ذُوْ فَضْلٍ عَظِيْمٍ﴾

اور اللہ تعالیٰ بڑے ہی فضل والا ہے" (174)

سوال 1: اس آیت کا شان نزول کیا ہے؟

جواب: آپ ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ حمراء الاسد کے مقام پر پہنچے تو وہاں کوئی بھی نہ ملا، صحابہ نے اس مقام پر بازار لگایا اسی کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: ﴿فَانْقَلَبُوْا بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ﴾ آخر تک۔(تفسیر ابن عباس:231/1)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سوال2: حمراء الاسد سے مسلمان کس حال میں واپس آئے، اس کی وضاحت ﴿فَانْقَلَبُوْا ... عَظِيْمٍ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿فَانْقَلَبُوْا بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَفَضْلٍ﴾ ''چنانچہ وہ اللہ تعالیٰ کی نعمت اور فضل کے ساتھ پلٹے'' مسلمانوں نے جب اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کی مدد فرمائی، دشمن کے خوف کو ان سے دور کر دیا اور مسلمان اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے بخیر وعافیت مدینہ لوٹ آئے۔

(2)﴿بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ﴾ نعمت سے مراد سلامتی ہے۔(i) جنگ سے سلامتی۔

(ii) ایمان کی سلامتی اور اس میں اضافہ مراد ہے۔

(3)﴿وَفَضْلٍ﴾ ''اور فضل'' فضل سے مراد وہ نفع ہے جو بدر صغریٰ میں تجارت سے حاصل ہوا۔ جب رسول اللہ ﷺ نے ایک گزرنے والے قافلے سے سامان تجارت خریدا۔ پھر اسے فروخت کر کے اس کا نفع مسلمانوں میں تقسیم کر دیا۔ (تفسیر ابن کثیر)

(4)﴿لَّمْ يَمْسَسْهُمْ سُوْٓءٌ﴾ ''کہ انہیں کوئی تکلیف تک نہ پہنچی'' حمراء الاسد میں معبد الخزاعی نے رسول اللہ ﷺ کے پاس آ کر اسلام قبول کر لیا۔ آپ ﷺ نے انہیں حکم دیا کہ ابوسفیان کے پاس جا کر اسے مسلمانوں سے خوف دلائیں۔ ابوسفیان کو معبد کے اسلام لانے کا علم نہیں تھا۔ اس نے پوچھا کہ تمہارے پاس محمد اور اس کے ساتھیوں کے بارے میں خبر ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ وہ لوگ تو کسی طرح تمہیں پا لینا چاہتے ہیں۔ اگر انہوں نے تمہیں آلیا تو تمہاری خیر نہیں۔ محمد کے وہ ساتھی جنہوں نے جنگ احد میں شرکت نہیں کی تھی وہ بھی ساتھ ہو گئے ہیں۔ ابوسفیان نے پوچھا کہ تمہاری کیا رائے ہے تو انہوں نے کہا کہ میری رائے بس یہ ہے کہ تم لوگ جلد از جلد یہاں سے روانہ ہو جاؤ، چنانچہ وہ لوگ گھبرا کر مکہ کی طرف لوٹ گئے اور مسلمان حمراء الاسد سے بخیر وعافیت واپس ہوئے۔ (تیسیر الرحمٰن)

(5)﴿وَّاتَّبَعُوْا رِضْوَانَ اللّٰهِ﴾ ''اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کی رضا کی پیروی کی'' انہیں اللہ تعالیٰ کی رضامندی کی پیروی کرنے کا شرف ملا۔ یعنی زخموں سے چور چور ہونے کے باوجود رسول اللہ ﷺ کے حکم کے مطابق حمراء الاسد جانے کا موقع ملا۔

(6)﴿وَاللّٰهُ ذُوْ فَضْلٍ عَظِيْمٍ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ بڑے ہی فضل والا ہے'' اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو تجارت میں ملنے والے منافع سے اور دشمنوں سے کوئی گزند نہ پہنچنے سے اپنے فضل کا شعور دلایا ہے۔

﴿اِنَّمَا ذٰلِكُمُ الشَّيْطٰنُ يُخَوِّفُ اَوْلِيَآءَهٗ ۠ فَلَا تَخَافُوْهُمْ وَخَافُوْنِ

''یقیناً یہ (تو) شیطان ہی ہے جو تمہیں اپنے دوستوں سے ڈراتا ہے، چنانچہ تم ان سے نہ ڈرو اور مجھ سے ڈرو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ﴾

اگر تم مومن ہو'' (175)

سوال 1: ﴿اِنَّمَا ... مُّؤْمِنِيْنَ﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اِنَّمَا ذٰلِكُمُ الشَّيْطٰنُ يُخَوِّفُ اَوْلِيَآءَهٗ﴾ ''یقیناً یہ (تو) شیطان ہی ہے جو تمہیں اپنے دوستوں سے ڈراتا ہے'' یعنی مشرکین میں سے جس نے ڈرایا اور کہا کہ لوگ تمہارے لیے اکٹھے ہو چکے ہیں وہ شیطان کے داعیوں میں سے ایک داعی ہے جو اپنے دوستوں کو ڈراتا ہے جو ایمان سے محروم ہیں یا جن کا ایمان کمزور ہے۔ (تفسیر سعدی: 450/1)

(2) شیطان اپنے دوستوں سے اس لئے ڈراتا ہے تا کہ حق دب جائے اور باطل غالب آجائے۔

(3) ﴿فَلَا تَخَافُوْهُمْ وَخَافُوْنِ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ﴾ ''چنانچہ تم ان سے نہ ڈرو اور مجھ سے ڈرو اگر تم مومن ہو'' یعنی جب بھی شیطان تمہارے دل میں یہ خیال یا وہم پیدا کرے تو تم مجھ ہی پر توکل کرو، میری ہی طرف رجوع کرو، میں تمہارے لیے کافی ہوں اور ان کے مقابلے میں تمہاری نصرت و اعانت کروں گا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿اَلَيْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدَهٗ ۭ وَيُخَوِّفُوْنَكَ بِالَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِهٖ ۭ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ (۳۶)﴾ ''کیا اللہ تعالیٰ ہی اپنے بندے کے لیے کافی نہیں ہے؟ اور یہ لوگ اُس کے سوا آپ کو دوسروں سے ڈراتے ہیں اور جس کو اللہ تعالیٰ گمراہ کر دے اُسے کوئی راہ پر لانے والا نہیں۔'' (الزمر: 36)

(4) ﴿وَخَافُوْنِ﴾ ''اور مجھ سے ڈرو'' میرے امور کی مخالفت سے بچ جاؤ اور میرے رسول کے ساتھ جہاد کرو۔ (تفسیر بیضاوی: 118/2)

(5) ﴿اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ﴾ ''اگر تم مومن ہو'' اس آیت کریمہ سے ثابت ہوتا ہے کہ صرف اللہ تعالیٰ کا خوف واجب ہے اور اللہ تعالیٰ کا خوف لوازم ایمان میں شمار ہوتا ہے۔ بندہ اپنے ایمان کی مقدار کے مطابق خوف الٰہی رکھتا ہے اور خوف محمود وہ ہے جو بندے کو اللہ تعالیٰ کے حرام کردہ امور کے ارتکاب سے روک دے۔ (تفسیر سعدی)

(6) اس کائنات میں قوت کا سرچشمہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہے اس لیے انسان کو اسی سے ڈرنا چاہیے۔ وہ قوت والا ہے جو نفع اور نقصان پہنچانے پر قدرت رکھتا ہے، اس لیے مومنوں کو صرف اللہ تعالیٰ سے ڈرنا چاہیے۔ جب سارے اہل ایمان اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والے بن جاتے ہیں تو دنیا کی کوئی قوت ان کے مقابلے میں ٹھہر نہیں سکتی۔

﴿وَلَا يَحْزُنْكَ الَّذِيْنَ يُسَارِعُوْنَ فِي الْكُفْرِ ۚ اِنَّهُمْ لَنْ يَّضُرُّوا اللّٰهَ شَيْـــًٔا ۭ يُرِيْدُ اللّٰهُ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

''اور وہ آپ کو غم نہ پہنچائیں جو کفر میں جلدی کرتے ہیں، بلاشبہ وہ اللہ تعالیٰ کو ہرگز کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے اللہ تعالیٰ چاہتا ہے

﴿اَلَّا يَجْعَلَ لَهُمْ حَظًّا فِي الْاٰخِرَةِ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ﴾

کہ آخرت میں ان کے لئے کوئی حصہ نہ رکھے، اور ان کے لئے بڑا عذاب ہے''(176)

سوال 1: رسول اللہ ﷺ کو جو تسلی دی گئی ہے، اس کی وضاحت ﴿وَلَا ... عَظِيْمٌ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) اس آیت کا اور اس کے بعد آنے والی دونوں آیتوں کا تعلق بھی غزوۂ احد سے ہے۔ اس غزوے کے بعد منافقین کا نفاق، کفار قریش اور یہود مدینہ کا کفر اور ان کی سازشیں کھل کر سامنے آ گئیں تو رسول اللہ ﷺ اور صحابہ رضی اللہ عنہم کو اس سے بڑی تکلیف ہوئی کہ ہزار جانفشانی کے باوجود یہ لوگ اسلام کیوں نہیں لاتے تو اللہ تعالیٰ نے انہیں تسلی دی۔

(2) ﴿وَلَا يَحْزُنْكَ الَّذِيْنَ يُسَارِعُوْنَ فِي الْكُفْرِ﴾ ''اور وہ آپ کو غم نہ پہنچائیں جو کفر میں جلدی کرتے ہیں'' رسول ﷺ کی شدید تمنا تھی کہ کافر مسلمان ہو جائیں اس لئے ان کے کفر اور جھٹلانے سے آپ ﷺ کو غم لاحق ہو جاتا تھا۔

(3) ﴿يُسَارِعُوْنَ فِي الْكُفْرِ﴾ کفر کی راہ میں جلدی سے مراد یہ ہے کہ (i) اسلام کی مخالفت کے لیے اپنے سارے ذرائع، اپنی ساری قوتیں، اپنی فکر، اپنا وقت، اپنا مال، اپنی اولادیں سب کچھ جھونک دیتے ہیں۔ (ii) اسلام کی مخالفت کی آگ ان کے نفس کے اندر بھڑک رہی ہے۔ جتنی یہ آگ بڑھتی ہے اتنا ہی ان کی سرگرمیوں میں بھی تیزی آتی ہے۔ (iii) شاعر اسلام کے خلاف شاعری کرتے ہیں۔ (iv) ادیب اسلام کے خلاف ادب لکھتے ہیں۔ (v) سائنس دان اسلحہ تیار کرتے ہیں۔ (vi) تھنک ٹینک مسلمانوں کے خلاف پالیسیاں بناتے ہیں۔ (vii) حکومتیں مسلمانوں کے اندر غدار پیدا کرتی ہیں۔ (viii) بین الاقوامی طور پر پراپیگنڈہ مہم چلائی جاتی ہے تاکہ اسلام کو پنپنے نہ دیا جائے۔

(4) ﴿اِنَّهُمْ لَنْ يَّضُرُّوا اللّٰهَ شَيْئًا﴾ ''بلاشبہ وہ اللہ تعالیٰ کو ہرگز کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے'' نبی ﷺ کو تسلی دی گئی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے نبی ﷺ اور اس کے صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکیں گے۔ کفر کے لیے ساری سرگرمیوں کا وبال ان پر ہے آپ پر نہیں اور نہ ہی مومنوں پر ہے۔ وہ آپ سے جنگ نہیں کر رہے کہ آپ کو نقصان پہنچائیں وہ تو اللہ تعالیٰ سے جنگ کر رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ کو نقصان پہنچانے سے وہ عاجز ہیں۔ سو وہ اپنے سوا کسی کو نقصان نہیں پہنچا رہے۔ (تفسیر مراغی: 115/2)

(5) ﴿يُرِيْدُ اللّٰهُ اَلَّا يَجْعَلَ لَهُمْ حَظًّا فِي الْاٰخِرَةِ﴾ ''اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ آخرت میں ان کے لئے کوئی حصہ نہ رکھے'' ابن اسحاق رحمہ اللہ کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ارادہ ہے کہ ان کے اعمال برباد کر دے۔ (جامع البیان: 192/4)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(6) اللہ تعالیٰ کا ارادہ ہے کہ ان کے لیے آخرت کی نعمتوں میں کوئی حصہ نہ ہو اسی وجہ سے انہیں ان کے کفر میں چھوڑ دیا ہے جب بھی وہ اس سے نکلیں گے اسی کی طرف لوٹا دیئے جائیں گے۔ (ایسر التفاسیر:226)

(7) ﴿وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ﴾ ''اور ان کے لئے بڑا عذاب ہے'' مقاتل بن حیان نے کہا: عذاب عظیم سے مراد وافر عذاب ہے۔ (ابن ابی حاتم:822/3)

سوال 2: کیا آج بھی کفر کے لیے جلدی کی جارہی ہے؟

جواب: آج بھی یہ سارے ہتھکنڈے استعمال کیے جارہے ہیں۔ کل اور آج میں فرق یہ ہے کہ کل کا مسلمان اسلام کو سمجھتا تھا، اس پر عمل پیرا تھا اور آج کا مسلمان اسلام کو نہیں سمجھتا۔

سوال 3: کفر کے لئے جلدی کرنے والوں کے مقابلے میں ایمان کی راہ میں جلدی کیسے ممکن ہے؟

جواب: ایمان کی راہ میں جلدی ایسے ممکن ہے کہ (1) اسلام کی حمایت میں اپنے سارے ذرائع، اپنی قوتیں، اپنی فکر، اپنا وقت، اپنا مال، اپنی اولادیں سب کچھ جھونک دیا جائے۔

(2) اسلام سے محبت اور اس کی حمایت جتنی بڑھے گی اتنا ہی سرگرمیوں میں بھی تیزی آئے گی۔

(3) شاعر اسلام کے حق میں شاعری کریں۔ (4) ادیب اسلام کے حق میں ادب لکھیں۔

(5) سائنس دان اسلام کی سربلندی کے لیے اسلحہ تیار کریں۔

(6) تھنک ٹینک اسلام کے حق میں پالیسیاں بنائیں۔

(7) اسلام کی تبلیغ واشاعت کا کام بین الاقوامی طور پر منظم انداز میں کریں۔

سوال 4: اسلام کی راہ میں سبقت کے لیے دل کے اندر شوق، لگن، تڑپ کیسے پیدا ہوگی؟

جواب: (1) آخرت کی جواب دہی کا احساس کرکے۔ (2) دنیا سے لوٹ جانے کا احساس دلوں میں راسخ کرکے اسلام کی راہ میں سبقت کے لیے دل کے اندر شوق، لگن، تڑپ پیدا ہوگی۔

﴿إِنَّ الَّذِينَ اشْتَرَوُا الْكُفْرَ بِالْإِيمَانِ لَنْ يَضُرُّوا اللَّهَ شَيْئًا ۚ وَ

''یقیناً جن لوگوں نے ایمان کے بدلے میں کفر خریدا ہے، وہ اللہ تعالیٰ کو ہرگز کوئی نقصان نہیں پہنچا سکیں گے اور

لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ﴾

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ان کے لئے دردناک عذاب ہے" (177)

سوال: ایمان کے بدلے کفر خریدنے سے کیا مراد ہے، اس کی وضاحت ﴿اِنَّ الَّذِیْنَ ... اَلِیْمٌ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿اِنَّ الَّذِیْنَ اشْتَرَوُا الْكُفْرَ بِالْاِیْمَانِ﴾ "یقیناً جن لوگوں نے ایمان کے بدلے میں کفر خریدا ہے" ایمان کے بدلے کفر خریدنے سے مراد ہے کہ ایمان کے بدلے کفر کو اپنا رہے ہیں۔

(2) مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: اس سے مراد منافق ہیں۔ (جامع البیان: 4/193)

(3) یعنی جن لوگوں نے ایمان کے بدلے کفر، توحید کے بدلے شرک اور مغفرت کے بدلے عذاب خریدا۔

(4) ایمان کے بدلے کفر خریدنے والوں کے بارے میں یہ واضح کیا گیا ہے کہ: ﴿لَنْ یَّضُرُّوا اللّٰهَ شَیْـًٔا﴾ "وہ اللہ تعالیٰ کو ہرگز کوئی نقصان نہیں پہنچائیں گے" اللہ تعالیٰ نے تاکیدی طور پر یہ کہا ہے کہ وہ ایمان کے مقابلے میں کفر کے لیے اپنی بری تدبیروں سے اور اپنی اس تجارت سے کچھ بھی نقصان نہیں پہنچا سکیں گے اس لیے آپ ان کی تدبیروں سے خوف نہ کھاؤ۔ (قرطبی: 2/219)

(5) ﴿وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ﴾ "اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے" یعنی آگ کا عذاب ہے۔ (ایسر التفاسیر: 226)

﴿وَلَا یَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْۤا اَنَّمَا نُمْلِیْ لَهُمْ خَیْرٌ لِّاَنْفُسِهِمْ ؕ اِنَّمَا

"اور جن لوگوں نے کفر کیا وہ ہرگز یہ گمان نہ کریں کہ یقیناً ہم انہیں جو مہلت دے رہے ہیں وہ ان کے لیے بہتر ہے ہم انہیں اسی

نُمْلِیْ لَهُمْ لِیَزْدَادُوْۤا اِثْمًا ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّهِیْنٌ﴾

لئے مہلت دے رہے ہیں تاکہ وہ گناہ میں اور زیادہ بڑھ جائیں اور ان کے لئے رسوا کن عذاب ہے" (178)

سوال 1: کافروں کو مہلت دینے سے کیا مراد ہے اور اللہ تعالیٰ نے کافروں کو مہلت کیوں دے رکھی ہے، اس کی وضاحت ﴿وَلَا یَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ ... مُّهِیْنٌ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) کافروں کو مہلت دینے سے مراد زندگی میں کفر کرنے اور کافرانہ کاموں کی مہلت ہے۔ کافروں کو لمبی عمر مل رہی ہے۔ انہیں ان کے حال پر چھوڑا جا رہا ہے۔

(2) ﴿وَلَا یَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْۤا اَنَّمَا نُمْلِیْ لَهُمْ خَیْرٌ لِّاَنْفُسِهِمْ﴾ "اور جن لوگوں نے کفر کیا وہ ہرگز یہ گمان نہ کریں کہ یقیناً ہم انہیں جو مہلت دے رہے ہیں وہ ان کے لیے بہتر ہے" یعنی وہ لوگ جو اپنے رب کے ساتھ کفر کرتے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہیں، اس کے دین کو دور پھینکتے ہیں اور اس کے رسول ﷺ کے خلاف جنگ کرتے ہیں، یہ نہ سمجھیں کہ ہمارا ان کو اس دنیا میں چھوڑ دینا، ان کا استیصال نہ کرنا اور ان کو مہلت دینا ان کے لیے بہتر ہے اور ہم ان سے محبت کرتے ہیں۔ (تفسیر سعدی)

(3) ﴿اِنَّمَا نُمْلِیْ لَهُمْ لِیَزْدَادُوْٓا اِثْمًا ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّهِیْنٌ﴾ ''ہم انہیں اسی لئے مہلت دے رہے ہیں تا کہ وہ گناہ میں اور زیادہ بڑھ جائیں اور ان کے لیے رسوا کن عذاب ہے'' یہ مہلت اور تاخیر ان کے حق میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے عنایت نہیں ہے۔ یہ تو اللہ تعالیٰ کی سنت ہے جو اپنی مخلوق پر وہ جاری رکھتا ہے کیونکہ انسان کو جو خیر یا شر پہنچتا ہے وہ اس کے اعمال کا پھل ہے۔ اس سنت عادلہ کا تقاضا ہے کہ انسان اس مہلت سے دھوکے میں رہے اور اپنے فجور کو جاری رکھے اور اس گناہ میں پڑا رہے جو اس پر توہین آمیز عذاب کو مسلط کرواتا ہے۔ (تفسیر منار: 205/4) (4) اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ مہلت اس لیے ہے کہ اہل کفر خوب بار گناہ سمیٹ لیں۔ پھر ان کے لیے سخت ذلیل کرنے والی سزا ہے۔

سوال 2: اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی مہلت سے جو لوگ فائدہ نہیں اٹھاتے ان کو کیا نقصان ہوتا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی مہلت سے فائدہ نہ اٹھانے والوں کے کفر اور فسق میں اضافہ ہوتا ہے اور اس طرح وہ جہنم کے عذاب کے مستحق بن جاتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿اَیَحْسَبُوْنَ اَنَّمَا نُمِدُّهُمْ بِهٖ مِنْ مَّالٍ وَّبَنِیْنَ (۵۵) نُسَارِعُ لَهُمْ فِی الْخَیْرٰتِ ؕ بَلْ لَّا یَشْعُرُوْنَ﴾ ''یا وہ سمجھتے ہیں کہ یقیناً ہم انہیں مال اور بیٹوں سے مدد دے رہے ہیں؟ ہم انہیں بھلائیاں دینے میں سرگرم عمل ہیں۔ بلکہ وہ شعور نہیں رکھتے۔'' (مومنون: 56,55)

﴿مَا كَانَ اللّٰهُ لِیَذَرَ الْمُؤْمِنِیْنَ عَلٰی مَآ اَنْتُمْ عَلَیْهِ حَتّٰی یَمِیْزَ الْخَبِیْثَ مِنَ الطَّیِّبِ ؕ

''اللہ تعالیٰ ایسا نہیں ہے کہ وہ مومنوں کو اسی حالت پر چھوڑ دے جس پر تم ہو، یہاں تک کہ وہ ناپاک کو پاک سے الگ نہ کر دے

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِیُطْلِعَكُمْ عَلَی الْغَیْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ یَجْتَبِیْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ یَّشَآءُ ۪

اور کبھی ایسا نہیں ہے اللہ تعالیٰ کہ وہ تمہیں غیب کی اطلاع دے لیکن اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں میں سے جس کو چاہتا ہے منتخب کرتا ہے

فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ ۚ وَاِنْ تُؤْمِنُوْا وَتَتَّقُوْا فَلَكُمْ اَجْرٌ عَظِیْمٌ﴾

چنانچہ تم اللہ تعالیٰ پر اور اس کے رسولوں پر ایمان لاؤ اور اگر تم ایمان لاؤ اور متقی بنو تو تمہارے لئے بہت بڑا اجر ہے'' (179)

سوال 1: ﴿مَا كَانَ اللّٰهُ ... عَظِیْمٌ﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿مَا كَانَ اللّٰهُ لِیَذَرَ الْمُؤْمِنِیْنَ عَلٰی مَآ اَنْتُمْ عَلَیْهِ حَتّٰی یَمِیْزَ الْخَبِیْثَ مِنَ الطَّیِّبِ﴾

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

''اللہ تعالیٰ ایسا نہیں ہے کہ وہ مومنوں کو اسی حالت پر چھوڑ دے جس پر تم ہو، یہاں تک کہ وہ ناپاک کو پاک سے الگ نہ کر دے'' اللہ تعالیٰ مومنوں کو ایسی حالت میں نہیں چھوڑے گا یہاں تک کہ مومن کو منافق سے علیحدہ نہ کر دے اور صبر کرنے والے مومن اور فاجر منافق الگ الگ نہ ہو جائیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ حَتّٰى نَعْلَمَ الْمُجٰهِدِيْنَ مِنْكُمْ وَالصّٰبِرِيْنَ﴾ ''اور ہم تمہیں لازماً آزمائیں گے یہاں تک کہ ہم تم میں سے جہاد کرنے والوں اور صبر کرنے والوں کو جان لیں۔'' (محمد:31) (تفسیر منیر:2/509)

(2) اللہ تعالیٰ پاک اور ناپاک، دوست اور دشمن، مومن اور منافق کو الگ الگ کر کے دشمنوں کو ذلیل کرنے کے لئے آزمائشوں سے گزارتے ہیں۔

(3) ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: اللہ تعالیٰ سعادت مندوں کو بدبختوں سے علیحدہ کر دے گا۔ (ابن ابی حاتم:3/824)

(4) قتادہ رحمہ اللہ کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ مومنوں اور منافقوں کو الگ کرنے کے لئے جہاد اور ہجرت سے گزرواتے ہیں۔ (فتح القدیر:1/514)

(5) منافق آستین کے سانپ تھے۔ اگرچہ ایمان والوں کے اپنے گھر والے تھے تب بھی سچے ایمان والوں کی دشمنی کرنے سے باز نہیں آتے تھے۔ ان دشمنوں سے محتاط رہنے کے لئے مومنوں اور منافقوں کی تمیز ضروری تھی۔ غزوۂ احد کے بعد منافقین ظاہر ہو گئے تھے اور مسلمان یہ جان گئے تھے کہ ہمارے گھروں میں بھی دشمن ہیں، اس لئے ان سے احتیاط کرنے لگے۔ یہاں اللہ تعالیٰ نے اس غزوہ کی حکمت کو بیان کیا ہے کہ مومن اور منافق میں تمیز کئے بغیر نہیں چھوڑے گا۔

(6) ﴿وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِيْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَآءُ﴾ ''اور کبھی ایسا نہیں ہے اللہ تعالیٰ کہ وہ تمہیں غیب کی اطلاع دے لیکن اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں میں سے جس کو چاہتا ہے منتخب کر لیتا ہے'' یہ اللہ تعالیٰ کی سنت جاریہ ہے کہ وہ عوام کو غیب پر مطلع نہیں فرماتے۔ اس کے لئے اس کے ماسوا کوئی راستہ نہیں کہ وہ آزمائشوں کے ذریعے امتیاز کرے۔ غیب کے ذریعے اللہ تعالیٰ انبیاء کو مطلع فرماتا ہے۔ (تفسیر طبری:2/142)

(7) اللہ تعالیٰ اپنے پیغمبروں میں سے جس کو چاہتا ہے منافقوں کے دلوں کے نفاق اور کفر پر مطلع کر دیتا ہے جو ان کے اقوال و افعال سے ظاہر ہو جاتا ہے۔ (تفسیر مراغی:2/118)

(8) اللہ تعالیٰ اپنے چنے ہوئے رسولوں کو غیب کی کچھ باتوں کی اطلاع دیتا ہے جن کی ان کو نبوت کی دلیل کے طور پر ضرورت ہوتی ہے مگر وہ اس سے عالم الغیب نہیں بنتے، عالم الغیب ایک اللہ تعالیٰ ہی کی ذات ہے۔ (دعوۃ القرآن) اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿عٰلِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖٓ اَحَدًا﴾ ''غیب کا جاننے والا وہی ہے، پس وہ اپنے غیب پر کسی کو مطلع نہیں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کرتا۔" (الجن:26)

(9)﴿فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ﴾ "چنانچہ تم اللہ تعالیٰ پر اور اس کے رسولوں پر ایمان لاؤ" مسلمانوں کا یہ کام نہیں کہ رسول سے اپنی مرضی کی غیب کی باتیں بتانے کا مطالبہ کریں، ان کا کام اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں پر ایمان لانا ہے۔ (دعوۃ القرآن)

(10) اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر ایمان لانے کا حق ادا کرو۔ (ایسر التفاسیر:228,227)

(11) اللہ تعالیٰ کی نظر میں کوئی مومن تب بنتا ہے جب وہ اپنی جان اور اپنے مال کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں لگا دے۔ جان اور مال کی قربانی کے بغیر کسی کا ایمان معتبر نہیں۔

(12)﴿وَاِنْ تُؤْمِنُوْا وَتَتَّقُوْا فَلَكُمْ اَجْرٌ عَظِيْمٌ﴾ "اور اگر تم ایمان لاؤ اور متقی بنو تو تمہارے لئے بہت بڑا اجر ہے" اس آیت میں اجر عظیم تک لے جانے والے اعمال ایمان اور تقویٰ کا ذکر کیا گیا۔ ابن اسحاق رحمہ اللہ نے کہا ﴿وَاِنْ تُؤْمِنُوْا وَتَتَّقُوْا﴾ یعنی تم رجوع کرو اور توبہ کرو تو تمہارے لئے اجر عظیم ہے۔ (جامع البیان:196/4)

(13)﴿وَاِنْ تُؤْمِنُوْا﴾ اگر تم ایمان کا حق ادا کرو ﴿وَتَتَّقُوْا﴾ نفاق سے بچ جاؤ۔ (تفسیر بیضاوی:122/2)

﴿وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ بِمَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ هُوَ خَيْرًا لَّهُمْ ؕ بَلْ هُوَ

"اور جو لوگ بخل کرتے ہیں اس میں جو اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے فضل سے دیا ہے وہ ہرگز گمان نہ کریں کہ ان کے لئے وہ بہتر ہے بلکہ ان

شَرٌّ لَّهُمْ ؕ سَيُطَوَّقُوْنَ مَا بَخِلُوْا بِهٖ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ وَلِلّٰهِ مِيْرَاثُ السَّمٰوٰتِ

کے لئے وہ بہت ہی برا ہے، جلد ہی قیامت کے دن انہیں اس کا طوق پہنایا جائے گا جو انہوں نے بخل کیا اور آسمانوں اور زمین کی میراث

وَالْاَرْضِ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ﴾

اللہ تعالیٰ کے لیے ہے اور جو بھی تم کرتے ہو اللہ تعالیٰ اس سے پوری طرح باخبر ہے" (180)

سوال 1: اس آیت کا شان نزول کیا ہے؟

جواب: (1) جمہور مفسرین نے کہا کہ یہ مانعین زکوۃ کے بارے میں ہے۔

(2) ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ یہ یہودی علماء کے بارے میں ہے جنہوں نے بخل سے محمد ﷺ کی صفات اور ان کی نبوت کو چھپایا۔ انہوں نے اس علم کو چھپایا جو اللہ تعالیٰ کی جانب سے ان کے پاس آیا۔ (تفسیر منیر:507/2)

سوال 2: بخل کرنے والوں کو کیا وعید دی گئی ہے، اس کی وضاحت ﴿وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ ... خَبِيْرٌ﴾ کی روشنی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

میں کریں؟

جواب:(1)بخل کرنے والوں کو وعید دیتے ہوئے رب العزت نے فرمایا:﴿وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ بِمَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ هُوَ خَيْرًا لَّهُمْ﴾ ''اور جو لوگ بخل کرتے ہیں اس میں جو اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے فضل سے دیا ہے وہ ہرگز گمان نہ کریں کہ ان کے لئے وہ بہتر ہے'' یعنی بخیلوں کا وہ مال جو وہ جمع کر رہے ہیں آخرت میں ان کے کام آنے والا نہیں۔

(2)﴿يَبْخَلُوْنَ﴾ بخل سے مراد مال کا بچانا ہے۔(i)لغوی اعتبار سے اس کا مطلب ہے واجب حق کو روک دینا۔ جو کسی انسان پر واجب نہیں تو اس کو روک دینے والا بخیل نہیں۔(فتح القدیر:514/1)

(ii)انسان جب مال کو حق داروں سے، اپنی ضرورتوں سے، رشتہ داروں سے، حاجت مندوں سے، دینی ضرورتوں سے بچاتا ہے تو بخل کرتا ہے۔(iii)فرض زکوٰۃ کی ادائیگی اور دشمن کے دفاع کے لئے مال دینے سے رکنا بخل ہے۔(تفسیر مراغی:120/2)

(3)﴿بَلْ هُوَ شَرٌّ لَّهُمْ﴾ ''بلکہ ان کے لئے وہ بہت ہی برا ہے'' جو کچھ وہ جمع کر رہے ہیں وہ ان کے لیے دنیا اور آخرت کی بدترین چیز ہے۔(4)﴿سَيُطَوَّقُوْنَ مَا بَخِلُوْا بِهٖ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ﴾ ''جلد ہی قیامت کے دن انہیں اس کا طوق پہنایا جائے گا جو انہوں نے بخل کیا'' سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جسے اللہ تعالیٰ نے مال دیا پھر اس نے اس کی زکوٰۃ نہیں ادا کی تو (آخرت) میں اس کا مال نہایت زہریلا سانپ بن کر جس کی آنکھوں کے اوپر دو نقطے ہوں گے اس کی گردن میں طوق کی طرح پہنا دیا جائے گا وہ سانپ اس کے دونوں جبڑوں کو پکڑ کر کہے گا کہ میں ہی تیرا مال ہوں، میں ہی تیرا خزانہ ہوں پھر آپ نے اس آیت کی تلاوت کی'' اور جو لوگ اس مال میں بخل کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے فضل سے دے رکھا ہے، وہ یہ نہ سمجھیں کہ یہ مال ان کے حق میں بہتر ہے'' آخر تک۔(صحیح بخاری:4565)

(5)﴿وَلِلّٰهِ مِيْرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾ ''اور آسمانوں اور زمین کی میراث اللہ تعالیٰ کے لیے ہے'' اصل مالک اللہ تعالیٰ ہے۔ انسان اور دوسری مخلوقات کا قبضہ عارضی ہے۔ ہر ایک کو یہ قبضہ چھوڑنا ہے اور آخر کار سب کچھ اللہ تعالیٰ کے پاس رہ جانا ہے۔

(6)عقل والا وہ ہے جو مالک کے مال کو اس کے راستے میں دل کھول کر خرچ کرتا ہے اور نادان وہ ہے جو مالک کے مال کو اسی سے بچا بچا کر رکھتا ہے اور بالآخر وہ مال اس سے چھن جاتا ہے۔

(7)اللہ تعالیٰ سے ڈر جاؤ اور زکوٰۃ ادا کرو، اللہ تعالیٰ کی راہ میں صدقہ کرو یہ تمہارے لئے بہتر ہے اللہ تعالیٰ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔(ایسر التفاسیر:228)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(8) ﴿وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ﴾ ''اور جو بھی تم کرتے ہو اللہ تعالیٰ اس سے پوری طرح باخبر ہے'' اللہ تعالیٰ نے بخیلوں کو بخل سے روکنے کے لئے اپنے خبیر ہونے کا شعور دلایا ہے کہ: (i) زمین و آسمان کی میراث اللہ تعالیٰ کی ہے۔ اس کے لئے خود عطا کرنا ہرگز مشکل نہیں ہے۔ (ii) مال بچا کر جو لوگ بخیلی کر رہے ہیں انہیں جان لینا چاہئے کہ قیامت کے دن یہ مال گردن میں طوق بنا کر پہنا دیا جائے گا اور کوئی بخیل بچ نہیں پائے گا کیونکہ ہر چیز کی اللہ تعالیٰ کو خبر ہے۔

(iii) اللہ تعالیٰ سے تم اپنے اعمال نہیں چھپا سکتے اس لئے ہر شخص اپنے نفس کو پاک کر لے۔

سوال 3: بخیلی کیسا رویہ ہے، اس کی وضاحت قرآن و حدیث کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) بخیلی ناکام انسانوں کا رویہ ہے۔ رب العزت فرماتے ہیں: ﴿وَاَمَّا مَنْۢ بَخِلَ وَاسْتَغْنٰى (٨) وَكَذَّبَ بِالْحُسْنٰى (٩) فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْعُسْرٰى (١٠)﴾ ''اور لیکن جس نے بخل کیا اور بے پرواہ ہوا۔ اور بھلائی کو جھٹلایا۔ تو ہم جلد ہی اُس کو مشکل راستے کے لیے سہولت دیں گے۔'' (اللیل: 8-10) یعنی شح اور ایمان کسی مسلمان کے قلب میں جمع نہیں ہو سکتے۔

(2) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جہاد کا غبار اور جہنم کا دھواں دونوں کسی بندے کے سینے میں کبھی جمع نہیں ہو سکتے اور بخل اور ایمان یہ دونوں بھی کسی بندے کے دل میں کبھی جمع نہیں ہو سکتے۔'' (نسائی: 3112)

(3) نبی ﷺ نے فرمایا: ''سخت کنجوسی اور سخت بزدلی کسی آدمی میں پائے جانے والی بدترین صفات ہیں۔'' (صحیحہ: 976)

(4) سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''ہر بدمزاج، اکڑ کر چلنے والا، متکبر، بہت زیادہ مال جمع کرنے والا اور بہت زیادہ بخل کرنے والا سب جہنمی لوگ ہیں اور کمزور اور مغلوب لوگ جنتی ہیں۔'' (صحیحہ: 2488)

(5) سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''بخل (یعنی کنجوسی) سے بچو کیونکہ بخل نے تم سے پہلے لوگوں کو ہلاک کیا ہے اور بخل ہی کی وجہ سے انہوں نے لوگوں کے خون بہائے اور حرام کو حلال کیا۔'' (صحیح مسلم: 6576)

(6) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ کو یہ کہتے سنا: ''بخیل اور خرچ کرنے والے کی مثال ایسے دو آدمیوں کی سی ہے جن کے بدن پر لوہے کے دو کرتے ہوں چھاتیوں سے ہنسلی تک۔ جب خرچ کرنے کا عادی (سخی) خرچ کرتا ہے تو اس کے تمام جسم کو (وہ کرتہ) چھپا لیتا ہے یا (راوی نے یہ کہا کہ) تمام جسم پر وہ پھیل جاتا ہے اور اس کی انگلیاں اس میں چھپ جاتی ہیں اور چلنے میں اس کے پاؤں کا نشان مٹتا جاتا ہے لیکن بخیل جب بھی خرچ کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو اس کرتے کا ہر حلقہ اپنی جگہ سے چمٹ جاتا ہے۔ بخیل اسے کشادہ کرنے کی کوشش کرتا ہے لیکن وہ کشادہ نہیں ہو پاتا۔'' (صحیح بخاری: 1443)

(7) نبی ﷺ بخیلی سے بچنے کی دعا کرتے تھے: ﴿اَللّٰهُمَّ اِنِّيْٓ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْبُخْلِ وَاَعُوْذُبِكَ مِنَ الْجُبْنِ وَ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اَعُوْذُبِكَ مِنْ اَنْ اُرَدَّ اِلٰى اَرْذَلِ الْعُمُرِ وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ فِتْنَةِ الدُّنْيَا (يَعْنِيْ فِتْنَةِ الدَّجَّالِ) وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ﴾ ''اے اللہ! میں آپ کی پناہ مانگتا ہوں بخل سے اور آپ کی پناہ مانگتا ہوں بزدلی سے اور آپ کی پناہ مانگتا ہوں کہ بدترین عمر کی طرف پھیر دیا جاؤں اور دنیا کے فتنوں یعنی مسیح دجال کے فتنے سے آپ کی پناہ مانگتا ہوں اور قبر کے عذاب سے آپ کی پناہ مانگتا ہوں۔'' (صحیح بخاری:6365)

سوال4: ہمارے یہاں اس بخل کی کون کون سی صورتیں ہیں؟

جواب:(1) زکوٰۃ نہ دینا اور شادیوں پر دل کھول کر لٹانا۔

(2) مسکین کو کھانا نہ کھلانا اور تقریبات پر دسیوں ڈشز کا اہتمام کرنا۔

(3) ذاتی عیش وآرام کے لیے دل کھول کر خرچ کرنا اور دینی ضروریات کے لیے مٹھی بند کر لینا۔

(4) اللہ تعالیٰ کے دین کے لیے تھوڑا سا خرچ کر کے رک جانا کہ اتنا ہی بہت ہے۔

﴿لَقَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ فَقِيْرٌ وَّنَحْنُ اَغْنِيَآءُ ۘ سَنَكْتُبُ مَا

''بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے یقیناً ان کی بات سن لی جنہوں نے کہا کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ فقیر ہے اور ہم مال دار ہیں، جلد ہی ہم لکھ دیں گے

قَالُوْا وَقَتْلَهُمُ الْاَنْۢبِيَآءَ بِغَيْرِ حَقٍّ ۙ وَّنَقُوْلُ ذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِيْقِ﴾

جو انہوں نے کہا اور ان کا نبیوں کو ناحق قتل کرنا بھی اور ہم کہیں گے کہ تم جلنے کا عذاب چکھو'' (181)

سوال1: اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کس موقع پر نازل فرمائی؟

جواب:(1) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا جب یہ آیت نازل ہوئی ﴿مَنْ ذَا الَّذِيْ يُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا فَيُضٰعِفَهٗ لَهٗٓ اَضْعَافًا كَثِيْرَةً ۭ وَاللّٰهُ يَقْبِضُ وَيَبْصُۜطُ ۠ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ﴾ ''کون ہے وہ جو اللہ تعالیٰ کو قرض حسنہ دے؟ سو وہ اس کو بڑھا چڑھا کر اس کے لیے کئی گنا کر دے اور اللہ تعالیٰ ہی تنگی اور کشادگی پیدا کرتا ہے اور اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے۔'' (البقرۃ:245) اس پر یہودیوں نے کہا: اے محمد ﷺ! تمہارا رب فقیر ہو گیا ہے کہ اپنے بندوں سے قرضے مانگتا ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ (تفسیر ابن ابی حاتم:828/3)

(2) ابن ابی حاتم میں ہے کہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ یہودیوں کے مدرسے میں گئے۔ یہاں کا بڑا معلم فخاص تھا اور اس کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ماتحت ایک بہت بڑا عالم اشبع تھا۔لوگوں کا مجمع تھا اور وہ مذہبی باتیں سن رہے تھے۔آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:فخاص!اللہ تعالیٰ سے ڈر اور مسلمان ہو جا۔اللہ تعالیٰ کی قسم!تجھے خوب معلوم ہے کہ محمد ﷺ سچے رسول ہیں۔وہ اللہ تعالیٰ کے پاس سے حق لے کر آئے ہیں۔ان کی صفتیں تورات اور انجیل میں تمہارے ہاتھوں میں موجود ہیں۔تو فخاص نے جواب میں کہا:ابوبکر رضی اللہ عنہ!سن اللہ کی قسم!اللہ تعالیٰ ہمارا محتاج ہے ہم اس کے محتاج نہیں۔اس کی طرف اس طرح نہیں گڑگڑاتے جیسے وہ ہماری جانب عاجزی کرتا ہے بلکہ ہم تو اس سے بے پرواہ ہیں اور مال دار ہیں۔اگر وہ غنی ہوتا تو ہم سے قرض طلب نہ کرتا جیسے کہ تمہارا پیغمبر کہہ رہا ہے۔ہمیں تو سود سے روکتا ہے اور خود سود دیتا ہے۔اگر غنی ہوتا تو ہمیں سود کیوں دیتا۔اس پر سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کو بہت غصہ آیا اور فخاص کے منہ پر زور سے مارا اور فرمایا:اللہ کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے!اگر تم یہود سے معاہدہ نہ ہوتا تو میں تجھ اللہ کے دشمن کا سر کاٹ دیتا۔بدنصیبو!جھٹلاتے رہو اگر سچے ہو۔فخاص نے جا کر اس کی شکایت نبی ﷺ سے کی۔آپ ﷺ نے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ آپ نے کیوں مارا؟سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے واقعہ بیان کیا۔فخاص مکر گیا کہ میں نے تو ایسا کہا ہی نہیں۔اس پر یہ آیت اتری۔(جامع البیان:4/202,203)

سوال 2:مشرکوں کو اللہ تعالیٰ نے کیا وعید دی ہے،اس کی وضاحت ﴿لَقَدْ ... الْحَرِيقِ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)مشرکوں کے لیے اللہ تعالیٰ کی وعید ہے کہ:﴿لَقَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ فَقِيْرٌ وَّنَحْنُ اَغْنِيَآءُ﴾ ''بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے یقیناً ان کی بات سن لی جنہوں نے کہا کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ فقیر ہے اور ہم مال دار ہیں''اللہ تعالیٰ نے واضح فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی بات سن لی ہے۔

(2)﴿سَنَكْتُبُ مَا قَالُوْا﴾ ''جلد ہی ہم لکھ دیں گے جو انہوں نے کہا''یہ شدید وعید ہے کہ ہم ان کی یہ بات ان کے خلاف درج کر رہے ہیں۔

(3)﴿وَقَتْلَهُمُ الْاَنْۢبِيَآءَ بِغَيْرِ حَقٍّ﴾ ''اور ان کا نبیوں کو ناحق قتل کرنا بھی''اللہ تعالیٰ نے انہیں انبیاء کو ناحق قتل کرنا یاد دلایا ہے۔

(4)﴿وَّنَقُوْلُ ذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِيْقِ﴾ ''اور ہم کہیں گے کہ تم جلنے کا عذاب چکھو''یہ بات قیامت کے دن انہیں ذلیل کرنے کے لیے کہی جائے گی کہ جلنے کے عذاب کا مزا چکھو۔

﴿ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْكُمْ وَاَنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ﴾

''یہ اس وجہ سے ہے جو آگے بھیجا تمہارے ہاتھوں نے اور یقیناً اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر کچھ بھی ظلم کرنے والا نہیں''(182)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سوال 1: عذاب برے اعمال کا نتیجہ ہے، اس کی وضاحت ﴿ذٰلِكَ ۔۔ لِّلْعَبِيْدِ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْكُمْ﴾ "یہ اس وجہ سے ہے جو آگے بھیجا تمہارے ہاتھوں نے" یعنی یہ عذاب ان برے اعمال کا نتیجہ ہے جو تم نے اپنے ہاتھوں آگے بھیجے یعنی تمہیں تمہارے کیئے کا پھل مل رہا ہے۔

(2) یہ جلنے کا عذاب جس کی حرارت کو آپ چکھ رہے ہو یہ دنیا میں تمہارے اعمال کے سبب ہے مثلاً: قتل انبیاء، اللہ تعالیٰ کو فقیر کہنا، کفر، فسق اور نافرمانی کے کام وغیرہ۔

(3) ﴿وَاَنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ﴾ "اور یقیناً اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر کچھ بھی ظلم کرنے والا نہیں" اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ہر فیصلہ عدل کی بنیاد پر ہے۔ اگر وہ گناہوں پر سزا دیتا ہے تو گناہوں سے قبل وہ گناہوں کی حقیقت کو اپنے پیغمبروں کے توسط سے واضح کرواتا ہے، گناہوں پر ڈراوے دیتا ہے، برے انجام کو سامنے رکھ کر غور وفکر کا موقع دیتا ہے لیکن جب کوئی اپنے انجام سے بالکل بے فکر ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ انسانوں کے ساتھ انصاف کا معاملہ کرنے والا ہے، ظلم کرنے والا نہیں ہے۔

سوال 2: اللہ تعالیٰ یقیناً بندوں کے لیے ظلم کرنے والا نہیں ہے۔ اس بات کا شعور رب نے کیسے دلایا ہے؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے یہود کے ظلم کا تذکرہ کر کے یہ شعور دلایا ہے کہ یہ بندوں کے اعمال ہیں جن کی وجہ سے وہ عذاب میں مبتلا کیئے جاتے ہیں۔

(2) اللہ تعالیٰ مجرموں اور متقیوں، کافروں اور مومنوں کو ایک مقام ومرتبہ نہیں دے گا۔ جیسا کہ فرمایا: ﴿اَفَنَجْعَلُ الْمُسْلِمِيْنَ كَالْمُجْرِمِيْنَ (٣٥) مَا لَكُمْ ۗ كَيْفَ تَحْكُمُوْنَ (٣٦)﴾ "تو کیا ہم فرماں برداروں کو مجرموں کی طرح کر دیں گے؟ تمہیں کیا ہے تم کیسے فیصلہ کرتے ہو؟" (القلم:36,35) اور فرمایا: ﴿اَمْ نَجْعَلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ كَالْمُفْسِدِيْنَ فِي الْاَرْضِ ۡ اَمْ نَجْعَلُ الْمُتَّقِيْنَ كَالْفُجَّارِ﴾ "کیا ہم ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور جنہوں نے نیک عمل کیے زمین میں فساد پھیلانے والوں کی طرح کر دیں؟ کیا ہم پرہیز گاروں کو بدکاروں جیسا کر دیں؟" (ص:28)

(3) ﴿اَمْ حَسِبَ الَّذِيْنَ اجْتَرَحُوا السَّيِّاٰتِ اَنْ نَّجْعَلَهُمْ كَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۙ سَوَآءً مَّحْيَاهُمْ وَمَمَاتُهُمْ ۭ سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ﴾ "کیا جن لوگوں نے برائیوں کا ارتکاب کیا ہے انہوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ ہم انہیں ان لوگوں کی مانند بنا دیں گے جو ایمان لائے اور جنہوں نے نیک عمل کیے کہ ان کا جینا اور مرنا برابر ہو جائے؟ بہت برا ہے جو وہ فیصلہ کر رہے ہیں۔" (الجاثیہ:21)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿اَلَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ عَهِدَ اِلَيْنَآ اَلَّا نُؤْمِنَ لِرَسُوْلٍ حَتّٰى يَاْتِيَنَا

"جن لوگوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے یقیناً ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم کسی رسول پر اس وقت تک ایمان نہ لائیں یہاں تک کہ وہ ہمارے

بِقُرْبَانٍ تَاْكُلُهُ النَّارُ ۭ قُلْ قَدْ جَاۗءَكُمْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِيْ بِالْبَيِّنٰتِ وَبِالَّذِيْ

سامنے ایسی قربانی لائے جسے آگ کھالے۔ آپ کہہ دیں کہ مجھ سے پہلے رسول بھی تمہارے پاس واضح دلیلیں اور وہ کچھ

قُلْتُمْ فَلِمَ قَتَلْتُمُوْهُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ﴾

بھی لا چکے ہیں جو تم نے کہا، پھر تم نے انہیں قتل کیوں کیا؟ اگر تم واقعتاً سچے تھے" (183)

سوال 1: اس آیت کا شان نزول کیا ہے؟

جواب: ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ کعب بن اشرف، مالک بن صیف، مخاص بن عازاور ایک گروہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا۔ انہوں نے کہا: اے محمد ﷺ! تم گمان کرتے ہو کہ اللہ تعالیٰ کے رسول ہو اور اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف کتاب وحی کی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہم سے عہد لیا کہ ہم اس وقت تک کسی رسول پر ایمان نہ لائیں یہاں تک کہ ہمارے پاس قربانی آئے جسے وہ آگ کھالے جو آسمان سے آئے تو ہمارے پاس آگ لے آؤ تو ہم تمہاری تصدیق کر دیں گے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (تفسیر مراغی: 123/2)

سوال 2: یہودیوں کی تردید کیسے کی گئی ہے، اس کی وضاحت ﴿اَلَّذِيْنَ ... صٰدِقِيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿اَلَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ عَهِدَ اِلَيْنَآ اَلَّا نُؤْمِنَ لِرَسُوْلٍ حَتّٰى يَاْتِيَنَا بِقُرْبَانٍ تَاْكُلُهُ النَّارُ﴾

"جن لوگوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے یقیناً ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم کسی رسول پر اس وقت تک ایمان نہ لائیں یہاں تک کہ وہ ہمارے سامنے ایسی قربانی لائے جسے آگ کھالے" (اس آیت میں) ان (لوگوں) کی تردید ہے جن کا عقیدہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان سے کتابوں میں یہ عہد لیا ہے کہ وہ کسی رسول پر اس وقت تک ایمان نہ لائیں جب تک اس کا یہ معجزہ نہ دیکھ لیں کہ اس کی امت میں سے کسی کے صدقہ کو آسمانی آگ آ کر جلا ڈالے جو اس کی قبولیت کی نشانی ہے۔ (السراج المنیر: 279/1)

(2) آگ کے قربانی کو کھانے سے مراد قربانی کے قبول ہونے کی وہ نشانی ہے جو پہلی امتوں میں ظاہر ہوتی تھی۔ جس کی قربانی کو آگ کھا لیتی تھی اس کے بارے میں سمجھا جاتا تھا کہ اس کی قربانی قبول ہو گئی ہے۔

(3) یہودیوں نے یہ عذر اس لئے پیش کیا کہ وہ ایمان لانے سے بچنے کے لیے بہانے بنا رہے تھے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(4)﴿قُلْ قَدْ جَآءَكُمْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِيْ بِالْبَيِّنٰتِ وَبِالَّذِيْ قُلْتُمْ فَلِمَ قَتَلْتُمُوْهُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ﴾ ''آپ کہہ دیں کہ مجھ سے پہلے رسول بھی تمہارے پاس واضح دلیلیں اور وہ کچھ بھی لا چکے ہیں جو تم نے کہا، پھر تم نے انہیں قتل کیوں کیا؟ اگر تم واقعتاً سچے تھے'' یہود کے اعتراض کو دور کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے انبیاء کے ساتھ ان کے معاملات کے بارے میں سوال کیا ہے کہ انبیاء آئے تو آپ لوگوں نے مخالفت کی، جھٹلایا اور دشمنی رکھ کر قتل کر دیا۔ اگر آپ حق کے دعوے دار اور پیروکار اور اپنے دعوے میں سچے ہو تو تمہیں نبیوں کو قتل نہیں کرنا چاہیے تھا۔ اس سے یہ پتہ چلا کہ آپ نہ حق کو مانتے ہو نہ انبیاء کو۔

﴿فَاِنْ كَذَّبُوْكَ فَقَدْ كُذِّبَ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ جَآءُوْ بِالْبَيِّنٰتِ وَالزُّبُرِ

''پھر اگر وہ آپ کو جھٹلاتے ہیں تو یقیناً آپ سے پہلے بھی کئی رسول جھٹلائے جا چکے ہیں جو واضح دلیلیں اور صحیفے

وَالْكِتٰبِ الْمُنِيْرِ﴾

اور روشن کتاب لائے تھے'' (184)

سوال 1: نبی ﷺ کو یہود کے رویے پر کیسے تسلی دی گئی، اس کی وضاحت ﴿فَاِنْ ... الْمُنِيْرِ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو یہود کے رویے پر تسلی دیتے ہوئے فرمایا: ﴿فَاِنْ كَذَّبُوْكَ فَقَدْ كُذِّبَ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ﴾ ''پھر اگر وہ آپ کو جھٹلاتے ہیں تو یقیناً آپ سے پہلے بھی کئی رسول جھٹلائے جا چکے ہیں'' بنی اسرائیل کی تاریخ گواہ ہے کہ کوئی رسول ایسا نہیں گزرا جس کو اہل کتاب نے نہ جھٹلایا ہو حالانکہ پہلے تمام رسول بھی صحیح دلائل لے کر آئے تھے۔

(2)﴿جَآءُوْ بِالْبَيِّنٰتِ﴾ ''جو واضح دلیلیں لائے تھے'' (i) بینات سے مراد واضح معجزات ہیں۔

(ii) قتادہ رحمہ اللہ نے کہا: اس سے مراد حلال و حرام ہیں۔ (فتح القدیر: 517/1)

(3)﴿وَالزُّبُرِ﴾ سے مراد صحیفے ہیں۔ قتادہ رحمہ اللہ نے کہا: انبیاء کی کتب ہیں۔ (فتح القدیر: 517/1)

(4)﴿وَالْكِتٰبِ الْمُنِيْرِ﴾ ''اور روشن کتاب'' اس سے مراد اللہ تعالیٰ کی طرف سے انبیاء علیہم السلام پر نازل کی جانے والی کتاب ہے۔ قتادہ رحمہ اللہ نے کہا: اس سے مراد قرآن ہے۔ (فتح القدیر: 517/1)

(5) پہلے رسولوں نے بھی معجزات پیش کیے۔ انہوں نے ایسے صحیفے پیش کیے جن میں اللہ تعالیٰ کی ہدایت تھی یعنی زبور اور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

روشن کتابیں بھی مثلاً تورات اور انجیل لیکن یہود نے واضح دلائل اور کتابیں آنے کے باوجود حق کو جھٹلا دیا تھا۔

(6) رسالت کا فریضہ ادا کرنا ہے اور اس راستے کی یہ مشکلات ہیں۔ نبی بلاتا ہے اور لوگ انکار کرتے ہیں لہٰذا آپ ﷺ گھبرائیں نہیں۔

﴿كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ۭ وَاِنَّمَا تُوَفَّوْنَ اُجُوْرَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ

''ہر جان دار موت کو چکھنے والا ہے اور یقیناً تم قیامت کے دن ہی اپنے پورے اجر دیئے جاؤ گے، چنانچہ جو آگ سے بچا لیا گیا

النَّارِ وَاُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ ۭ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ﴾

اور جنت میں داخل کر دیا گیا تو وہ کامیاب ہو گیا اور دنیا کی زندگی تو دھوکے کے سامان کے سوا کچھ نہیں'' (185)

سوال 1: ہر نفس نے موت کا ذائقہ چکھنا ہے، اس کی وضاحت ﴿كُلُّ ... يَوْمَ الْقِيٰمَةِ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ﴾ ''ہر جان دار موت کو چکھنے والا ہے'' اللہ تعالیٰ اس مقام پر ایک ایسی خبر دے رہا ہے جو تمام مخلوقات کے لیے ہے اور وہ یہ کہ ہر ہر جاندار نے ایک نہ ایک دن موت کے ذائقہ کو چکھنا ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ (٢٦) وَّيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ (٢٧)﴾ ''جو زمین پر ہے ہر ایک چیز فانی ہے۔ اور آپ کے رب ہی کا چہرہ باقی رہ جائے گا جو بڑی شان والا اور عزت والا ہے۔'' (الرحمٰن: 27,26) (المصباح المنیر: 745/1)

(2) ہر شخص نے موت کا مزہ چکھنا ہے۔ اس سلسلے میں نیک اور بد کے درمیان فرق نہیں۔

(3) دنیا کی زندگی محدود، عارضی اور متعین وقت تک ہے۔ اس کا ختم ہونا ضروری ہے۔

(4) موت تمام جھوٹے سہاروں کو توڑ ڈالے گی۔

(5) سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی ﷺ نے چوکھٹا خط کھینچا۔ پھر اس کے درمیان ایک خط کھینچا جو چوکھٹے خط سے نکلا ہوا تھا۔ اس کے بعد درمیان والے خط کے اس حصے میں جو چوکھٹے کے درمیان میں تھا، چھوٹے چھوٹے بہت خطوط کھینچے اور پھر فرمایا: ''یہ انسان ہے اور یہ اس کی موت ہے جو اسے گھیرے ہوئے ہے اور جو (بیچ کا) خط باہر نکلا ہوا ہے وہ اس کی امید ہے اور چھوٹے چھوٹے خطوط اس کی دنیاوی مشکلات ہیں۔ پس انسان جب ایک (مشکل) سے بچ کر نکلتا ہے تو دوسری میں پھنس جاتا ہے اور دوسری سے نکلتا ہے تو تیسری میں پھنس جاتا ہے۔'' (صحیح بخاری: 6417)

(6) ﴿وَاِنَّمَا تُوَفَّوْنَ اُجُوْرَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ﴾ ''یقیناً تم قیامت کے دن ہی اپنے پورے اجر دیئے جاؤ گے'' نبی کریم ﷺ اور صحابہ رضی اللہ عنہم کو تسلی دی جا رہی ہے کہ یہ دنیا جزا کا مقام نہیں، عمل کا مقام ہے۔ قیامت کا دن جزا و سزا کا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس دن ہر کسی کو اس کے اعمال کا بھرپور ابدلہ دیا جائے گا۔(7) مومن کا اجر ثواب اور کافر کا اجر عقاب ہے۔(فتح القدیر:518/1)

سوال 2: کامیاب کون ہے، اس کی وضاحت ﴿فَمَنْ زُحْزِحَ ... مَتَاعُ الْغُرُوْرِ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَاُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ﴾ ''چنانچہ جو آگ سے بچا لیا گیا اور جنت میں داخل کر دیا گیا تو وہ کامیاب ہو گیا'' قیامت کے دن جو آگ سے بچا لیا گیا اور جنت میں داخل کر دیا گیا وہی کامیاب ہے۔

(2)رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جنت کی بالشت بھر جگہ دنیا و مافیہا سے بڑھ کر ہے اگر چاہو تو پڑھو ﴿فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَاُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ﴾'' (مستدرک حاکم:3170، ابن ابی حاتم)

(3)﴿وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ﴾ ''اور دنیا کی زندگی تو دھوکے کے سامان کے سوا کچھ نہیں'' الغرور سے مراد دنیا کی زینت ہے۔(ابن ابی حاتم:833/3)

(4)دنیا اور دنیا کا سامان ظاہر فریب چیزیں ہیں۔ یہاں کسی کا ناکام ہو جانا یا کامیاب ہونا اور ترقی کرنا آخرت کے لحاظ سے ایک ہی جیسی چیزیں ہیں۔

(5)دنیا کی نعمتیں کسی کے حق پر ہونے کا ثبوت نہیں اور دنیا میں کسی کا مصائب اور مشکلات میں مبتلا ہونا کسی کے غلط کار ہونے کا ثبوت نہیں۔

(6)دنیا کا سامان دھوکہ دیتا ہے۔ حقیقی سامان جس کے لیے کوشش کرنی چاہیے وہ آخرت کی کامیابی کا سامان ہے۔

(7)رب العزت نے فرمایا: ﴿بَلْ تُؤْثِرُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا (١٦) وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى (١٧)﴾ ''بلکہ تم دنیا کی زندگی کو ترجیح دیتے ہو۔ حالانکہ آخرت بہت بہتر اور ہمیشہ باقی رہنے والی ہے۔'' (الاعلیٰ:17,16)

(8)﴿وَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَمَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَزِيْنَتُهَا ۚ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ﴾ ''اور جو کچھ تمہیں دیا گیا ہے سو دنیا کی زندگی کا سامان اور اس کی زینت ہے اور جو کچھ اللہ تعالیٰ کے پاس ہے وہ بہترین ہے اور زیادہ باقی رہنے والا ہے، تو کیا نہیں تم سمجھتے؟'' (القصص:60)

سوال 3: آخرت کو ترجیح دینے والوں اور دنیا کو ترجیح دینے والوں کے رویوں میں کیا فرق ہوتا ہے؟

جواب:

آخرت کو ترجیح دینے والے	دنیا کو ترجیح دینے والے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(1)اللہ تعالیٰ کو کبھی نہیں بھولتے۔	(1)اللہ تعالیٰ کو بھول جاتے ہیں۔انہیں کسی بھی معاملے میں رب یاد نہیں رہتا۔
(2)غلطی ہوتی ہے تو توبہ کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتے ہیں۔	(2)غلطی پر قائم رہتے ہیں،اعتراف نہیں کرتے۔انہیں نہ شرمندگی ہوتی ہے،نہ وہ اپنی غلطی کو دور کرتے ہیں۔
(3)ایسی مجلسوں میں جاتے ہیں جن میں اللہ تعالیٰ سے تعلق قائم ہوتا ہو۔	(3)ایسی محفلوں میں جاتے ہیں جہاں اللہ تعالیٰ سے بے تعلقی ملے،دین سے نفرت ہوجائے اور بے حیائی کا موقع ملے۔
(4)اللہ تعالیٰ کی بڑائی کے لئے کوشش کرتے ہیں۔	(4)مال اور دنیا کے حصول کی کوشش کرتے ہیں۔
(5)اپنے جیسے انسانوں کے دکھ کو محسوس کرتے ہیں اور محتاجوں کی مدد کرتے ہیں۔	(5)معاشرے کے محروم طبقات کے بارے میں دل میں کوئی نرم گوشہ نہیں رکھتے۔

سوال4:﴿وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ﴾ ''دنیا کی زندگی تو دھوکے کے سامان کے سوا کچھ نہیں'' اس حقیقت کو جان کر انسان پر کیا اثرات مرتب ہوتے ہیں؟

جواب:(1)﴿وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ﴾ ''دنیا کی زندگی تو دھوکے کے سامان کے سوا کچھ نہیں'' انسان کے اندر جب یہ حقیقت جگہ پکڑ لیتی ہے تو دنیا اس کی ترجیحات سے نکل جاتی ہے۔

(2)انسان آخرت کے لیے ہر طرح کی مشکلات اور آزمائشیں برداشت کرنے کے قابل ہوجاتا ہے۔

(3)انسان کا مالی نقطۂ نظر بدل جاتا ہے۔وہ اپنے مال کو اپنی آخرت سنوارنے کے لیے لگاتا ہے۔

(4)انسان کی سرگرمیوں کا محور و مرکز بدل جاتا ہے۔وہ آخرت کو بہتر بنانے کے لیے دنیا میں ایسی سرگرمیاں اختیار کرتا ہے جو اس کے کام آئیں۔مثلاً ذاتی زندگی میں اللہ تعالیٰ کو یاد رکھنا،ہر معاملے میں اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنا،اپنی غلطیوں پر توبہ کرنا،ایسی محفلوں میں شرکت کرنا جن سے اللہ تعالیٰ یاد آئے،دنیا میں حق کا بول بالا کرنے کے لیے کوششیں کرنا،محتاجوں کی مدد کرنا اور معاشرتی خدمات کے لیے کوششیں کرنا۔

﴿لَتُبْلَوُنَّ فِيْٓ اَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ ۡ وَلَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

''یقیناً تم اپنے مالوں اور اپنی جانوں میں ضرور آزمائے جاؤ گے اور یقیناً تم ان سے ضرور بہت سی تکلیف دہ

مِنْ قَبْلِكُمْ وَمِنَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْٓا اَذًى كَثِيْرًا ۭ وَاِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا

باتیں سنو گے جن کو تم سے پہلے کتاب دی گئی اور ان لوگوں سے بھی جنہوں نے شرک کیا

فَاِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ﴾

اور اگر تم صبر کرو اور متقی بنو تو یقیناً یہ بلند حوصلہ کاموں میں سے ہے'' (186)

سوال 1: اس آیت کا شان نزول کیا ہے؟

جواب: سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ﴿اِنَّ اللّٰهَ فَقِيْرٌ﴾ سے یہاں تک سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور فنحاص کے مابین جو معاملہ پیش آیا اس کے بارے میں یہ آیتیں نازل ہوئی ہیں۔ کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ کعب بن اشرف یہودی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کی شان میں ہجو (توہین و گستاخی) کے اشعار کہا کرتا تھا اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (لباب النقول فی اسباب النزول)

سوال 2: مومنوں کو آزمائش میں ضرور مبتلا کیا جاتا ہے، اس کی وضاحت ﴿لَتُبْلَوُنَّ ... عَزْمِ الْاُمُوْرِ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿لَتُبْلَوُنَّ فِيْٓ اَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ﴾ ''یقیناً تم اپنے مالوں اور اپنی جانوں میں ضرور آزمائے جاؤ گے'' جان اور مال میں کمی کر کے مومن کو آزمانا ضروری ہے۔ مومن کی آزمائش اس کے دین کے مطابق ہوتی ہے اگر وہ دین میں پختہ ہو تو مصائب بھی سخت آئیں گے۔ (ابن کثیر: 280/1)

(2) (i) اموال کی آزمائشوں میں نازل ہونے والی آفات ہیں اور انفاق فی سبیل اللہ ہے۔

(ii) جان کی آزمائش میں قید ہو جانا، زخمی ہو جانا، انواع و اقسام کے خوف اور مصائب ہیں۔

(3) جان اور مال کی آزمائشیں اس لیے آتی ہیں کہ: (i) جنت کا راستہ مشکلات کا راستہ ہے اور زندگی کی مشکلات کیا ہیں؟ ناپسندیدہ کاموں سے خود کو روکنا اور خواہشات نفس کے خلاف چلنا، یہ نفس کے لیے بھاری کام ہیں۔ ان کے لیے صبر ضروری ہے اور آزمائشوں سے ہی نیکی اور صبر کی قوتوں کو جگایا جا سکتا ہے۔

(ii) راہ میں آنے والی مشکلات برداشت کرنے سے ہی انسان قابل اعتماد بنتا ہے۔

(iii) جتنا انسان حق کے راستے کی مشکلات برداشت کرتا ہے اتنا ہی وہ راستہ اسے عزیز ہو جاتا ہے۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

(iv) آزمائش ہر دعوت حق کی سنت ہے۔اس سے دعوت دینے والے کی دعوت مضبوط ہوجاتی ہے۔مقابلے کی وجہ سے ہی انسان کے اندر کی خفیہ قوتیں جاگتی ہیں، انسان ان کو نشوونما دے سکتا ہے اور ان کو منظم کر کے ایک راستے پر لگا سکتا ہے۔

(v) آزمائش سے گناہ دھل جاتے ہیں۔

(4) سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ سے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! کن لوگوں کی آزمائش سخت ہوتی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''پیغمبروں کی پھر جو ان کے بعد مرتبے میں افضل ہیں، پھر جو ان کے بعد افضل ہیں اور آدمی پر اس کے دین کے مطابق آزمائش آتی ہے۔اگر اس کا دین سخت اور قوی ہوتا ہے تو اس کی مصیبت بھی سخت ہوتی ہے اور اگر اس کے دین میں نرمی ہوتی ہے تو اسی انداز سے وہ مشکل آتی ہے یہاں تک کہ وہ زمین پر چلتا ہے اور کوئی گناہ اس پر باقی نہیں رہتا۔'' (ابن ماجہ:4023)

(5) ﴿وَلَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَمِنَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْٓا اَذًى كَثِيْرًا﴾ ''اور یقیناً تم ان سے ضرور بہت سی تکلیف دہ باتیں سنو گے جن کو تم سے پہلے کتاب دی گئی اور ان لوگوں سے بھی جنھوں نے شرک کیا'' اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کو جنگ بدر سے پہلے یہ بات کہہ دی تھی ابھی وہ صبر سے کام لیں اور اللہ تعالیٰ سے ڈر کر رہیں۔

(i) اہل کتاب اور مشرک تمہارے خلاف پراپیگنڈہ کریں گے، شکوک وشبہات پھیلائیں گے۔

(ii) شبہات دعوت اور دعوت دینے والوں کے بارے میں ہوسکتے ہیں۔(iii) اس مقصد کے لیے جدید نشر واشاعت کے وسائل بھی استعمال ہوں گے، سازشیں ہوں گی، تفرقہ پھیلانے کی کوششیں ہوں گی۔

(6) جو شخص حق پر قائم ہوجاتا ہے یا امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا کام کرتا ہے تو لازماً اسے ایذائیں دی جاتی ہیں۔ (الاساس فی التفسیر:954/2)

(7) ﴿وَاِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ﴾ ''اور اگر تم صبر کرو اور متقی بنو تو یقیناً یہ بلند حوصلہ کاموں میں سے ہے'' صبر اور تقویٰ ہمت کے کاموں میں سے ہیں۔اللہ تعالیٰ کے خوف (تقویٰ) سے اور اپنے آپ کو قابو میں رکھنے (صبر) سے ہی مشکلات کا مقابلہ کیا جاسکتا ہے۔

(8) حق کے راستے کی پھسلن سے بچنے اور گمراہ ہونے سے بچنے کے لیے یہ دو لازمی ہتھیار ہیں۔

(9) صبر اور تقویٰ کے لیے قوت ارادی، کمال عقل وفکر اور ایسے امور کی ضرورت ہے جن میں سستی نہیں برتی جاسکتی۔ (تفسیر منیر:523/2)

سوال 3: کہاں صبر کریں؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جواب:(1)جان ومال کی ابتلاء وآزمائش میں صبر کریں۔ (2)اپنے صبر میں صبر کی شرعی حدود سے تجاوز نہ کرو یعنی ایسے مقام پر صبر نہ کرو جہاں صبر کرنا جائز نہ ہو بلکہ وہاں تمہارا کام اللہ تعالیٰ کے دشمنوں سے انتقام لینا ہو۔(تفسیر سعدی:458/1)

(2)سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''جو مومن لوگوں سے مل کر رہتا ہے اور ان کی ایذا پر صبر کرتا ہے،اس کو اس مومن کی نسبت زیادہ ثواب ملتا ہے جو نہ لوگوں سے ملتا ہے اور نہ ان کی ایذا پر صبر کرتا ہے۔''(ابن ماجہ:4032)

(3)سیدنا ابوعبیدہ خباب بن ارت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی جب کہ آپ خانہ کعبہ کے سائے میں ایک چادر کا تکیہ بنائے استراحت فرما تھے۔ہم نے کہا: آپ ہمارے لیے اللہ تعالیٰ سے مدد کی دعا کیوں نہیں کرتے؟آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''(تمہیں معلوم ہونا چاہیے) کہ تم سے پہلے لوگوں کا (یہ حال ہوتا تھا کہ) آدمی پکڑ کر لایا جاتا، اس کے لیے زمین میں گڑھا کھود کر اس کو اس میں کھڑا کر دیا جاتا پھر اس کے سر پر آرا چلا کر اس کے دو ٹکڑے کر دیئے جاتے اور لوہے کی کنگھیاں اس کے جسم پر پھیری جاتیں جس سے اس کا گوشت اور ہڈیاں تک متاثر ہو جاتیں۔لیکن یہ (آزمائشیں) اسے اس کے دین سے نہ پھیرتیں (اس لیے گھبرانے کی ضرورت نہیں ہے) اللہ کی قسم! اللہ تعالیٰ اس معاملے کو ضرور مکمل فرمائے گا (دین اسلام کو غالب کرے گا) یہاں تک کہ ایک سوار (مسافر) صنعاء سے حضرموت تک (اکیلا) سفر کرے گا لیکن اسے اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کا ڈر نہیں ہوگا لیکن تم جلد بازی کر رہے ہو۔''(صحیح بخاری:3612)

﴿وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ لَتُبَيِّنُنَّهٗ لِلنَّاسِ وَلَا

''اور جب اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں سے پختہ عہد لیا جنہیں کتاب دی گئی کہ تم اس کتاب کو لوگوں کے سامنے ضرور بیان کرتے رہو گے اور تم

تَكْتُمُوْنَهٗ فَنَبَذُوْهُ وَرَآءَ ظُهُوْرِهِمْ وَاشْتَرَوْا بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا ؕ

اس کو نہیں چھپاؤ گے تو انہوں نے اس عہد کو اپنی پشتوں کے پیچھے ڈال دیا اور اس کے بدلے انہوں نے بہت تھوڑی قیمت لے لی،

فَبِئْسَ مَا يَشْتَرُوْنَ﴾

سو کتنا برا ہے جس کو وہ خرید رہے ہیں!''(187)

سوال 1: عہد شکنی اور کتمان حق کی وجہ سے اہل کتاب کی جو مذمت کی گئی ہے،اس کی وضاحت ﴿وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ ... يَشْتَرُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ لَتُبَيِّنُنَّهٗ لِلنَّاسِ﴾''اور جب اللہ تعالیٰ نے ان

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لوگوں سے پختہ عہد لیا جنہیں کتاب دی گئی کہ تم اس کتاب کو لوگوں کے سامنے ضرور بیان کرتے رہو گے' اس آیت میں اہل کتاب کی مذمت ہے اور انہیں ڈانٹا گیا ہے کہ ان سے انبیاء کی زبانی یہ عہد لیا گیا تھا کہ وہ محمد رسول اللہ ﷺ پر ایمان لائیں گے، لوگوں میں آپ کا چرچا کریں گے تاکہ لوگ آپ کے دین کو قبول کرنے کے لیے تیار ہو جائیں اور جب اللہ تعالیٰ آپ کو مبعوث فرما دے تو وہ آپ کی اتباع کریں گے اور ہر طرح سے آپ کا ساتھ دیں گے لیکن انہوں نے حق کو چھپایا اور آخرت کی بھلائی کی بجائے دنیا کے مال کو ترجیح دی۔

(2) میثاق اس عہد کو کہتے ہیں جو بہت موکد اور بھاری ذمہ داری کا حامل ہو۔ یہ عہد اللہ تعالیٰ نے ہر اس شخص سے لیا ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے کتاب عطا کی اور اسے علم سے نوازا۔ (تفسیر سعدی:459/1)

(3) تم لوگوں کے سامنے وہ سارے احکامات اور خبریں بیان کرو گے جو محمد ﷺ کی نبوت کے بارے میں ہیں حتیٰ کہ لوگ انہیں صحیح طور پر پہچان لیں۔ (تفسیر منیر:530/2)

(4) ﴿وَلَا تَكْتُمُوْنَهٗ﴾ ''اور تم اس کو نہیں چھپاؤ گے'' سعید بن جبیر نے کہا: اس سے مراد محمد ﷺ ہیں۔ (ابن ابی حاتم:836/3)

(5) ﴿فَنَبَذُوْهُ وَرَآءَ ظُهُوْرِهِمْ﴾ ''تو انہوں نے اس عہد کو اپنی پشتوں کے پیچھے ڈال دیا'' انہوں نے اللہ تعالیٰ کی تعلیمات کو پھیلانے کا کام پس پشت ڈال دیا۔ (6) ابن جریر نے کہا: انہوں نے عہد توڑ ڈالا۔ (جامع البیان:212/4)

(7) اہل کتاب نے عہد کی کچھ پرواہ نہ کی۔ انہوں نے حق کو چھپایا اور باطل کو ظاہر کیا۔

(8) ﴿وَاشْتَرَوْا بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا﴾ ''اور اس کے بدلے انہوں نے بہت تھوڑی قیمت لے لی'' انہوں نے حق کو چھپانے کی بہت تھوڑی قیمت لی اور یہ کہا جاتا ہے کہ دنیا اور اس میں جو کچھ ہے تھوڑی قیمت ہے۔

(9) یہود و نصاریٰ نے اس کتمان حق کے بدلے میں بہت معمولی قیمت لی۔ وہ یہ تھی کہ انہیں کتمان حق کی بنا پر سرداری حاصل ہوئی اور ان کے گھٹیا پیروکاروں کی طرف سے، جو ان کی خواہشات کی پیروی کرتے تھے اور حق پر خواہشات کو مقدم رکھتے تھے، ان کو حقیر مال کے نذرانے پیش ہوتے تھے۔ (تفسیر سعدی:459/1)

(10) ﴿فَبِئْسَ مَا يَشْتَرُوْنَ﴾ ''سو کتنا برا ہے جس کو وہ خرید رہے ہیں'' اس سے مراد دنیا کے وہ حقیر فائدے ہیں جن کی خاطر اہل کتاب نے اللہ تعالیٰ کا کلام بدل ڈالا۔

(11) جسے کتاب دی گئی اور جسے علم سے نوازا گیا اس سے یہ عہد لیا کہ لوگ اس کے علم میں سے جس چیز کے محتاج ہوں وہ ان کے سامنے بیان کرے اور ان سے کوئی چیز نہ چھپائے اور نہ علم بیان کرنے میں بخل سے کام لے۔ خاص طور پر جب اس سے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کوئی مسئلہ پوچھا جائے یا کوئی ایسا واقعہ پیش آجائے جو علمی راہ نمائی کا متقاضی ہو۔ پس اس صورت حال میں ہر صاحب علم پر فرض ہے کہ وہ مسئلہ کو بیان کر کے حق اور باطل کو واضح کر دے۔ اور جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے اس توفیق سے نوازا ہے، وہ اس ذمہ داری کو پوری طرح نبھاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے جو علم ان کو عطا کیا ہے وہ اسے اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر، لوگوں پر شفقت کی وجہ سے اور کتمان علم کے گناہ سے ڈرتے ہوئے لوگوں کو سکھاتے ہیں۔ (تفسیر سعدی:459/1)

(12) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس سے علم دین کا مسئلہ پوچھا گیا اور جان بوجھ کر اس مسئلے کو اس نے نہ بتایا تو قیامت کے دن وہ شخص آگ کی لگام دیا جائے گا۔'' (ابوداؤد:3658)

(13) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ لوگ کہتے ہیں کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بہت حدیثیں بیان کرتا ہے اور میں کہتا ہوں کہ قرآن کی دو آیتیں نہ ہوتیں تو میں کوئی حدیث بیان نہیں کرتا۔ پھر یہ آیت پڑھی جس کا ترجمہ یہ ہے کہ جو اللہ تعالیٰ کی نازل کی ہوئی دلیلوں اور آیتوں کو چھپاتے ہیں (آخر آیت) رحیم تک۔ (واقعہ یہ ہے کہ) ہمارے مہاجرین بھائی تو بازار کی خرید و فروخت میں لگے رہتے تھے اور انصار بھائی اپنی جائیدادوں میں مشغول رہتے اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جی بھر کر رہتا (تاکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت میں شکم پری سے بھی بے فکری رہے) اور (ان مجلسوں میں) حاضر رہتا جن (مجلسوں) میں دوسرے حاضر نہ ہوتے اور وہ (باتیں) محفوظ رکھتا جو دوسرے محفوظ نہیں رکھ سکتے تھے۔ (صحیح بخاری:118)

(14) سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے: اگر تم اس پر تلوار رکھ دو، اور اپنی گردن کی طرف اشارہ کیا اور مجھے گمان ہو کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے جو ایک کلمہ سنا ہے گردن کٹنے سے پہلے بیان کر سکوں گا تو یقیناً میں اسے بیان کر ہی دوں گا۔ (صحیح بخاری:10)

﴿لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَفْرَحُوْنَ بِمَآ اَتَوْا وَّيُحِبُّوْنَ اَنْ يُّحْمَدُوْا بِمَا لَمْ

''آپ ان لوگوں کو ہرگز خیال نہ کریں جو خوش ہوتے ہیں ان کاموں پر جو انہوں نے کیے اور چاہتے ہیں کہ ان پر بھی ان کی تعریف کی جائے جو

يَفْعَلُوْا فَلَا تَحْسَبَنَّهُمْ بِمَفَازَةٍ مِّنَ الْعَذَابِ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ﴾

انہوں نے نہیں کیے چنانچہ آپ انہیں عذاب سے نکلنے میں ہرگز کامیاب خیال نہ کریں اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے'' (188)

سوال: اس آیت کا شان نزول کیا ہے؟

جواب: (1) سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں چند منافقین ایسے تھے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم جہاد کے لیے تشریف لے جاتے تو یہ مدینہ میں پیچھے رہ جاتے اور پیچھے رہ جانے پر بہت خوش ہوا کرتے تھے لیکن جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم واپس آتے تو عذر بیان کرتے اور قسمیں کھا لیتے بلکہ ان کو ایسے کام پر تعریف ہونا پسند آتا جس کو انہوں نے نہ کیا

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

ہوتا اور بعد میں چکنی چپڑی باتوں سے اپنی بات بنانا چاہتے۔ اللہ تعالیٰ نے اسی پر یہ آیت اتاری۔ (بخاری:4567)

(2) حمید بن عبدالرحمان بن عوف فرماتے ہیں: مروان نے اپنے چوکیدار رافع سے فرمایا: تم ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس جاؤ اور ان سے کہو کہ اگر ہر شخص کو عذاب دیا گیا جو خوش ہوتا ہے اس پر جو اسے دیا جاتا ہے اور جو اس نے کیا نہیں اس پر وہ اپنی تعریف پسند کرتا ہے تو پھر ہم سب عذاب میں مبتلا ہوں گے۔ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما فرمانے لگے: تمہارا اس آیت سے کیا تعلق ہے، یہ آیت تو اہل کتاب کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ پھر ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ﴿وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ لَتُبَيِّنُنَّهٗ لِلنَّاسِ﴾ تا ﴿لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَفْرَحُوْنَ بِمَآ اَتَوْا وَّيُحِبُّوْنَ اَنْ يُّحْمَدُوْا بِمَا لَمْ يَفْعَلُوْا﴾ کی تلاوت کی اور فرمایا کہ نبی کریم ﷺ نے اہل کتاب سے کسی چیز کے بارے میں پوچھا تھا تو انہوں نے اسے آپ سے چھپایا اور اس کی بجائے کچھ اور بتا دیا اور یہ سمجھتے ہوئے کہ آپ نے جو سوال کیا تھا اس کا انہوں نے جواب دے دیا ہے، آپ کے پاس سے چلے گئے اور چاہتے تھے کہ اس کی وجہ سے ان کی تعریف کی جائے اور حقیقت میں اس بات کی وجہ سے بہت خوش تھے کہ آپ نے ان سے جو پوچھا تھا، اسے آپ سے چھپانے میں یہ کامیاب ہو گئے۔ (مسند احمد:1/298)

سوال 2: ریاکاروں اور شیخی خوروں کی جو مذمت کی گئی ہے، اس کی وضاحت ﴿لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ ... اَلِيْمٌ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَفْرَحُوْنَ بِمَآ اَتَوْا وَّيُحِبُّوْنَ اَنْ يُّحْمَدُوْا بِمَا لَمْ يَفْعَلُوْا﴾ ''آپ ان لوگوں کو ہرگز خیال نہ کریں جو خوش ہوتے ہیں ان کاموں پر جو انہوں نے کیے اور چاہتے ہیں کہ ان پر بھی ان کی تعریف کی جائے جو انہوں نے نہیں کیے'' اس آیت میں ریاکاروں اور شیخی خوروں کی مذمت ہے جو علم کے بغیر مسئلے بیان کرتے ہیں۔ رسول ﷺ نے فرمایا: ''جس شخص نے جھوٹا دعویٰ کیا تاکہ اس کے ساتھ اپنے مال کو زیادہ کر لے تو اللہ تعالیٰ اس کے مال کو اور بھی کم کر دے گا۔'' (مسلم:110) (مختصر ابن کثیر:1/280)

(2) اس آیت میں ان لوگوں کی مذمت کی گئی ہے جو ریاکاری اور شہرت کے لئے کام کرتے ہیں اور کاموں کا جو اظہار کرتے ہیں اتنا کام نہیں کرتے، جو خوبیاں ان کے اندر نہیں ہوتیں ان کو اپنی طرف منسوب کرتے ہیں۔

(3) نبی ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص کسی ایسی خوبی کا دعویٰ کرے جو اللہ تعالیٰ نے اسے نہیں دی، وہ جھوٹ اور فریب کے دو کپڑے پہننے والے کی طرح ہے۔'' (مسلم:5581)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(4)﴿فَلَا تَحْسَبَنَّهُمْ بِمَفَازَةٍ مِّنَ الْعَذَابِ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ﴾ ”چنانچہ آپ انہیں عذاب سے نکلنے میں ہرگز کامیاب خیال نہ کریں اوران کے لیے دردناک عذاب ہے“ اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ سے فرمایا کہ آپ ﷺ یہ نہ سمجھیں کہ وہ عذاب سے بچ جائیں گے۔ایک دردناک عذاب ان کا انتظار کررہا ہے۔

(5)اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچنے کے لیے اس کے احکامات کی مخالفت سے بچو۔وہ ہر چیز کا مالک ہے،ہر چیز پر قادر ہے اس کی قدرت سے کوئی بھاگ نہیں سکتا۔

(6)سیدنا ثابت بن قیس انصاری رضی اللہ عنہ خدمت نبوی میں حاضر ہوکرعرض کرتے ہیں کہ یارسول اللہ ﷺ! مجھے تو اپنی ہلاکت کا بڑا اندیشہ ہے۔آپ ﷺ نے فرمایا: کیوں؟ جواب دیا: ایک تو اس وجہ سے کہ اللہ تعالیٰ نے اس بات سے روکا ہے کہ جو نہ کیا ہو اس پر تعریف کو پسند کریں اور میرا حال یہ ہے کہ میں تعریف پسند کرتا ہوں،دوسری بات یہ ہے کہ تکبر سے اللہ تعالیٰ نے روکا ہے اور میں جمال کو پسند کرتا ہوں۔تیسرے یہ کہ نبی ﷺ کی آواز سے بلند آواز کرنا ممنوع ہے اور میں بلند آواز ہوں۔تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”کیا تو اس بات سے خوش نہیں کہ تیری زندگی بہترین اور باخیر ہو اور تیری موت شہادت کی موت ہو اور تو جنتی بن جائے؟“ خوش ہوکر کہنے لگے: کیوں نہیں یارسول اللہ ﷺ! یہ تو بہت ہی اچھی بات ہے۔چنانچہ یہی ہوا کہ آپ رضی اللہ عنہ کی زندگی انتہائی اچھی گزری اور موت شہادت کی نصیب ہوئی مسیلمہ کذاب کے ساتھ مسلمانوں کی جنگ میں آپ رضی اللہ عنہ نے شہادت پائی۔(مستدرک حاکم:4/234)(تفسیر ابن کثیر:1/502)

ع 19 9 10

﴿وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ وَاللّٰهُ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ﴾

”اور آسمانوں اور زمین کی بادشاہت اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر پوری طرح قدرت رکھنے والا ہے“(189)

سوال 1: اللہ تعالیٰ زمین وآسمان کا بادشاہ ہے،اس کی وضاحت ﴿وَلِلّٰهِ ... قَدِيْرٌ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾ ”اور آسمانوں اور زمین کی بادشاہت اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے“ اللہ تعالیٰ زمین وآسمان کا بادشاہ ہے۔وہ ان تصورات سے بالاتر ہے جیسے یہودیوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ فقیر ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ غنی ہے۔وہی زمین وآسمان کے خزانوں کا مالک ہے۔

(2)﴿وَاللّٰهُ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ﴾ ”اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر پوری طرح قدرت رکھنے والا ہے“ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔اسے کوئی چیز عاجز نہیں کرسکتی لہٰذا اس سے ڈرو اور اس کی مخالفت نہ کرو۔

(3)اللہ تعالیٰ نے زمین وآسمان پر اپنی بادشاہت سے اپنی قدرت کا شعور دلایا ہے۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

﴿اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّیْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ﴾

''یقیناً آسمانوں اور زمین کی تخلیق میں اور رات اور دن کے بدلنے میں عقل مندوں کے لیے بہت سی نشانیاں ہیں'' (190)

سوال 1: اس آیت کا شان نزول کیا ہے؟

جواب: سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے کہ ایک رات میری باری میں رسول اللہ ﷺ میرے پاس آئے۔ میرے ساتھ سوئے تو مجھ سے فرمانے لگے: ''عائشہ! میں اپنے رب کی کچھ عبادت کرنا چاہتا ہوں مجھے جانے دو'' میں نے کہا: یارسول اللہ ﷺ! اللہ کی قسم میں آپ ﷺ کا قرب چاہتی ہوں اور یہ بھی میری چاہت ہے کہ آپ ﷺ اللہ عزوجل کی عبادت کریں۔ اب آپ ﷺ کھڑے ہوئے اور ایک مشک میں سے پانی لے کر ہلکا سا وضو کیا اور نماز کے لیے کھڑے ہوئے۔ پھر جو رونا شروع کیا تو اتنا روئے کہ داڑھی مبارک تر ہوگئی۔ پھر سجدے میں گئے اور اس قدر روئے کہ زمین تر ہوگئی۔ پھر کروٹ کے بل لیٹ گئے اور روتے ہی رہے یہاں تک کہ سیدنا بلال رضی اللہ عنہ نے آ کر نماز کے لیے بلایا اور آپ ﷺ کے آنسو رواں دیکھ کر دریافت کیا: اے اللہ کے سچے رسول ﷺ! آپ ﷺ کیوں رو رہے ہیں؟ اللہ تعالیٰ نے تو آپ ﷺ کے اگلے پچھلے گناہ معاف کر دیئے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: بلال! میں کیوں نہ روؤں۔ مجھ پر آج رات یہ آیت اتری ہے: ﴿اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾ افسوس ہے اس شخص پر جو اسے پڑھے اور اس میں غور و فکر نہ کرے۔'' (تفسیر ابن کثیر) (صحیحہ:68)

سوال 2: آسمانوں اور زمین کی تخلیق میں اور رات دن کے بدلنے میں عقل مندوں کے لیے کیا نشانیاں ہیں، اس کی وضاحت ﴿اِنَّ ... الْاَلْبَابِ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّیْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ﴾ ''یقیناً آسمانوں اور زمین کی تخلیق میں، اور رات اور دن کے بدلنے میں عقل مندوں کے لیے بہت سی نشانیاں ہیں'' آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں، رات اور دن کے بدل بدل کر آنے جانے میں عقل مندوں کے لیے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی توحید اور اس کی عظمت اور کبریائی کی نشانیاں ہیں۔

(2) ﴿لَاٰیٰتٍ﴾ آیات سے مراد واضح دلائل ہیں جو کہ خالق کے وجود پر دلالت کرتے ہیں۔ (فتح القدیر:521/7)

(3) ﴿لِّاُولِی الْاَلْبَابِ﴾ ''عقل مندوں کے لئے'' عقل والے لوگ وہ ہیں جو غور و فکر کر کے اللہ تعالیٰ کو پہچان جاتے ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(4) آسمانوں اور زمین کی پیدائش پر غور وفکر کرنے والوں کے لئے کائنات میں خالق کائنات کی نشانیاں ہیں۔ وہ غور وفکر کرتے ہیں اور اس کے نتیجے میں یہ سمجھ جاتے ہیں کہ کائنات کے بے خطا نظام کے پیچھے کوئی اسے چلانے والا، اس کی تدبیر اور انتظام کرنے والا ہے اور وہ ایک ہے۔

(5) گزشتہ آیتوں میں یہود کی بدنیتی اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ استہزاء کا بیان ہوا حتیٰ کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کو فقیر تک کہا۔ آنے والی آیتوں میں انہیں اور دیگر انسانوں کو بتایا جا رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ تو سب کا رب، خالق، مالک اور معبود ہے، ہر چیز اس کے قبضۂ قدرت میں ہے اور ہر چیز اس کے تصرف میں ہے، وہ فقیر کیونکر ہو سکتا ہے! (تیسیر الرحمٰن: 230/1)

سوال 3: کائنات پر غور وفکر کرنے سے انسان پر کیا اثرات مرتب ہوتے ہیں؟

جواب: (1) کائنات پر غور وفکر کرنے سے خالق کی محبت انسان کے دل میں پیدا ہوتی ہے۔

(2) خالق کے مطالبات پورے کرنے کے لیے اس کی طبیعت مائل ہوتی ہے۔

(3) خالق کا خوف اور خشیت دل میں پیدا ہوتی ہے۔ (4) انسان اپنے خالق کی طرف رجوع کرتا ہے۔

(5) انسان اللہ تعالیٰ کی یاد اور اس کی عبادت کی طرف توجہ کرتا ہے۔

سوال 4: کائنات پر غور وفکر سے کون سے سبق ملتے ہیں؟

جواب: (1) ہر چیز اپنے آغاز کے ساتھ ہی اپنے انجام کو پہنچ رہی ہے۔

(2) یہاں ایک چھوٹا سا بیج زمین میں ڈالا جائے تو پھل لے کر آتا ہے۔ کیسے ممکن ہے کہ کوئی انسان نیکی کی زندگی گزارے اور اسے اس کی کارگزاری کا کوئی پھل نہ ملے۔ (3) ایک بامعنی کائنات بے معنی انجام پر ختم نہیں ہو سکتی۔

(4) ہر رات کے بعد دن آتا ہے اور ہر دن کے بعد رات آتی ہے۔ ہر مشکل کے بعد آسانی آتی ہے۔ دنیا کی مشکلات کے بعد آخرت میں آسانی آئے گی۔ دنیا کی زندگی کی آسانیوں کے بعد آخرت میں مشکلات آئیں گی۔

سوال 5: ان آیات کی کیا فضیلت ہے؟

جواب: رسول اللہ ﷺ تہجد کے لئے اٹھتے تو ان آیات کو پڑھتے تھے یعنی ﴿اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾ سے آخر سورت تک اور اس کے بعد وضو کرتے۔ (بخاری: 4569)

﴿الَّذِیْنَ یَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِیَامًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِهِمْ وَیَتَفَكَّرُوْنَ فِیْ خَلْقِ

وہ لوگ جو کھڑے اور بیٹھے اور اپنے پہلوؤں پر لیٹے بھی اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے ہیں اور آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں غور وفکر کرتے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا ۚ سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ﴾

ہیں، اے ہمارے رب! تو نے یہ سب کچھ بے مقصد نہیں بنایا، آپ پاک ہیں، سو ہمیں آگ کے عذاب سے بچا لیں" (191)

سوال 1: عقل والوں کے اوصاف کی وضاحت ﴿الَّذِيْنَ ... عَذَابَ النَّارِ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے یہاں اولوالالباب یعنی عقل والوں کے اوصاف بیان کرتے ہوئے فرمایا: ﴿الَّذِيْنَ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيَامًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِهِمْ﴾ "وہ لوگ جو کھڑے اور بیٹھے اور اپنے پہلوؤں پر لیٹے بھی اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے ہیں" عقل والے ہر وقت اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے رہتے ہیں۔ وہ جس حال میں بھی ہوں ان کی زبانوں اور دلوں میں اللہ تعالیٰ کی یاد بسی رہتی ہے۔

(2) انسان جب اٹھتے، بیٹھتے اور لیٹتے ہوئے ہر حال میں اللہ تعالیٰ کو یاد کرتا ہے، اس کی یاد سے کبھی غافل نہیں ہوتا اور اس کائنات پر غور و فکر کرتا ہے تو اس یقین تک پہنچ جاتا ہے کہ اس کا کوئی خالق ہے جو قدرت رکھنے والا، مدبّر اور حکمت والا ہے۔

(3) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ جب رات میں تہجد کے لیے کھڑے ہوتے تو یہ دعا کرتے:

﴿اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ، أَنْتَ نُورُ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَنْ فِيهِنَّ وَلَكَ الْحَمْدُ، أَنْتَ قَيِّمُ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَنْ فِيهِنَّ وَلَكَ الْحَمْدُ، أَنْتَ الْحَقُّ، وَوَعْدُكَ حَقٌّ، وَقَوْلُكَ حَقٌّ، وَلِقَاؤُكَ حَقٌّ، وَالْجَنَّةُ حَقٌّ، وَالنَّارُ حَقٌّ، وَالسَّاعَةُ حَقٌّ، وَالنَّبِيُّونَ حَقٌّ، وَمُحَمَّدٌ حَقٌّ، اللّٰهُمَّ لَكَ أَسْلَمْتُ، وَعَلَيْكَ تَوَكَّلْتُ، وَبِكَ آمَنْتُ، وَإِلَيْكَ أَنَبْتُ، وَبِكَ خَاصَمْتُ، وَإِلَيْكَ حَاكَمْتُ، فَاغْفِرْ لِي مَا قَدَّمْتُ وَمَا أَخَّرْتُ، وَمَا أَسْرَرْتُ وَمَا أَعْلَنْتُ، أَنْتَ الْمُقَدِّمُ، وَأَنْتَ الْمُؤَخِّرُ لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ أَوْ لَا إِلٰهَ غَيْرُكَ﴾ "اے اللہ! تیرے ہی لیے تمام تعریفیں ہیں تو آسمان و زمین اور ان میں موجود تمام چیزوں کا نور ہے، تیرے ہی لیے تمام تعریفیں ہیں تو آسمان اور زمین اور ان میں موجود تمام چیزوں کا قائم رکھنے والا ہے اور تیرے ہی لیے تمام تعریفیں ہیں، تو حق ہے، تیرا وعدہ حق ہے، تیرا قول حق ہے، تجھ سے ملنا حق ہے، جنت حق ہے، دوزخ حق ہے، قیامت حق ہے، انبیاء حق ہیں اور محمد رسول اللہ ﷺ حق ہیں۔ اے اللہ! تیرے سپرد کیا، تجھ پر بھروسہ کیا، تجھ پر ایمان لایا، تیری طرف رجوع کیا، دشمنوں کا معاملہ تیرے سپرد کیا، فیصلہ تیرے سپرد کیا، پس میری اگلی پچھلی خطائیں معاف کر۔ وہ بھی جو میں نے چھپ کر کی ہیں اور وہ بھی جو کھل کر کی ہیں تو ہی سب سے پہلے ہے اور تو ہی سب سے بعد میں ہے، صرف تو ہی معبود ہے اور تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔" (بخاری: 6317)

(4) ﴿وَيَتَفَكَّرُوْنَ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾ "اور آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں غور و فکر کرتے ہیں" عقل

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

والے آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں غور وفکر کرتے رہتے ہیں۔

(5) انسان کا ذہن اگر اپنے اردگرد ہونے والے واقعات، اپنے حالات و معاملات میں الجھا رہے تو اس کا دل پراگندہ خیالات کی آماجگاہ بن جاتا ہے۔ وہ دنیا کی اور اپنی حقیقت کے بارے میں سوچنے کے قابل نہیں ہوتا۔ جب وہ اللہ تعالیٰ کو یاد کرتا ہے، اس کا ذکر کرتا ہے تو اس کا دل صاف ہونا شروع ہو جاتا ہے۔ پھر وہ اردگرد کی کائنات کی طرف توجہ کرتا ہے۔ پھر اس کی نظر کسی چیز پر پڑتی ہے تو اسے اپنے لئے اللہ تعالیٰ کی نعمت سمجھتا ہے اور اس میں عبرت پاتا ہے۔ یوں وہ غور وفکر کرنا شروع کر دیتا ہے۔

(6) ابن ابی الدنیا نے ''کتاب التوکل والاعتبار'' میں ابوسلیمان درانی کا قول نقل کیا ہے کہ میں جب اپنے گھر سے نکلتا ہوں اور میری نظر کسی چیز پر پڑتی ہے تو اسے اپنے لیے اللہ تعالیٰ کی نعمت اور اس میں ایک عبرت پاتا ہوں، اللہ تعالیٰ نے مخلوقات میں غور کرنے کی دعوت دی ہے، گویا خالق کے بارے میں غور کرنے سے منع فرمایا ہے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کی منہیات کو کوئی نہیں سمجھ سکتا۔ (تیسیر الرحمٰن:230/1)

(7) ﴿رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا﴾ ''اے ہمارے رب! تو نے یہ سب کچھ بے مقصد نہیں بنایا'' انسان جب زمین و آسمان کی تخلیق اور اس کی حکمتوں پر غور وفکر کرتا ہے تو اسے اللہ تعالیٰ کی عظمت، اس کی رحمت، اس کی ربوبیت اور اس کی قدرت کی پہچان نصیب ہوتی ہے۔ انسان کو جب رب تعالیٰ کی معرفت نصیب ہوتی ہے تو وہ پکار اٹھتا ہے کہ اے ہمارے رب! تو نے یہ کائنات بے مقصد نہیں بنائی۔ تو ہر عیب سے پاک ہے۔ ہمیں آگ کے عذاب سے بچا لے۔

(8) ﴿سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ﴾ ''آپ پاک ہیں سو ہمیں آگ کے عذاب سے بچا لیں'' عذاب نار سے بچنے کی دعائیں تب کی جاتی ہیں جب انسان کو رب تعالیٰ کی معرفت کی وجہ سے تخلیق کائنات کی وجہ سمجھ آ جاتی ہے۔

سوال 2: کائنات بنانے کا مقصد کیا ہے؟

جواب: (1) کائنات بنانے کا مقصد انسانوں کا امتحان ہے۔

(2) انسان کا امتحان یہ ہے کہ وہ اختیار پانے کے بعد کہاں تک احسن عمل کرنے کی کوشش کرتا ہے۔

سوال 3: دنیا کے امتحان میں کامیاب ہونے والوں اور ناکام ہونے والوں کا کیا انجام ہے؟

جواب: (1) دنیا کے امتحان میں کامیاب ہونے والے کے لئے کبھی ختم نہ ہونے والے انعامات ہیں۔ ہمیشہ کی جوانی، صحت اور جنت کی لازوال نعمتیں ہیں۔ (2) دنیا کے امتحان میں ناکام ہونے والے کے لئے آگ کا عذاب ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سوال 4: آسمان اور زمین کی تخلیق اور رات اور دن کے بدل بدل کر آنے میں جو سچائی ہے اس کی سمجھ اور اس دعا میں کہ ''اے اللہ! ہمیں آگ سے بچالے'' کیا تعلق ہے؟

جواب: (1) عقل والے جب کائنات کے اندر کام کرنے والی سچائی کو پالیتے ہیں تو وہ یقین کر لیتے ہیں کہ کائنات کے اندر ایک تقدیر، ایک تدبیر اور ایک حکمت کام کر رہی ہے اور اس شعور کے ساتھ ہی وہ جہنم کا شعور حاصل کر لیتے ہیں اور فوراً ہی انتہائی عاجزی اور یک سوئی سے، خشوع وخضوع سے کانپتے دل کے ساتھ دعا کرتے ہیں اور یہ دعا ان کے دل کی گہرائیوں سے اٹھتی ہے کہ ''اے اللہ! ہمیں آگ سے بچالے۔'' سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو ڈرا وہ بھاگا اور جو بھاگا وہ منزل کو گیا، سنو! اللہ تعالیٰ کا مال بہت مہنگا ہے۔ خبردار! اللہ تعالیٰ کا مال جنت ہے۔'' (ترمذی:2450)

(2) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میں نے جہنم سے بھاگنے والے کسی شخص کو سوتے نہیں دیکھا اور نہ ہی جنت کے کسی خواہش مند کو سوتے دیکھا ہے۔'' (ترمذی:2601)

﴿رَبَّنَآ اِنَّكَ مَنْ تُدْخِلِ النَّارَ فَقَدْ اَخْزَيْتَهٗ ؕ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ﴾

''اے ہمارے رب! بے شک جس کو تو نے آگ میں ڈالا تو اس کو تو نے واقعی رسوا کر دیا، اور ظالموں کے لیے کوئی مددگار نہیں'' (192)

سوال 1: عقل والوں کی دعا ﴿رَبَّنَآ اِنَّكَ ... اَنْصَارٍ﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) اولوالالباب کی اپنے رب سے دعا ہے: ﴿رَبَّنَآ اِنَّكَ مَنْ تُدْخِلِ النَّارَ فَقَدْ اَخْزَيْتَهٗ﴾ ''اے ہمارے رب! بے شک جس کو تو نے آگ میں ڈالا تو اس کو تو نے واقعی رسوا کر دیا'' یہاں اس سے مراد حشر کے میدان میں سب کے سامنے توہین ورسوائی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: '' قیامت کے دن ایک ایسے جہنمی کو لایا جائے گا جو دنیا میں سب سے زیادہ عیش وراحت میں تھا۔ اسے دوزخ کی آگ میں غوطہ دیا جائے گا پھر اس سے پوچھا جائے گا: اے آدم کے بیٹے! یہ بتا تو نے کبھی اچھا دور بھی دیکھا ہے؟ تجھ پر کبھی عیش وآرام کا زمانہ آیا ہے؟ وہ جواب دے گا: آقا! تیری ذات کی قسم! میں تو اس کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔ پھر ایک ایسا جنتی لایا جائے گا جو دنیا میں سب سے زیادہ بدحال اور مصیبت زدہ تھا۔ جب اس پر جنت کی نعمتوں کا رنگ چڑھ جائے گا تو اس سے کہا جائے گا: اے فرزند آدم! کیا تو نے کبھی افلاس اور تنگی کا دور دیکھا ہے؟ کیا تو نے مصیبت اور سختی دیکھی ہے؟ وہ کہے گا: پروردگار! تیری قسم! میں کبھی مصیبت اور تنگ دستی میں گرفتار نہیں ہوا، میں کسی مصیبت میں مبتلا ہوا ہی نہیں۔'' (مسلم:7088)

(2) عدی بن حاتم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ہم میں سے ہر ایک کے ساتھ

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

براہ راست، بغیر کسی ترجمان کے کلام کرے گا۔ پھر آدمی اپنی دائیں طرف دیکھے گا تو اسے سوائے اپنے عملوں کے کچھ نظر نہیں آئے گا۔ پھر وہ بائیں طرف دیکھے گا تو اسے سوائے اپنے عملوں کے کچھ نظر نہیں آئے گا۔ پھر وہ اپنے سامنے دیکھے گا تو آگ اس کا استقبال کرے گی'' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم میں سے جو اپنے چہرے کو آگ سے بچانے کی طاقت رکھتا ہو وہ ضرور بچائے خواہ کھجور کا ایک ٹکڑا صدقہ کر کے بچائے۔'' (ترمذی:2415)

(3) ﴿وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ﴾ ''اور ظالموں کے لیے کوئی مددگار نہیں'' ظالموں کے لیے فیصلے کے دن کوئی مددگار نہ ہوگا جو انہیں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچا سکے، انہیں ہمیشہ کے لئے جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔

سوال 2: اس دعا سے کس چیز کا اظہار ہو رہا ہے؟

جواب: (1) اس دعا سے پتہ چل رہا ہے کہ عقل مند انسان کو آگ کے عذاب سے خوف آتا ہے۔

(2) اس سے بھی زیادہ خوف اس رسوائی سے ہوتا ہے جو دوزخ والوں کا مقدر بننے والی ہے۔

(3) ذہن اور دل کی دنیا میں زلزلہ اس شرمندگی اور رسوائی کی وجہ سے آتا ہے جو اہل جہنم کو ہوگی۔

(4) اس دعا سے پتہ چل رہا ہے کہ ان کو یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں کوئی کسی کی مدد نہیں کر سکتا اس لیے کہ کسی ظالم کا کوئی مددگار نہ ہوگا۔

﴿رَبَّنَآ اِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِيًا يُّنَادِيْ لِلْاِيْمَانِ اَنْ اٰمِنُوْا بِرَبِّكُمْ فَاٰمَنَّا ۚ﴾

''اے ہمارے رب! بے شک ہم نے ایک پکارنے والے کو سنا جو ایمان کے لئے پکار رہا تھا کہ اپنے رب پر ایمان لے آؤ تو ہم ایمان

رَبَّنَا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَ كَفِّرْ عَنَّا سَيِّاٰتِنَا وَتَوَفَّنَا مَعَ الْاَبْرَارِ﴾

لے آئے اے ہمارے رب! پس ہمارے گناہ بخش دے اور ہماری برائیاں ہم سے دور فرما اور ہمیں نیک لوگوں کے ساتھ فوت کرنا'' (193)

سوال 1: عقل والوں کی دعا ﴿رَبَّنَآ اِنَّنَا ... الْاَبْرَارِ﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) عقل والوں کی اپنے رب سے دعا ہے: ﴿رَبَّنَآ اِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِيًا يُّنَادِيْ لِلْاِيْمَانِ اَنْ اٰمِنُوْا بِرَبِّكُمْ فَاٰمَنَّا﴾ ''اے ہمارے رب! بے شک ہم نے ایک پکارنے والے کو سنا جو ایمان کے لئے پکار رہا تھا کہ اپنے رب پر ایمان لے آؤ تو ہم ایمان لے آئے'' منادی سے مراد نبی ﷺ کی ذات ہے اور لفظ منادی کا استعمال اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے پکار پکار کر اسلام کی دعوت پوری تندہی اور جانفشانی کے ساتھ لوگوں کے سامنے پیش کر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دی۔(تیسیر الرحمٰن:231/1)

(2) قتادہ اور محمد بن کعب قرظی نے کہا: منادی قرآن ہے اور اس کی دلیل مومن جنوں کا قول ہے:﴿اِنَّا سَمِعْنَا قُرْاٰنًا عَجَبًا﴾ ''یقیناً ہم نے ایک عجیب قرآن سنا ہے'' (الجن:1)(جامع الاحکام:243/2)

(3)﴿رَبَّنَا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا﴾ ''اے ہمارے رب! پس ہمارے گناہ بخش دے'' اس آیت میں ان پر اللہ تعالیٰ کے احسان، اس کی نعمت پر اظہار فخر اور اس ایمان کو اپنے گناہوں کی بخشش اور برائیوں کو مٹانے کے لیے وسیلہ بنانے کی خبر ہے کیونکہ نیکیاں برائیوں کو مٹا دیتی ہیں۔ وہ ہستی جس نے انہیں ایمان سے نوازا ہے وہی انہیں کامل امان سے نوازے گی۔ (تفسیر سعدی:463/1)

(4)﴿وَ كَفِّرْ عَنَّا سَيِّاٰتِنَا﴾ ''اور ہماری برائیاں ہم سے دور فرما'' ذنوب سے کبیرہ گناہ مراد ہیں اور سیئات سے صغیرہ گناہ مراد ہیں۔(فتح القدیر:522/1)

(5)﴿وَتَوَفَّنَا مَعَ الْاَبْرَارِ﴾ ''اور ہمیں نیک لوگوں کے ساتھ فوت کرنا'' ابرار سے مراد انبیاء کے ساتھی نیک لوگ ہیں۔ (قرطبی:243/2)

(6) اللہ تعالیٰ نے فرمایا:﴿وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ﴾ ''اور جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے گا تو وہ ان کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام کیا، نبیوں اور صدیقوں اور شہیدوں اور صالحین میں سے۔'' (النساء:69)

(7) اس دعا سے پتہ چلتا ہے کہ نیکی کرنا اور برائی کو ترک کرنا اللہ تعالیٰ کی توفیق سے ہوتا ہے جس کی بناء پر بندہ ''ابرار'' میں شمار ہوتا ہے اور اس توفیق کی بناء پر نیکی کرنے اور برائی چھوڑنے پر اپنی موت تک ہمیشہ ثابت قدم رہتا ہے۔(تفسیر سعدی:463/1)

سوال 2: اس دعا سے مومن کے مزاج کے بارے میں کیا پتہ چلتا ہے؟

جواب: (1) اس دعا سے قلب مومن کا جھکاؤ پتہ چلتا ہے جو حق کو سنتے ہیں اس کو مان لیتے ہیں لیکن ساتھ ہی اپنے گناہوں کا خیال آتا ہے تو اپنے رب سے غلطیوں، کوتاہیوں، گزشتہ نافرمانیوں اور گناہوں کی معافی مانگتے ہیں۔

(2) اس دعا میں ایمان والوں کے خشوع وخضوع اور دعا کی قبولیت کے لئے انتہائی رغبت کا اظہار ہو رہا ہے۔ ایمان والے اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ ہماری برائیاں دور فرما دے اور ہمارا خاتمہ نیک لوگوں کے ساتھ کرنا۔

سوال 3: سچے ایمان کے نتیجے میں عذاب نار سے بچنے کے لئے اہل ایمان کس کس چیز کی دعائیں کرتے ہیں؟

جواب: (1) گناہوں کی معافی کی۔(2) برائیوں کو دور کرنے کی۔(3) نیکوکاروں کے ساتھ موت کی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(4) قیامت کے دن کی رسوائی سے بچنے کی۔

﴿رَبَّنَا وَاٰتِنَا مَا وَعَدْتَّنَا عَلٰى رُسُلِكَ وَلَا تُخْزِنَا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ اِنَّكَ

''اے ہمارے رب! جو وعدہ تو نے ہم سے اپنے رسولوں کی زبانی کیا ہے ہمیں وہ عطا فرما اور قیامت کے دن ہمیں رسوا نہ کرنا۔ بلاشبہ تو

لَا تُخْلِفُ الْمِيْعَادَ﴾

اپنے وعدے کے خلاف نہیں کرتا'' (194)

سوال 1: عقل والوں کی دعا ﴿رَبَّنَا ... الْمِيْعَادَ﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) عقل والوں کی دعا ہے: ﴿رَبَّنَا وَاٰتِنَا مَا وَعَدْتَّنَا عَلٰى رُسُلِكَ﴾ ''اے ہمارے رب! جو وعدہ تو نے ہم سے اپنے رسولوں کی زبانی کیا ہے ہمیں وہ عطا فرما'' اس دعا سے ان کے یقین کا پتہ چلتا ہے کہ رسولوں نے آپ کے جو وعدے ہم تک پہنچائے ہیں ہمیں امید ہے آپ ان کو پورا فرمائیں گے۔

(2) اللہ تعالیٰ نے رسولوں کی زبانی وعدہ کیا ہے کہ ایمان لا کر عمل صالح کرنے والوں کو بہترین بدلہ دیا جائے گا اور انہیں دنیا کی قیادت دی جائے گی۔ ﴿وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ﴾ ''اللہ تعالیٰ نے ان کے ساتھ وعدہ کیا ہے جو تم میں سے ایمان لائے اور نیک عمل کیے کہ وہ ان کو زمین میں ضرور بہ ضرور جانشین بنائے گا جیسا کہ اس نے ان سے پہلے لوگوں کو جانشین بنایا تھا۔'' (النور:55)

﴿وَعَدَ اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَمَسٰكِنَ طَيِّبَةً فِيْ جَنّٰتِ عَدْنٍ ؕ وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ اَكْبَرُ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ﴾ ''اللہ تعالیٰ نے مومن مردوں اور مومن عورتوں سے باغات کا وعدہ کیا ہے جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہیں، ان میں ہمیشہ رہنے والے ہیں اور پاکیزہ رہائش گاہوں کا جو ہمیشگی کے باغوں میں ہوں گی اور اللہ تعالیٰ کی تھوڑی سی رضا مندی سب سے بڑی ہے، یہی بہت بڑی کامیابی ہے۔'' (التوبہ:72)

﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ يَنْصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ اَقْدَامَكُمْ﴾ ''اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! اگر تم اللہ تعالیٰ کی مدد کرو گے تو وہ تمہاری مدد کرے گا اور تمہارے قدم جما دے گا۔'' (محمد:7)

(3) ﴿وَلَا تُخْزِنَا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ﴾ ''اور قیامت کے دن ہمیں رسوا نہ کرنا'' یہاں رسوائی سے مراد محشر میں تمام اہل موقف کے سامنے رسوائی ہے۔

(4) اللہ تعالیٰ نے رسولوں کی زبانی وعدہ کیا ہے کہ ایمان والوں کو قیامت کے دن رسوا نہیں کیا جائے گا۔ ﴿يَوْمَ لَا يُخْزِي

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

اللّٰهُ النَّبِیَّ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ﴾ ''اس دن اللہ تعالیٰ نبی کو اور ان لوگوں کو جو اس کے ساتھ ایمان لائے ہیں، رسوا نہ کرے گا۔'' (التحریم:8)

(5) اس دعا سے مومن کے یقین کا پتہ چلتا ہے کہ اس کے ذہن اور دل میں یہ امید رچ بس جاتی ہے کہ ہمارا رب ہمیں قیامت کے دن شرمندہ ہونے سے، رسوا ہونے سے بچائے گا۔

(6) اس دعا سے مومن کے دل کی صفائی اور نرمی کا بھی اندازہ ہوتا ہے۔

(7) اس دعا سے یہ بھی اندازہ ہوتا ہے کہ دل مومن کے اندر اللہ تعالیٰ کا خوف کس حد تک بڑھ جاتا ہے کہ پھر اسے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے حیا آتی ہے۔

(8) اہل ایمان دعائیں کرتے ہیں ﴿رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا ۚ سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ﴾ ''اے ہمارے رب تو نے یہ سب کچھ بے مقصد نہیں بنایا، آپ پاک ہیں، سو ہمیں آگ کے عذاب سے بچا لیں''

(9) ﴿اِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِيْعَادَ﴾ ''بلاشبہ تو اپنے وعدے کے خلاف نہیں کرتا'' یہ ایمان والوں کا یقین ہے۔ اسی بھروسے پر وہ ساری مشکلات برداشت کرتے ہیں۔ ایمان والے اللہ تعالیٰ کے وعدوں کا یقین اللہ تعالیٰ کی کتاب اور کائنات کے نظام سے حاصل کرتے ہیں۔

سوال 2: اہل ایمان کی ان دعاؤں کی خصوصیات کیا ہیں؟

جواب: (1) دعائیہ الفاظ میں مٹھاس ہے، آواز کی نرمی ہے، لہجے کا سوز ہے، عاجزی ہے۔

(2) ان دعاؤں میں خشوع و خضوع ہے، توجہ الی اللہ ہے۔

(3) ان دعاؤں کے گہرے اثرات انسان کی سماعت پر مرتب ہوتے ہیں۔

(4) یہ دعائیں دل سے نکل رہی ہیں اور دل پر اور گہرے نقوش چھوڑ رہی ہیں۔

﴿فَاسْتَجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ اَنِّیْ لَاۤ اُضِیْعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنْكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰی ۚ

''چنانچہ ان کے رب نے ان کی دعا قبول فرمائی کہ بے شک میں تم میں سے کسی عمل کرنے والے کا عمل ضائع نہیں کروں گا، مرد ہو یا عورت،

بَعْضُكُمْ مِّنْۢ بَعْضٍ ۚ فَالَّذِیْنَ هَاجَرُوْا وَاُخْرِجُوْا مِنْ دِیَارِهِمْ وَاُوْذُوْا فِیْ سَبِیْلِیْ

تم سب ایک دوسرے ہی سے ہو تو جن لوگوں نے ہجرت کی اور جو اپنے گھروں سے نکالے گئے اور میری راہ میں تکلیف دیئے گئے اور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وَقٰتَلُوْا وَقُتِلُوْا لَاُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَلَاُدْخِلَنَّهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ

انہوں نے جنگ کی اور قتل کر دیئے گئے تو یقیناً میں ضرور ان کی برائیاں ان سے دور کر دوں گا اور یقیناً میں ضرور انہیں باغات میں داخل

تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ثَوَابًا مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الثَّوَابِ ﴿

کروں گا جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی، اللہ تعالیٰ کے ہاں یہ ان کا بدلہ ہے اور اللہ تعالیٰ ہی کے پاس بہترین بدلہ ہے" (195)

سوال 1: اس آیت کا شان نزول کیا ہے؟

جواب: تفسیر ابن کثیر میں ہے کہ سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے ایک روز نبی ﷺ سے پوچھا کہ عورت کی ہجرت کا کہیں قرآن میں ذکر نہیں۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ ترمذی، حاکم اور سعید بن منصور نے ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے، انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے کہا کہ اے اللہ کے رسول! ہجرت کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے عورتوں کا نام نہیں لیا ہے؟ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: ﴿اَنِّيْ لَاۤ اُضِيْعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنْكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى ۚ بَعْضُكُمْ مِّنْۢ بَعْضٍ﴾ بے شک میں تم میں سے کسی عمل کرنے والے کا عمل ضائع نہیں کروں گا، مرد ہو یا عورت، تم سب ایک دوسرے ہی سے ہو۔" (ترمذی کتاب تفسیر القرآن)

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے اہل دانش کی دعا قبول فرمالی، اس کی وضاحت ﴿فَاسْتَجَابَ ... الثَّوَابِ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اہل دانش کی دعا قبول کر لی اور انہیں یہ خوش خبری دی ہے کہ وہ نیک اعمال کرنے والوں کے اجر کو ضائع نہیں کرتا خواہ مرد ہو یا عورت۔

(2) ﴿فَاسْتَجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ﴾ "چنانچہ ان کے رب نے ان کی دعا قبول فرمائی" اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا ان کے ایمان کی سچائی، ان کے ذکر، غور و فکر، رب کی توحید بیان کرنے، اس کے رسولوں کی تصدیق کرنے اور اپنی غلطیوں اور گناہوں کے شعور کی اور شکر میں کمی اور مغفرت کی ضرورت کی وجہ سے قبول کی۔ (تفسیر مراغی: 136/2)

(3) ﴿اَنِّيْ لَاۤ اُضِيْعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنْكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى﴾ "بے شک میں تم میں سے کسی عمل کرنے والے کا عمل ضائع نہیں کروں گا، مرد ہو یا عورت" مرد اور عورت کے اجر کی وضاحت اس لئے کی گئی ہے کہ اسلام نے مرد اور عورت کے درمیان کچھ معاملات میں فطری خصوصیات کی وجہ سے فرق رکھا ہے۔ یہاں یہ واضح کر دیا گیا کہ یہ نہ سمجھا جائے کہ نیک اعمال کی جزا میں بھی مرد اور عورت کے درمیان فرق کیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ کسی کام کرنے والے کے عمل کو ضائع نہیں کرتا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(4)﴿بَعْضُكُمْ مِّنْۢ بَعْضٍ﴾ ''تم سب ایک دوسرے ہی سے ہو'' یعنی مرد ہو یا عورت پیدائش کے اعتبار سے، اعمال کے اجر کے اعتبار سے کوئی فرق نہیں۔

(5)﴿فَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا﴾ ''تو جن لوگوں نے ہجرت کی'' اس سے مراد مکہ سے مدینہ آنے والے مہاجر ہیں۔

(6)﴿وَاُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ﴾ ''اور جو اپنے گھروں سے نکالے گئے'' سیدنا خباب بن ارت رضی اللہ عنہ کہتے ہیں ہم نے صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ہجرت کی، اللہ تعالیٰ ہمیں اس کا اجر دے گا۔ ہم میں سے بعض تو اپنی محنت کا پھل کھائے بغیر دنیا سے چل بسے۔ (فتوحات اور غنائم کا سلسلہ شروع نہیں ہوا تھا) ان میں سے ایک مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ ہیں وہ غزوہ احد 3ھ میں شہید ہوئے۔ ان کو کفن پہنانے کے لیے ہمیں کوئی کپڑا نہ ملا سوائے ایک دھاری دار چادر کے۔ اس چادر سے جب ہم ان کا سر ڈھانپتے تو ان کے پاؤں ننگے ہو جاتے تھے اور جب اسے ان کے پاؤں پر ڈالتے تو ان کا سر کھلا رہتا۔ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں ان کے سر کو ڈھانپنے کا حکم دیا اور پاؤں پر خوشبودار گھاس ڈالنے کا حکم دیا اور ہم میں سے بعض لوگوں کے پھل (دنیا میں) پک گئے اور وہ اسے کاٹنے لگے۔ (بخاری کتاب الجنائز)

(7)﴿وَاُوْذُوْا فِيْ سَبِيْلِيْ﴾ ''اور میری راہ میں تکلیف دیے گئے'' سبیل سے مراد دین حق ہے۔

(8) اس سے مراد ہے کہ جو اذیت انہیں مشرکوں سے اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کے سبب ملی اور انہوں نے اس کے مطابق عمل کیا جو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لیے شریعت بھیجی۔ (فتح القدیر: 525/1)

(9) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میں اللہ تعالیٰ کی راہ میں ڈرایا اور ستایا گیا ہوں۔ میری طرح نہ کسی کو ڈرایا گیا ہے اور نہ ستایا گیا ہے۔ مجھ پر مسلسل تیس دن ایسے بھی گزرے ہیں کہ اس عرصہ میں میرے اور بلال کے لیے ایسی خوراک نہ تھی جسے کوئی جاندار کھا سکے سوائے اس تھوڑی سی چیز کے جو بلال نے اپنی بغل میں چھپا رکھی تھی۔'' (ترمذی: 2472)

(10) خباب بن ارت رضی اللہ عنہ امیر المومنین سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے تو انہوں نے فرمایا: خباب میرے قریب بیٹھو۔ اس جگہ پر بیٹھنے کے لیے تم سے زیادہ حق دار کوئی نہیں ہے سوائے عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کے۔ سیدنا خباب بن ارت رضی اللہ عنہ نے اپنی پیٹھ کے وہ نشان دکھائے جو مشرکین مکہ کے تشدد اور تعذیب کا نتیجہ تھے۔ (ابن ماجہ: 153)

(11) ایک غزوہ میں رسول اللہ ﷺ کی انگلی خون آلود ہو گئی تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''تو ہے کیا؟ صرف انگلی ہی تو ہے جو خون آلود ہو گئی ہے اور یہ زخم تجھے اللہ تعالیٰ کی راہ میں ہوا ہے۔'' (بخاری: کتاب الجہاد) (صحیح: 2164)

(12) قیس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے سیدنا سعید بن زید رضی اللہ عنہ کو لوگوں سے کہتے سنا ہے کہ یہ ایک امر واقعہ ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نے مجھے اور اپنی بہن (فاطمہ) کو اسلام لانے کی وجہ سے رسیوں سے باندھ رکھا تھا جب کہ وہ مشرف بہ اسلام نہ ہوئے تھے۔ (بخاری:3867)

(13)﴿وَقٰتَلُوْا وَقُتِلُوْا﴾ ''اور انہوں نے جنگ کی اور قتل کر دیئے گئے'' سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس مسلمان آدمی نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں اتنی دیر تک جہاد کیا جتنی دیر اونٹنی کا دودھ دوہنے میں لگتی ہے، اس پر جنت واجب ہوگئی ہے۔'' (ترمذی:1657)

(14)﴿لَاُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ﴾ ''تو یقیناً میں ضرور ان کی برائیاں ان سے دور کر دوں گا'' یعنی ان کی جو اسلام کی طرف سے عائد کردہ جان و مال کی ذمہ داریاں ادا کرتے ہیں۔

(15)﴿وَلَاُدْخِلَنَّهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ﴾ ''اور یقیناً میں ضرور انہیں باغات میں داخل کروں گا جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی'' اللہ تعالیٰ نے ہجرت کرنے والوں اور ان لوگوں کو جنہوں نے اس کے راستے میں اذیتیں برداشت کیں ایسی جنتوں کی خوش خبری دی ہے جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں۔ الحمد للہ

(16)﴿ثَوَابًا مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۭ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الثَّوَابِ﴾ ''اللہ تعالیٰ کے ہاں یہ ان کا بدلہ ہے اور اللہ تعالیٰ ہی کے پاس بہترین بدلہ ہے'' اللہ تعالیٰ کی طرف سے حسن ثواب برائیاں دور کرنا اور جنت میں داخل کرنا ہے۔

(17) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نیکی کے معاملہ میں مومن کے ساتھ ناانصافی نہیں کرتا، اس کو اس نیکی کا بدلہ دنیا میں بھی دیتا ہے اور آخرت میں بھی اور کافر جو نیکیاں اللہ تعالیٰ کے لیے کرتا ہے اس کا بدلہ اسے دنیا ہی میں پورا پورا دے دیا جاتا ہے، پھر جب وہ آخرت میں پہنچے گا تو اس کی کوئی نیکی باقی نہیں ہوگی کہ جس کا بدلہ اسے دیا جائے۔'' (مسلم:7089)

سوال 3: انسان عمل پر کیسے آمادہ ہوتا ہے؟

جواب: (1) کائنات پر غور و فکر کر کے، اپنی بے بسی اور اللہ تعالیٰ کی عظمت کا احساس کر کے انسان عمل پر آمادہ ہوتا ہے۔

(2) اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ کر کے انسان عمل پر آمادہ ہوتا ہے۔

(3) اللہ تعالیٰ سے گناہوں کی معافی مانگ کر انسان عمل پر آمادہ ہوتا ہے۔

(4) اللہ تعالیٰ سے دعائیں کر کے، مدد مانگ کر انسان عمل پر آمادہ ہوتا ہے۔

(5) اللہ تعالیٰ کے خوف سے انسان عمل پر آمادہ ہوتا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(6)اللہ تعالیٰ سے امید باندھ کر انسان عمل پر آمادہ ہوتا ہے کہ اگر وہ اس راستے پر لایا ہے تو وہی چلائے گا۔

﴿لَا يَغُرَّنَّكَ تَقَلُّبُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِي الْبِلَادِ﴾

''اور جن لوگوں نے کفر کیا ان کا شہروں میں چلنا پھرنا آپ کو ہرگز دھوکے میں نہ ڈالے''(196)

سوال1: کافروں کے عیش وآرام سے دھوکہ نہ کھایا جائے، اس کی وضاحت ﴿لَا يَغُرَّنَّكَ ... فِي الْبِلَادِ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿لَا يَغُرَّنَّكَ تَقَلُّبُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِي الْبِلَادِ﴾''اور جن لوگوں نے کفر کیا ان کا شہروں میں چلنا پھرنا آپ کو ہرگز دھوکے میں نہ ڈالے''یعنی آپ کافروں کے عیش وآرام، دولت وثروت اور ناز ونعمت سے دھوکہ نہ کھائیں، یہ سب نعمتیں ان سے چھن جانے والی ہیں اور یہ اپنی بداعمالیوں کا شکار ہو جانے والے ہیں کیونکہ ہم نے انہیں مزید گناہوں میں ڈوب جانے کے لیے مہلت دے دی ہے۔(مختصر ابن کثیر:284/1)

(2)مسلمان جب مشکل معاشی حالات، محرومیوں، اذیتوں، جلاوطنی، تکالیف اور خوف ناک حالات میں ہوں تو کافروں کے حالات مسلمانوں کو کھٹک سکتے ہیں۔ان کے دل میں کسک پیدا ہو سکتی ہے لیکن یہ دنیا کی زندگی کا تھوڑا سا سامان ہے۔

سوال2: مسلمان کو دنیا کے ساز وسامان کو کتنی اہمیت دینی چاہیے؟

جواب: دنیا کا ساز وسامان جتنا دنیا کے لیے ضروری ہے اسی قدر مسلمان کو لینا چاہیے۔اس ساز وسامان کو اپنے لیے فتنہ نہیں بنانا چاہیے۔

﴿مَتَاعٌ قَلِيْلٌ ۚ ثُمَّ مَاْوٰهُمْ جَهَنَّمُ ۭ وَبِئْسَ الْمِهَادُ﴾

''بہت ہی تھوڑا فائدہ ہے، پھر ان کا ٹھکانہ جہنم ہوگا اور وہ بہت ہی برا بچھونا ہے''(197)

سوال1: کافروں کو دیئے گئے مال ودولت کی کیا حقیقت ہے، اس کی وضاحت ﴿مَتَاعٌ ... الْمِهَادُ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)دنیا میں کافروں کو دیئے گئے مال ودولت کی حقیقت یہ ہے کہ:﴿مَتَاعٌ قَلِيْلٌ﴾''بہت ہی تھوڑا فائدہ ہے''یعنی یہ سب مال اور نعمتیں بے ثبات ہیں، باقی رہنے والی نہیں ہیں۔

(2)﴿مَتَاعٌ قَلِيْلٌ﴾ سے مراد دنیا کی دولت ہے جو چند روزہ زندگی کا ختم ہونے والا سامان ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(3) سیدنا انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ﴿اَللّٰهُمَّ لَا عَيْشَ إِلَّا عَيْشُ الْاٰخِرَهْ ، فَأَصْلِحِ الْأَنْصَارَ وَالْمُهَاجِرَهْ﴾ ''اے اللہ! آخرت کی زندگی کے سوا اور کوئی زندگی نہیں، پس تو انصار و مہاجرین میں صلاح کو باقی رکھ۔'' (صحیح بخاری:6413)

(4) صحیحین کی روایت ہے کہ ایک بار سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کو چٹائی پر لیٹے دیکھا، ان کے پہلو پر چٹائی کا نشان دیکھ کر رونے لگے، تو رسول اللہ ﷺ نے پوچھا کہ کیوں رو رہے ہو؟ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اے اللہ کے رسول! کسریٰ اور قیصر تو عیش کی زندگی گزاریں اور اللہ تعالیٰ کے رسول کا یہ حال ہو۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''کیا تم یہ پسند نہ کرو گے کہ ان کے لیے دنیا ہو اور ہمارے لیے آخرت۔'' (صحیح بخاری:5191)

(5) ﴿ثُمَّ مَأْوٰهُمْ جَهَنَّمُ ۭ وَبِئْسَ الْمِهَادُ﴾ ''پھر ان کا ٹھکانہ جہنم ہوگا اور وہ بہت ہی برا بچھونا ہے'' نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ کم سے کم دوزخ کا عذاب یہ ہوگا کہ آگ کی جوتیاں ان کم عذاب والے دوزخیوں کے پاؤں میں پہنا دی جائیں گی جن سے ان کا بھیجا کھولنے لگے گا جس طرح دیگ میں پکتے وقت کوئی چیز کھولنے لگتی ہے۔ (صحیح بخاری:2/971)

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو دنیا میں کھو جانے سے کیسے بچایا ہے؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو انجام پر نظریں مرکوز رکھنے کی طرف توجہ دلائی ہے کہ ایمان سے محروم ہو کر جہنم کا عذاب ہے جس میں مال دار کافر اور دنیا کے دھوکے میں مبتلا افراد داخل کئے جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے سورہ مومن میں بھی اسی مضمون کو واضح فرمایا ہے: ﴿مَا يُجَادِلُ فِيْٓ اٰيٰتِ اللّٰهِ اِلَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَلَا يَغْرُرْكَ تَقَلُّبُهُمْ فِي الْبِلَادِ﴾ ''اللہ تعالیٰ کی آیات میں نہیں جھگڑے کرتے مگر وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا، تو ان کا شہروں میں چلنا پھرنا آپ کو دھوکے میں نہ ڈالے۔'' (مومن:4)

(2) اللہ تعالیٰ نے ایمان والے متقیوں کو اپنی مہمان نوازی کی طرف توجہ دلائی ہے کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ کے پاس ہے وہ بہت بہتر ہے۔

﴿لٰكِنِ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا

''لیکن جو لوگ اپنے رب سے ڈر گئے، ان کے لئے باغات ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں،

نُزُلًا مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۭ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ لِّلْاَبْرَارِ﴾

یہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے میزبانی ہے اور جو اللہ تعالیٰ کے پاس ہے وہ نیک لوگوں کے لئے بہت ہی بہتر ہے'' (198)

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

سوال 1: متقیوں کے لیے ان کے رب کے پاس کیا اجر ہے، اس کی وضاحت ﴿لٰكِنِ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا ... خَيْرٌ لِّلْاَبْرَارِ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿لٰكِنِ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ﴾ ''لیکن وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ سے ڈر گئے'' متقیوں کے لیے ان کے رب کے پاس جنتیں ہیں۔ رب کا ڈر ہی انسانوں کو گناہوں سے، غلطیوں سے، غلط رویوں سے روکتا ہے۔ رب کا ڈر ہی انسان سے رب کی رضا کے کام کرواتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ رب سے ڈرے بغیر جنت کا حصول ممکن نہیں۔

(2) ﴿لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ﴾ ''ان کے لئے باغات ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی'' تقویٰ کی جزا جنت ہے۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ میں نے اپنے صالح اور نیک بندوں کے لیے وہ چیزیں تیار کر رکھی ہیں جنہیں کسی آنکھ نے دیکھا، نہ کسی کان نے سنا اور نہ کسی کے گمان و خیال میں وہ آئی ہیں۔'' سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اگر چاہو تو اس آیت کو پڑھ لو کہ ''سو کسی کو نہیں معلوم جو جو سامان آنکھوں کی ٹھنڈک کا ان کے لیے جنت میں چھپا کر رکھا گیا ہے۔'' (بخاری: 4780)

(3) ﴿خٰلِدِيْنَ فِيْهَا﴾ ''اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں'' اگر یہ مقدر کر لیا جائے کہ انہیں دنیا میں ہر قسم کی تکلیف، شدت، عناد اور مشقت کا سامنا کرنا پڑا تو یہ جنت میں ہمیشہ رہنے والی نعمتیں، کدورتوں سے سلامت زندگی، بے پایاں مسرت، خوشی اور تر و تازگی کے مقابلے میں کچھ بھی نہیں۔ (تفسیر سعدی: 465/1)

(4) مومنوں کی آخرت کی کامیابی کا ذکر ہے کہ وہ جنت میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ضیافت ہے۔

(5) ﴿نُزُلًا مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ﴾ ''یہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے میزبانی ہے'' ﴿نُزُلًا﴾ اس کے معنی ثواب کے ہیں اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ لفظ ﴿نُزُلًا﴾ اسم مفعول کے معنوں میں ہو یعنی اللہ کی طرف سے اتارا گیا جیسے کہتے ہیں انزلته میں نے اس کو اتارا۔ (بخاری کتاب التفسیر)

(6) ﴿وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ لِّلْاَبْرَارِ﴾ ''اور جو اللہ تعالیٰ کے پاس ہے وہ نیک لوگوں کے لئے بہت ہی بہتر ہے'' ابرار وہ لوگ ہیں جن کے دل پاک اور اطاعت گزار ہوں اور ان کے اقوال و افعال بھی نیک ہوں۔ (تفسیر سعدی: 465/1)

(7) ایک بار سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کو چٹائی پر لیٹے دیکھا تو ان کے پہلو پر چٹائی کا نشان دیکھ کر رونے لگے۔ رسول اللہ ﷺ نے پوچھا: کیوں رو رہے ہو؟ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ! قیصر و کسریٰ تو عیش کی زندگی گزاریں اور اللہ کے رسول ﷺ کا یہ حال ہو۔ آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تم پسند کرو گے کہ ان کے لئے دنیا ہو اور ہمارے لئے آخرت؟ (بخاری: 4913)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سوال 2: ﴿وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ لِّلْاَبْرَارِ﴾ کے انسان پر کیا اثرات مرتب ہوتے ہیں؟

جواب: (1) دنیا کے سامان اور اللہ تعالیٰ کے ہاں جو کچھ نیک لوگوں کے لیے ہے اگر اس کا موازنہ کرنا چاہیں تو دل سے شک نکل جاتا ہے اور یقین آجاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عطا بہت بڑی ہے۔

(2) انسان کفر کے نتیجے اور تقویٰ کے انجام پر غور کر کے نیکی کے راستے کا انتخاب کرتا ہے۔

﴿وَاِنَّ مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَمَنْ يُّؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِمْ

"اور بے شک اہل کتاب میں سے ایسے بھی ہیں جو یقیناً ایمان رکھتے ہیں اللہ تعالیٰ پر اور اس چیز پر جو تمہاری طرف نازل کی گئی ہے اور جو ان

خٰشِعِيْنَ لِلّٰهِ ۙ لَا يَشْتَرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِيْلًا ؕ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ اَجْرُهُمْ

کی طرف نازل کی گئی ہے، وہ اللہ تعالیٰ کے لئے خشوع کرنے والے ہیں، اللہ تعالیٰ کی آیات کے بدلے تھوڑی قیمت نہیں خریدتے، یہی لوگ

عِنْدَ رَبِّهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ﴾

ہیں جن کا اجر ان کے رب کے پاس ہے، بلاشبہ اللہ تعالیٰ بہت جلد حساب لینے والا ہے" (199)

سوال 1: اس آیت کا شان نزول کیا ہے؟

جواب: سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب شاہ حبشہ نجاشی رضی اللہ عنہ کے انتقال کی خبر آئی تو رسول اکرم ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا: ان پر نماز پڑھو، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ کیا ایک عبد حبشی کی نماز پڑھیں؟ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ (ابن ابی حاتم: 846/3)

سوال 2: مسلمان اہل کتاب کے حالات کی وضاحت ﴿وَاِنَّ... الْحِسَابِ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) مسلمان اہل کتاب کے حالات بیان کرتے ہوئے رب العزت نے فرمایا: ﴿وَاِنَّ مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَمَنْ يُّؤْمِنُ بِاللّٰهِ﴾ "اور بے شک اہل کتاب میں سے ایسے بھی ہیں جو یقیناً ایمان رکھتے ہیں اللہ تعالیٰ پر" یعنی اہل کتاب میں سے کچھ ایسے لوگ بھی ہیں جو اللہ تعالیٰ پر ایمان لاتے ہیں۔

(2) ﴿وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِمْ﴾ "اور اس چیز پر جو تمہاری طرف نازل کی گئی ہے اور جو ان کی طرف نازل کی گئی ہے" جو پہلی الہامی کتابوں تورات اور انجیل کے ساتھ قرآن مجید پر بھی ایمان لاتے ہیں۔

(3) وہ اس کتاب پر بھی ایمان رکھتے ہیں جو تم پر نازل ہوئی اور اس پر بھی جو ان کی طرف نازل کی گئی اور یہی وہ ایمان ہے جو نفع پہنچاتا ہے اور اس شخص کے ایمان کی مانند نہیں جو بعض رسولوں اور کتابوں پر ایمان لاتا ہے اور بعض کو جھٹلاتا ہے۔

(تفسیر سعدی: 465,464/1)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(4)﴿خٰشِعِيْنَ لِلّٰهِ﴾ ''وہ اللہ تعالیٰ کے لئے خشوع کرنے والے ہیں'' اللہ تعالیٰ کے آگے خشوع کرنے والے، عاجزی سے سوال کرنے والے۔ خشوع وہ کیفیت ہے جو کسی عظیم ہستی کی عظمت کے احساس سے انسان کے دل اور اس کے اعضاء پر طاری ہوجائے۔ اللہ تعالیٰ کے لیے یہ کیفیت انسان کے دل میں تب پیدا ہوتی ہے جب وہ کائنات میں غور وفکر کر کے اللہ تعالیٰ کی عظمت کو پالیتا ہے۔

(5) امام احمد نے ہجرت حبشہ سے متعلق ایک طویل حدیث روایت کی ہے جس میں آیا ہے کہ جعفر بن ابی طالب نے جب نجاشی کے سامنے سورۃ مریم کی تلاوت کی، تو وہ اور اس کے پاس بیٹھے ہوئے دیگر علمائے نصاریٰ اس طرح روئے کہ آنسوؤں سے ان کی داڑھیاں بھیگ گئیں۔ (تیسیر الرحمن:233/1)

(6)﴿لَا يَشْتَرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِيْلًا﴾ ''اللہ تعالیٰ کی آیات کے بدلے تھوڑی قیمت نہیں خریدتے'' یہ صفات یہود میں بہت کم تھیں۔ علمائے یہود میں سے عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ جیسے ان صفات کے حامل چند لوگ تھے اور ان کی تعداد دس سے زیادہ نہ تھی البتہ عیسائیوں میں سے بہت سے لوگوں نے ایمان قبول کیا۔ (دعوۃ القرآن)

(7) یعنی ان کی کتابوں میں محمد رسول اللہ ﷺ کی جن بشارتوں اور صفات کا ذکر ہے وہ انہیں نہیں چھپاتے۔

(8)﴿اُولٰٓئِكَ لَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ﴾ ''یہی لوگ ہیں جن کا اجر ان کے رب کے پاس ہے بلاشبہ اللہ تعالیٰ بہت جلد حساب لینے والا ہے'' اہل کتاب میں سے جو ایمان رکھنے والے، اللہ تعالیٰ کے لئے خشوع کرنے والے اور اللہ تعالیٰ کی آیات کے بدلے تھوڑی قیمت نہیں خریدتے ان کا اجر ان کے رب کے پاس ہے، بلاشبہ اللہ تعالیٰ بہت جلد حساب لینے والا ہے۔

(9) اللہ تعالیٰ نے فرمایا:﴿اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِهٖ هُمْ بِهٖ يُؤْمِنُوْنَ (۵۲) وَاِذَا يُتْلٰى عَلَيْهِمْ قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِهٖٓ اِنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّنَآ اِنَّا كُنَّا مِنْ قَبْلِهٖ مُسْلِمِيْنَ (۵۳) اُولٰٓئِكَ يُؤْتَوْنَ اَجْرَهُمْ مَّرَّتَيْنِ بِمَا صَبَرُوْا وَيَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ (۵۴)﴾ ''جن لوگوں کو ہم نے اس سے پہلے کتاب دی ہے وہ اس پر ایمان لاتے ہیں۔ اور جب وہ انہیں پڑھ کر سنایا جاتا ہے تو وہ کہتے ہیں کہ ہم اس پر ایمان لائے ہیں، یقیناً ہمارے رب کی جناب سے وہ حق ہے، یقیناً ہم تو اس سے پہلے ہی فرماں بردار ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں کہ انہیں ان کا اجر دو مرتبہ دیا جائے گا اس کے بدلے جو انہوں نے صبر کیا، اور وہ برائی کو بھلائی سے دور کرتے ہیں۔ اور جو ہم نے انہیں رزق دیا ہے وہ اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔'' (القصص:52-54)

(10) سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''تین طرح کے آدمی ایسے ہیں جنہیں دوگنا ثواب

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ملتا ہے۔اول وہ شخص جس کی کوئی لونڈی ہو اور وہ اسے تعلیم دے اور اسے تعلیم دینے میں اچھا طریقہ اختیار کرے، اسے ادب سکھائے اور اس سے اچھے طریقے سے کام لے پھر اسے آزاد کر کے اس سے شادی کر لے تو اسے دہرا اجر ملے گا، دوسرا وہ مومن جو اہل کتاب میں سے ہو کہ پہلے (اپنے نبی پر) ایمان لایا تھا، پھر نبی ﷺ پر بھی ایمان لایا تو اسے بھی دہرا اجر ملے گا، تیسرا وہ غلام جو اپنے مالک کے حقوق کی بھی ادائیگی کرتا ہے اور اپنے آقا کے ساتھ بھی بھلائی کرتا ہے۔'' (بخاری:3011)

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا وَرَابِطُوْا ۟ وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ﴾

20 ع 11 11

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! صبر کرو اور مقابلے میں جمے رہو اور مورچوں میں ڈٹے رہو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ'' (200)

سوال 1: مومنوں کو دین پر صبر و استقامت کا جو حکم دیا گیا ہے، اس کی وضاحت ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ ... تُفْلِحُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا﴾ ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! صبر کرو'' اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو دین پر صبر واستقامت کا حکم دیا ہے کہ خواہ تنگی ہو یا آسانی، خوشی ہو یا رنج ہر حال میں اسلام پر جمے رہیں، کسی حال میں اسلام کو نہ چھوڑیں حتیٰ کہ اسلام ہی کی حالت میں فوت ہوں۔

(2) (i) سعید بن جبیر نے کہا: صبر سے مراد فرائض پر صبر ہے۔ (ابن ابی حاتم:847/3)

(ii) قتادہ نے کہا: اس سے مراد اللہ تعالیٰ کے حق پر صبر ہے، اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر صبر ہے۔ (جامع البیان:229/4)

(iii) اللہ تعالیٰ کی اطاعت اختیار کرنا صبر ہے۔ (iv) شہوتوں کو ترک کرنے میں اپنے نفس کو ثابت قدم رکھنا صبر ہے۔

(3) دعوت اسلامی کے میدان میں صبر کے مواقع یہ ہیں: (i) خواہشات پر صبر۔ (ii) لالچ اور حرص پر صبر۔

(iii) رغبتوں پر صبر۔ (iv) آرزوؤں پر صبر۔ (v) اپنی کمزوری اور نقص پر صبر۔ (vi) افسردگی پر صبر۔

(vii) نفس کی جلد بازی پر صبر۔ (viii) لوگوں کی خواہشات پر صبر۔ (ix) لوگوں کی کمزوری پر صبر۔

(x) لوگوں کی جہالت اور بری سوچ پر صبر۔ (xi) لوگوں کے مزاج بدلنے پر صبر۔ (xii) لوگوں کے غرور پر صبر۔

(xiii) لوگوں کی چال بازیوں پر صبر۔ (xiv) لوگوں کی جلد بازیوں پر صبر۔ (xv) باطل کے غرور پر صبر۔

(xvi) کفر کی گندگی پر صبر۔ (xvii) برائی کے پھلنے پھولنے پر صبر۔ (xviii) مددگاروں کی کمی پر صبر۔

(xix) کرب اور بے چینی میں شیطان کے ڈالے گئے وسوسوں پر صبر۔ (xx) غم اور تھکاوٹ پر صبر۔

(xxi) دل کی تنگی اور گھٹن پر صبر۔

(4) ﴿وَصَابِرُوْا﴾ ''اور مقابلے میں جمے رہو'' (i) جنگ کی شدتوں میں دشمن کے مقابلے میں ڈٹے رہنا۔ یہی مصابرۃ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہے۔(ii) مصابرت جنگ کی مصیبتوں پر صبر ہے۔(فتح القدیر:526/1)

(5)﴿وَصَابِرُوْا﴾ مقابلے میں صبر کرنے کا الگ ذکر اس لئے کیا گیا کہ یہ صبر کی سخت ترین صورت ہے۔

(6)﴿وَرَابِطُوْا﴾ ''اور مورچوں میں ڈٹے رہو'' قتادہ رحمہ اللہ نے کہا: اللہ تعالیٰ کے راستے میں مورچوں پر ڈٹے رہنا۔ (جامع البیان:229/4) اس سے مراد جنگ کے میدان میں ہر وقت چوکنا رہنا اور جہاد کے لئے تیار رہنا ہے۔ یہی مرابطہ ہے۔

(7) غزوۂ احد میں بعض مسلمانوں نے اس مورچے کو چھوڑ دیا جہاں رسول اللہ ﷺ نے ان کو متعین کیا تھا، چونکہ ان کی اس نافرمانی کی وجہ سے مسلمانوں کو شدید نقصان پہنچا تھا لہٰذا اللہ تعالیٰ نے آخر میں پھر اسی بات پر زور دیا کہ مورچوں پر جمے رہا کرو، آئندہ کبھی مورچوں کو نہ چھوڑنا۔ وہیں رہ کر دشمن کے حملے کو روکو۔ میدان جنگ اور اسلامی سرحدوں کی حفاظت کرو۔ (مجموع القرآن)

(8) مرابطہ سے مراد: اس مقام پر جمے رہنا جہاں سے دشمن کے آنے کا خطرہ ہو۔ نیز یہ کہ اہل ایمان دشمنوں سے ہوشیار رہیں اور ان کو اپنا مقصد حاصل نہ کرنے دیں۔ (تفسیر سعدی 466/1)

(9) ناگواری کے حالات میں مکمل وضو کرنے، مسجدوں میں زیادہ دور سے چل کر جانے اور نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار کرنے کو بھی رباط کہا گیا ہے۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کیا میں تمہیں ایسے اعمال نہ بتاؤں جن کے کرنے سے اللہ تعالیٰ گناہ مٹا دے اور درجات بلند فرما دے؟'' صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: ضرور، کیوں نہیں، یا رسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ نے فرمایا: ''گرانی اور ناگواری کے باوجود کامل طریقے سے وضو کرنا، مسجدوں کی طرف زیادہ قدم چلنا (یعنی دور سے آنا) اور ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار کرنا۔ پس یہ (اجر و ثواب میں) سرحد پر مورچہ زن رہنے (کی طرح ہی) ہے۔'' (مسلم:587)

(10) رباط کی بہت فضیلت ہے۔ سیدنا سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کے راستے میں ایک دن (سرحدوں پر) پہرا دینا دنیا اور جو کچھ دنیا میں موجود ہے اس سب سے بہتر ہے۔'' (صحیح بخاری:2892)

(11) سہل نے بیان کیا کہ میں نے آپ ﷺ کو یہ فرماتے سنا: ''جنت میں ایک کوڑے جتنی جگہ دنیا اور اس میں جو کچھ ہے سب سے بہتر ہے اور اللہ تعالیٰ کے راستے میں صبح کو یا شام کو تھوڑا سا چلنا بھی دنیا و مافیہا سے بہتر ہے۔'' (بخاری:6415)

(12) سیدنا فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ہر امت کے عمل کو ختم کر دیا جاتا ہے، سوائے اس کے جو اللہ تعالیٰ کے راستے میں پہرا دیتے ہوئے فوت ہوا، اس کا عمل قیامت تک بڑھتا رہتا ہے اور وہ قبر کے فتنے سے بھی محفوظ رہتا ہے۔'' (ابوداؤد:2500)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(13) سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کے راستے میں ایک دن اور ایک رات پہرا دینا ایک مہینے کے صیام وقیام سے بہتر ہے اور اگر اس حالت میں مجاہد فوت ہو گیا تو اس کا وہ عمل جاری رہے گا جو عمل وہ کیا کرتا تھا اور اس کے مطابق اس کا رزق بھی جاری رہے گا، نیز وہ آزمائش سے بھی محفوظ رہے گا۔'' (صحیح مسلم:4938)

(14) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: ''دو آنکھوں کو کبھی دوزخ کی آگ نہ چھوئے گی ایک وہ آنکھ جو اللہ تعالیٰ کے خوف سے روئی ہو۔ دوسری وہ آنکھ جس نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں پہرہ دیتے ہوئے رات کاٹی۔'' (ترمذی:1639)

(15) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''درہم و دینار اور چادر کا بندہ ہلاک ہو جائے کہ اگر اسے دیا جائے تو وہ خوش ہو جائے اور اگر نہ دیا جائے تو ناخوش ہو۔ (ایسا شخص) ہلاک ہو جائے اور سرنگوں ہو جائے اور اگر اس کو کانٹا چبھ جائے تو کوئی نہ نکالے۔ خوش خبری ہو اس بندے کو جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنے کے لیے اپنے گھوڑے کی لگام ہر وقت اپنے ہاتھ میں لیے رہے، اس کا سر غبار آلود ہو، اس کے دونوں پیر غبار آلود ہوں۔ اگر اس سے کہا جائے کہ پہرہ دے تو وہ پہرہ دے اور اگر لشکر کے پیچھے حفاظت کے لیے مقرر ہو تو لشکر کے پیچھے رہے۔ (غرض جو حکم ملے اس کی تعمیل کرے اور غریبی کی وجہ سے دنیا کے لوگوں میں اس کی قدر و منزلت بالکل نہ ہو حتیٰ کہ) اگر وہ (کسی کے پاس جانے کی) اجازت مانگے تو اسے اجازت نہ ملے اور اگر وہ (کسی کی) سفارش کرے تو اس کی سفارش نہ مانی جائے۔'' (بخاری:2887)

(16) آج کی صورت حال میں جبکہ جنگ محاذ سے زیادہ ذہنی اور قلبی سرزمین پر لڑی جا رہی ہے، سرحدوں پر ڈٹے رہنے سے مراد ہے کہ: (i) نظریاتی سرحدوں کے دفاع کے لیے ذرائع ابلاغ کی جنگ دشمن سے بھی زیادہ قوت سے لڑی جائے۔

(ii) اسلام کو اس کی اصل صورت کے ساتھ نئی نسلوں تک پہنچایا جائے۔

(iii) اسلام پر لگائے گئے الزامات کی حقیقت سے پوری دنیا کو آگاہ کیا جائے۔ (iv) جہاد جاری رکھا جائے۔

(17) ﴿وَاتَّقُوا اللّٰهَ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ سے ڈرجاؤ'' اور اللہ تعالیٰ سے ڈرجاؤ اور اس کی شریعت کی مخالفت نہ کرو۔ (فتح القدیر:527/1)

(18) سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ سے ڈرو جہاں کہیں بھی ہو۔'' (ترمذی:1987)

(19) ﴿لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ﴾ ''تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ'' اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ صرف صبر، صبر پر دوام اور دشمن سے ہوشیار رہنا ہی فلاح کا راستہ ہے۔ جس کسی نے فلاح پائی تو اسی راستہ پر چل کر فلاح پائی اور جو کوئی اس فلاح سے محروم ہوا تو ان تمام امور کو یا ان میں سے بعض کو ترک کر کے محروم ہوا۔ واللہ الموفق ولاحول ولاقوۃ الا باللہ (تیسیر سعدی:466/1)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اٰیَاتُهَا: 176 | سُوْرَةُ النِّسَآءِ مَدَنِيَّةٌ | رُكُوْعَاتُهَا: 24

سوال 1: سورہ النساء کب نازل ہوئی اور اس کی کتنی آیات اور کتنے رکوع ہیں؟

جواب: سورہ النساء مدینہ میں نازل ہوئی۔ اس میں 176 آیات اور 24 رکوع ہیں۔ یہ قرآن کریم میں چوتھے نمبر پر ہے اور نزولی ترتیب کے اعتبار سے 92 نمبر پر نازل ہوئی۔

سوال 2: سورہ النساء کی کیا فضیلت ہے؟

جواب: (1) سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: مجھے سورہ النساء کی پانچ آیات دنیا و مافیھا سے زیادہ محبوب ہیں:

(i) ﴿اِنْ تَجْتَنِبُوْا كَبَآىِٕرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ نُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَنُدْخِلْكُمْ مُّدْخَلًا كَرِيْمًا﴾ ''اگر تم اُن بڑے بڑے گناہوں سے بچ جاؤ جن سے تمہیں منع کیا گیا ہے تو ہم تمہاری چھوٹی برائیاں تم سے دور کر دیں گے اور تمہیں بڑی باعزت داخلے کی جگہ میں داخل کریں گے۔'' (النساء:31) (ii) ﴿اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ ۚ وَاِنْ تَكُ حَسَنَةً يُّضٰعِفْهَا وَيُؤْتِ مِنْ لَّدُنْهُ اَجْرًا عَظِيْمًا﴾ ''بلاشبہ اللہ تعالیٰ کسی پر ذرہ برابر بھی ظلم نہیں کرتا اور اگر ایک نیکی ہوئی تو اس کو دوگنا کر دے گا اور اپنے پاس سے بہت بڑا اجر عطا فرمائے گا۔'' (النساء:40) (iii) ﴿اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ﴾ ''بے شک اللہ تعالیٰ اس بات کو نہیں بخشے گا کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے اور جو اس کے علاوہ ہے وہ جس کے لیے چاہے گا بخش دے گا'' (النساء:48) (iv) ﴿وَمَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا اَوْ يَظْلِمْ نَفْسَهٗ ثُمَّ يَسْتَغْفِرِ اللّٰهَ يَجِدِ اللّٰهَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا﴾ ''اور جو شخص کوئی بُرائی کرے یا اپنی جان پر ظلم کرے، پھر اللہ تعالیٰ سے بخشش کی درخواست کرے وہ اللہ تعالیٰ کو بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا پائے گا۔'' (النساء:110) (v) ﴿وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَلَمْ يُفَرِّقُوْا بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ اُولٰٓئِكَ سَوْفَ يُؤْتِيْهِمْ اُجُوْرَهُمْ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا﴾ ''اور جو لوگ اللہ تعالیٰ پر اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے اور انہوں نے ان میں سے کسی ایک کے درمیان فرق نہ کیا، یہی لوگ ہیں انہیں جلد ہی اللہ تعالیٰ ان کے اجر سے نوازے گا اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔'' (النساء:152) (فتح القدیر:529/1)

(2) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جو قرآن مجید کی پہلی سات سورتیں یاد کرے وہ عالم ہے۔ (مسند احمد:24947)

(3) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اس امت کے لیے النساء کی آٹھ آیتیں ان تمام چیزوں سے جن پر سورج نکلتا اور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ڈوبتا ہے سے بہتر ہیں: (i)﴿يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُبَيِّنَ لَكُمْ وَيَهْدِيَكُمْ سُنَنَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَ يَتُوْبَ عَلَيْكُمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ﴾(النساء:26) (ii)﴿وَاللّٰهُ يُرِيْدُ اَنْ يَّتُوْبَ عَلَيْكُمْ ۖ وَيُرِيْدُ الَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الشَّهَوٰتِ اَنْ تَمِيْلُوْا مَيْلًا عَظِيْمًا﴾ (النساء:27) (iii)﴿يُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّخَفِّفَ عَنْكُمْ ۚ وَخُلِقَ الْاِنْسَانُ ضَعِيْفًا﴾ (النساء:28) (iv)﴿اِنْ تَجْتَنِبُوْا كَبَآئِرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ نُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَنُدْخِلْكُمْ مُّدْخَلًا كَرِيْمًا﴾ (النساء:31) (v)﴿اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ ۚ وَاِنْ تَكُ حَسَنَةً يُّضٰعِفْهَا وَيُؤْتِ مِنْ لَّدُنْهُ اَجْرًا عَظِيْمًا﴾ (النساء:40) (vi)﴿وَمَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا اَوْ يَظْلِمْ نَفْسَهٗ ثُمَّ يَسْتَغْفِرِ اللّٰهَ يَجِدِ اللّٰهَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا﴾(النساء:110) (vii)﴿اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ﴾(النساء:116,48) (viii)﴿وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَلَمْ يُفَرِّقُوْا بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ اُولٰٓئِكَ سَوْفَ يُؤْتِيْهِمْ اُجُوْرَهُمْ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا﴾(النساء:152)(بیہقی،شعب الایمان)

(4) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: مجھ سے سورہ النساء کے بارے میں پوچھو میں نے بچپن میں قرآن پڑھ لیا تھا۔(حاکم)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

﴿يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّنِسَآءً ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا﴾

”اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اور اسی سے اس کی بیوی پیدا کی اور اس نے ان دونوں سے بہت سے مرد اور عورتیں پھیلا دیئے اور اللہ تعالیٰ سے ڈر کر رہو جس کے واسطے سے تم ایک دوسرے سے سوال کرتے ہو اور رشتہ داری (کو بگاڑنے) سے بھی ڈرو بلاشبہ اللہ تعالیٰ تم پر ہمیشہ سے پورا نگہبان ہے“(1)

سوال 1: تقویٰ کے حکم کی وضاحت ﴿يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ ... وَّنِسَآءً﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1)﴿يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ﴾ ”اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو“ اس آیت میں تقویٰ کا حکم ہے خواہ مومن

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

ہو یا کافر۔ (2)﴿اتَّقُوْا رَبَّكُمُ﴾ ''اپنے رب سے ڈرو'' یعنی جس چیز کا اس نے حکم دیا اور جس چیز سے روکا اس کی مخالفت سے ڈریں۔ (تفسیر قاسمی:6/5)

(3)﴿خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ﴾ ''جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا'' ایک جان سے مراد سیدنا آدم علیہ السلام ہیں۔ (جامع البیان:233/4)

(4) اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو جس نے تمہیں عدم سے وجود عطا کیا اور تمہاری جود و کرم سے پرورش کی اور یاد کرو اس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا۔ (تفسیر مراغی:145/2)

(5)﴿وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا﴾ ''اور اسی سے اس کی بیوی پیدا کی'' یعنی سیدنا آدم علیہ السلام کے لیے سیدہ حوا علیہا السلام کو پیدا کیا گیا اور پھر ان سے نسل انسانی کو چلایا۔ رب العزت نے فرمایا:﴿وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا﴾ ''اور اس کی نشانیوں میں سے ہے کہ اس نے تمہارے لیے تمہاری جنس ہی سے بیویاں پیدا کیں۔'' (الروم:21)

(6) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''عورت کی تخلیق پسلی سے ہوئی ہے، یہ کسی طریقے سے بھی تمہارے لیے (مکمل) سیدھی نہیں ہوگی۔ پس اگر تم اس سے فائدہ اٹھانا چاہتے ہو تو اسی کجی کی حالت میں فائدہ اٹھاتے ہو۔ اگر تم اسے سیدھا کرنے لگو گے تو اسے توڑ ڈالو گے اور اس کا توڑ دینا اس کو طلاق دینا ہے۔'' (سلسلہ احادیث صحیحہ :1513)

(7) حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ لکھتے ہیں: جب آدم علیہ السلام سو گئے تو ان کے بائیں اور پچھلی پسلی سے حوا پیدا کی گئیں۔ بیدار ہو کر دیکھا تو وہ اچھی معلوم ہوئیں اور وہ ان سے مانوس ہو گئے اور وہ بھی ان سے مانوس ہو گئیں۔ (ابن کثیر:281/1)

(8) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: چونکہ عورت مرد سے پیدا ہوئی اس لیے اس کی رغبت مرد کی طرف ہوتی ہے اور مرد مٹی سے بنا ہے اس لیے اس کی رغبت زمین کی طرف ہوتی ہے اس لیے تم اپنی عورتوں کو روک کر رکھو۔ (ابن ابی حاتم)

(9)﴿وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّنِسَآءً﴾ ''اور اس نے ان دونوں سے بہت سے مرد اور عورتیں پھیلا دیے'' اللہ تعالیٰ نے آدم و حوا علیہما السلام سے تمام انسان پیدا کیے اور ساری زمین میں پھیلا دیے۔ اب انہیں لوٹ کر اللہ تعالیٰ کے پاس جانا ہے۔ جس نے انسانوں کو زمین میں پھیلایا وہی انہیں سمیٹ لے گا۔

سوال 2: ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا ہونے کی وجہ سے انسان پر کیا ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں؟

جواب: (1) ہر انسان دوسرے انسان کو اپنا سمجھے، انسانیت کا رشتہ قائم کرے۔

(2) تمام انسان ایک خاندان کی طرح رہیں۔ ایک دوسرے کے دکھ درد میں شریک، ایک دوسرے کو نفع پہنچانے والے، ایک دوسرے کے لیے خیر خواہ، ایک دوسرے کے ہمدرد، ایک دوسرے سے انصاف کرنے والے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(3)انسانیت کے اس خاندان میں زیادہ اہمیت قریبی رحم کے رشتوں کی ہے۔ان رشتوں کا خصوصی خیال رکھنا،صلہ رحمی کرنا، ضروریات کا خیال رکھنا،خدمت کرنا،جذباتی اور نفسیاتی اعتبار سے رشتوں کی حفاظت کرنا،مال لگا کر ان رشتوں کو جوڑنا،ان کو وقت دینا،ہمدردی اور خیر خواہی رکھنا،دکھ میں کام آنا اور خوشیوں میں شامل رہنا وغیرہ ضروری ہے۔

(4)ایسے تمام کاموں سے گریز کرے جن کی وجہ سے رشتے اور قرابت کے تعلقات خراب ہوتے ہوں۔

(5)اللہ تعالیٰ کی نگرانی کا مسلسل احساس رکھے۔

سوال3: تمام انسانوں کے درمیان ایک رشتہ ہے،ان کا ایک نسب ہے اس حقیقت کو پالینے سے انسانی معاشرے کی کون کون سی خرابیاں دور ہوسکتی ہیں؟

جواب:(1)اس حقیقت کو پالینے سے فرقہ بندیاں،ذات برادری کی پابندیاں اور رنگ ونسل کی حد بندیاں ختم ہوسکتی ہیں۔ یہ سارے اختلافات اس لیے ہیں کہ انسان نے دو باتیں بھلادی ہیں:(i)اپنا اصلی شجرۂ نسب۔

(ii)اللہ تعالیٰ کی نگرانی کا احساس۔

(2)اس حقیقت کو پالینے سے طبقاتی کشمکش ختم ہوسکتی ہے،وہ کشمکش جو مال کی بنیاد پر ہے جیسے سرمایہ دار اور مزدور کی کشمکش یا مخصوص خاندان میں پیدائش کی بنیاد پر ہے جیسے برہمن اور شودر کی کشمکش یا علاقے کی بنیاد پر ہے جیسے امریکی،یورپین اور دوسری ساری انسانیت کے مابین کشمکش یا زبان کی بنیاد پر ہے جیسے اردو،سندھی یا انگریزی بولنے والوں کے درمیان کشمکش ہے۔

(3)اگر انسان اس حقیقت کو پالے تو مرد اور عورت کے درمیان جو فرق رکھا گیا،جو تصورات قائم کئے گئے ان کی تلافی ہو سکتی ہے۔انسانوں نے عورت کو انسانی حقوق سے محروم رکھا۔کبھی اسے گناہوں کی گٹھڑی ثابت کیا گیا،کبھی تمام فتنہ وفساد کی جڑ قرار دیا گیا اور آج عورت کو شتر بے مہار بنادیا گیا ہے کہ وہ اپنی اصل حیثیت بھول گئی ہے۔

(4)مرد اور عورت دونوں علیحدہ وجود رکھنے کے باوجود مکمل شخصیات نہیں ہیں۔وہ جوڑا ہیں،ایک دوسرے کی تکمیل کرتے ہیں۔

(5)معاشرتی زندگی کا ابتدائی یونٹ خاندان ہے۔خاندان کی مضبوطی میں ہی انسانیت کی نجات ہے۔خاندان ٹوٹے گا تو انسان بکھر جائیں گے۔خاندانی نظام میں مرد اور عورت کی صلاحیتوں کا ادراک درست انداز میں نہیں کیا گیا جس کی وجہ سے معاشرہ تباہی کا شکار ہے۔اسلام نے مرد کو معاشی طور پر کفیل بنایا ہے اور عورت کو گھر اور بچوں کی پرورش اور تربیت کی ذمہ داری دی ہے۔آج عورت پر دوہری ذمہ داری کا بوجھ ڈالا گیا تو خاندان تباہی کا شکار ہے۔بچے بے راہ رو ہو رہے ہیں،رشتے ٹوٹ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

رہے ہیں، طلاقوں کی شرح بڑھ رہی ہے، خاندان ٹوٹ رہا ہے۔ اگر انسانیت اس حقیقت کا ادراک کر لے کہ مرد اور عورت کی صلاحیتیں مختلف ہیں لہٰذا ان کا دائرہ کار بھی مختلف ہونا چاہیے تو زندگی بھی اور خاندان بھی اپنی فطرت پر قائم ہو سکتا ہے۔

(6) انسانی رابطوں سے پہلے ایک اللہ تعالیٰ کا تعلق آتا ہے۔ اگر خاندان جو ایک مرد اور ایک عورت سے بنا ہے، اللہ تعالیٰ کے رابطے کو کاٹتا ہے تو آپس کا رابطہ بھی کمزور پڑ جاتا ہے۔ اس لیے رابطوں کی ترتیب کا ادراک ہونا چاہیے۔

سوال 4: تقویٰ اور صلہ رحمی کے حکم کی وضاحت ﴿وَاتَّقُوا اللّٰهَ ... رَقِيبًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِي تَسَآءَلُونَ بِهٖ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ سے ڈر کر رہو جس کے واسطے سے تم ایک دوسرے سے سوال کرتے ہو'' اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو جس کی قسمیں کھا کر عہد و پیمان کرتے ہو اور کسی صورت میں عہد نہ توڑو۔ (ابن کثیر: 289/1)

(2) ﴿تَسَآءَلُونَ بِهٖ﴾ یعنی تم اس سے حقوق طلب کرتے ہو۔ (قرطبی: 5/3)

(3) پس جو کوئی دوسرے کے لیے یہ چاہتا ہے تو کہتا ہے ''میں تجھ سے اللہ تعالیٰ کے نام پر سوال کرتا ہوں کہ تو فلاں کام کر'' کیونکہ وہ جانتا ہے کہ اس کے دل میں اللہ تعالیٰ کی عظمت جاگزیں ہے جو اس بات کی متقاضی ہے کہ وہ کسی ایسے شخص کو رد نہ کرے جو اللہ تعالیٰ کے نام پر سوال کرتا ہے جیسا کہ تم نے اس کی اس ذریعے سے تعظیم کی ہے، پس تمہیں چاہیے کہ تم اس کی عبادت کرو اور تقویٰ کے ذریعے سے اس کی تعظیم کرو۔ (تفسیر سعدی: 467/1)

(4) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً روایت ہے کہ جو کوئی اللہ تعالیٰ کے نام پر پناہ مانگے تو اسے پناہ دے دو اور جو اللہ تعالیٰ کے نام پر سوال کرے اسے عطا کر دو۔ (ابوداؤد: 5108)

(5) ﴿وَالْاَرْحَامَ﴾ سے مراد رشتہ داریاں ہیں جو رحم مادر کی بنیاد پر وجود میں آتی ہیں۔ اس میں محرم اور غیر محرم سب رشتے دار آ جاتے ہیں۔ ﴿وَالْاَرْحَامَ﴾ سے یہاں مراد یہ ہے کہ رشتہ داریاں توڑنے سے بچو۔

(6) اس سے مراد ہے کہ رشتہ داروں کے حقوق ضائع کرنے سے ڈرو۔ (منیر: 551/2)

(7) رب العزت نے فرمایا: ﴿فَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَالْمِسْكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ﴾ ''چنانچہ رشتے دار کو اور مسکین کو اور مسافر کو اس کا حق دے دو۔'' (الروم: 38) ﴿وَالَّذِيْنَ يَصِلُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ﴾ ''اور جو ان رشتوں کو ملاتے ہیں جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ انہیں ملایا جائے۔'' (الرعد: 21)

(8) نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''اپنے رشتہ داروں سے تعلق جوڑو۔'' (بخاری و مسلم)

(9) صلہ رحمی کی اہمیت کو آدمی کے دل میں بٹھانے کے لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے حق کے ساتھ ''رحم'' کے حق کو جوڑ دیا تاکہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

معلوم ہو کہ جس طرح اللہ تعالیٰ کے حقوق کی ادائیگی واجب ہے، اس طرح رشتہ داروں کے حقوق ادا کرنا بھی واجب ہے اور جو شخص رشتہ میں جتنا قریب ہوگا، اتنا ہی اس کے حق کی اہمیت بڑھتی جائے گی۔ (تیسیر الرحمٰن:235)

(10) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''رحم عرش سے معلق ہے، وہ کہتا ہے کہ جو مجھے جوڑے اللہ تعالیٰ اسے جوڑے اور جو مجھے کاٹے اللہ تعالیٰ اسے اپنی رحمت سے کاٹ دے۔'' (صحیح بخاری:5989)

(11) سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو چاہتا ہو کہ اس کے رزق میں فراخی ہو اور اس کی عمر دراز ہو تو وہ صلہ رحمی کیا کرے۔'' (صحیح بخاری:5986)

(12) سیدنا جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''رحم کو کاٹنے والا جنت میں داخل نہ ہوگا۔'' (صحیح بخاری:5984)

(13) جس طرح اللہ تعالیٰ کے حقوق کی ادائیگی واجب ہے اسی طرح رشتے داروں کے حقوق ادا کرنا بھی واجب ہے اور جو شخص رشتے میں جتنا قریب ہوگا اتنا ہی اس کے حق کی اہمیت بڑھتی جائے گی۔ (تیسیر الرحمٰن:235/1)

(14) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کسی کام کا بدلہ دینا صلہ رحمی نہیں ہے بلکہ صلہ رحمی کرنے والا وہ ہے کہ جب اس کے ساتھ صلہ رحمی کا معاملہ نہ کیا جا رہا ہو تب بھی وہ صلہ رحمی کرے۔'' (بخاری:5991)

(15) کچھ کام ایسے ہیں جن کی وجہ سے رشتے داروں سے تعلق متاثر ہوتا ہے مثلاً: (i) خود غرضی سے تعلق بگڑتا ہے۔ انسان اپنا مفاد چاہے اور دوسروں کی پرواہ نہ کرے۔ (ii) توقعات رکھنے سے کہ کوئی ہمارا کھانا کرے، کوئی فون کرے، کوئی گھر بلائے، کوئی تحائف دے، کوئی خوشی اور غم کا خیال رکھے۔ (iii) خود اپنی ذمہ داریاں محسوس نہ کرنے سے۔

(iv) لاپرواہی کا مظاہرہ کرنے سے۔ (v) غلط تذکرے مثلاً غیبتیں کرنے سے تعلق بگڑتا ہے۔

(vi) گلے شکوے کرنے سے مثلاً جب کبھی کوئی دوسرا care کرے، ملاقات کے لیے آئے تو یہ کہنا کہ آپ کو کیسے ہمارا خیال آ گیا؟ آنے والے کے ذہن میں یہ بات آ سکتی ہے کہ جب آؤں میں ہی آؤں اور ہر دفعہ ان سے یہی بات سنوں۔

(16) ﴿إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيبًا﴾ ''بلاشبہ اللہ تعالیٰ تم پر ہمیشہ سے پورا نگہبان ہے'' اللہ تعالیٰ سب کے احوال و اعمال کی نگرانی کرنے والا ہے۔ الرقیب کے معنوں میں حفاظت اور علم آتے ہیں۔ (الاساس فی التفسیر:985/2)

(17) اللہ تعالیٰ انسان کے تمام احوال و اعمال سے واقف ہے، اس سے ایک ذرہ بھی پوشیدہ نہیں ہے۔ اس لیے آدمی کو چاہئے کہ وہ اپنی زندگی اس طرح گزارے کہ اس کے دل و دماغ میں یہ بات ثبت ہو کہ اللہ تعالیٰ مجھے دیکھ رہا ہے اور میرے تمام اعمال اس کی نگاہ میں ہیں۔ (تیسیر الرحمٰن:235/1)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(18) رقیب کے مراقبہ کا ہر وقت خیال رکھیں۔ وہ ہر وقت دیکھ رہا ہے جیسا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ﴿أَنْ تَعْبُدَ اللهَ كَأَنَّكَ تَرَاهُ، فَإِنْ لَّمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَإِنَّهُ يَرَاكَ﴾ ''تم اللہ تعالیٰ کی عبادت ایسے کرو گویا کہ اسے دیکھتے ہو اور اگر تم اسے نہ دیکھ پاؤ تو وہ تو تمہیں دیکھتا ہے۔'' (صحیح بخاری:51)

سوال 5: اللہ تعالیٰ نے اپنے رقیب ہونے کا شعور کیسے دلایا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے اپنے رب ہونے سے، تمام انسانوں کو ایک جان سے پیدا کرنے سے، انسانوں کے جوڑے بنانے اور مردوں اور عورتوں کو پھیلانے سے اپنے رقیب یعنی نگران ہونے کا شعور دلایا ہے کہ دیکھو جس نے پیدا کیا وہ پیدائش کے عمل پر نگران تھا۔ جس نے جوڑا بنایا وہ اس عمل پر نگران تھا۔ جس نے رشتے داریاں بنائیں وہ رشتوں کے بننے پر نگران تھا۔ اب جب کہ رشتے داریاں وجود میں آ گئیں، کیا وہ تمہارے رشتے جوڑنے یا توڑنے پر نگران نہ ہوگا؟

سوال 6: اس آیت کی کیا فضیلت ہے؟

جواب: (1) سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں نبی اکرم ﷺ نے ہمیں درج ذیل خطبہ حاجت سکھایا: ﴿إِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ، نَسْتَعِيْنُهُ وَنَسْتَغْفِرُهُ وَنَعُوْذُ بِهِ، مِنْ شُرُوْرِ أَنْفُسِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللهُ فَلَا مُضِلَّ لَهُ، وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَا هَادِيَ لَهُ، وَأَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُوْلُهُ﴾ ''بے شک حمد اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے۔ ہم اسی سے مدد طلب کرتے ہیں، اسی سے مغفرت چاہتے ہیں، اپنے نفس کی برائیوں سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتے ہیں۔ جسے اللہ تعالیٰ ہدایت دے اسے کوئی گمراہ کرنے والا نہیں اور جسے وہ گمراہ کرے اسے کوئی ہدایت دینے والا نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی الٰہ نہیں، محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں۔'' ﴿يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّنِسَآءً ۚ وَاتَّقُوا اللهَ الَّذِيْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ ۭ اِنَّ اللهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا﴾ ''اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اور اسی سے اس کی بیوی پیدا کی اور اس نے ان دونوں سے بہت سے مرد اور عورتیں پھیلا دیئے اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو جس کے واسطے سے تم ایک دوسرے سے سوال کرتے ہو اور رشتہ داری (کو بگاڑنے) سے بھی ڈرو بلاشبہ اللہ تعالیٰ تم پر ہمیشہ سے پورا نگہبان ہے۔'' (النساء:1) ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ﴾ ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ تعالیٰ سے ڈرجاؤ جیسا کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے اور تمہیں ہرگز موت نہ آئے مگر اسی حال میں کہ تم مسلمان ہو۔'' (آل عمران:102) ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللهَ وَقُوْلُوْا قَوْلًا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سَدِيْدًا (۷۰) يُّصْلِحْ لَكُمْ اَعْمَالَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ۭ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا (۷۱)﴾ ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ تعالیٰ سے ڈرجاؤ اور سیدھی بات کہو۔ وہ تمہارے لئے تمہارے اعمال درست کر دے گا اور تمہارے لئے تمہارے گناہوں کو معاف کر دے گا۔ اور جو کوئی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے تو یقیناً اس نے کامیابی حاصل کر لی، بہت بڑی کامیابی۔'' (الاحزاب:71,70)(سنن ابوداؤد:1860)

(2) جب مضری (محتاج وعریاں) صرف چادروں میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے تو آپ ﷺ نے ظہر کی نماز ادا کی اور یہی آیت (النساء:1) اور سورہ الحشر کی آیت (18): ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ﴾ ''اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ڈرجاؤ اور ہر شخص کو دیکھنا چاہیے کہ اس نے کل کے لیے کیا آگے بھیجا ہے'' پڑھ کر خطبہ ارشاد فرمایا پھر آپ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو صدقات و خیرات کا شوق دلایا پھر انہیں کسی نے دینار دیئے، کسی نے درہم، کسی نے گیہوں کے صاع دیئے اور کسی نے کھجوروں کے۔ (مسلم:1017)

﴿وَاٰتُوا الْيَتٰمٰٓى اَمْوَالَهُمْ وَلَا تَتَبَدَّلُوا الْخَبِيْثَ بِالطَّيِّبِ ۠ وَلَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَهُمْ اِلٰٓى اَمْوَالِكُمْ ۭ اِنَّهٗ كَانَ حُوْبًا كَبِيْرًا﴾

''اور یتیموں کو ان کے مال دے دو اور ناپاک کو پاک سے نہ بدلو اور ان کے مالوں کو اپنے مالوں کے ساتھ ملا کر نہ کھاؤ، یقیناً وہ ہمیشہ سے بہت ہی بڑا گناہ ہے'' (2)

سوال 1: اس آیت کا شان نزول کیا ہے؟

جواب: سعید بن جبیر رحمہ اللہ کا قول ہے: غطفان کے ایک شخص کے پاس اس کے بھتیجے کا کثیر مال تھا۔ جب یتیم بالغ ہوا تو اس نے اپنے مال کا مطالبہ کیا۔ اس کے چچا نے انکار کر دیا تو وہ جھگڑا نبی ﷺ کے پاس لے گئے۔ اس وقت یہ آیت نازل ہوئی: ﴿وَاٰتُوا الْيَتٰمٰٓى اَمْوَالَهُمْ﴾ (ابن ابی حاتم:854/3)

سوال 2: یتیموں کے اولیاء کو جو حکم دیا گیا ہے، اس کی وضاحت ﴿وَاٰتُوا الْيَتٰمٰٓى ... كَبِيْرًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاٰتُوا الْيَتٰمٰٓى اَمْوَالَهُمْ﴾ ''اور یتیموں کو ان کے مال دے دو'' اللہ تعالیٰ نے یتیموں کے اولیاء کو حکم دیا ہے کہ یتیم جب بالغ ہو جائیں تو کمی اور خیانت کے بغیر انہیں ان کا پورا پورا مال دے دو۔ یتیموں کا مال اپنے مال میں ملانے کی کوشش نہ کرو۔ حلال روزی کے ساتھ حرام کو نہ ملا دو۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(2) یتیم ہر اس آدمی کو کہتے ہیں جس کا باپ وفات پا چکا ہو لیکن شرعی اصطلاح میں یہ لفظ اس بچے کے لیے خاص ہو گیا ہے جس کے سن بلوغت کو پہنچنے سے پہلے اس کا باپ مر گیا ہو۔

(3) ابوداؤد نے سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بلوغت کے بعد یتیمی باقی نہیں رہتی۔'' (تیسیر الرحمن:235/1)

(4) آیت میں ''یتیموں'' سے مراد وہ نوجوان ہیں جو ابھی ابھی سن بلوغت کو پہنچے ہوں اور ان پر ہوش مندی کے آثار ظاہر ہو چکے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے اولیاء اور اوصیاء کو حکم دیا ہے کہ ان کا مال انہیں دینے میں ٹال مٹول نہ کریں۔ (تیسیر الرحمن:236/1)

(5) ﴿وَلَا تَتَبَدَّلُوا الْخَبِيثَ بِالطَّيِّبِ﴾ ''اور ناپاک کو پاک سے نہ بدلو'' دور جاہلیت میں یتیموں کا مال لینے میں لوگ حرج نہیں سمجھتے تھے۔ وہ طیب مال لے لیتے تھے اور ردی چھوڑ دیتے تھے یعنی ان کا تبادلہ کر لیتے تھے اور کہتے تھے نام کی جگہ نام، راس کی جگہ راس تو اللہ تعالیٰ نے انہیں اس عمل سے روک دیا۔ (تفسیر قرطبی:9/3)

(6) حرام خبیث ہے اور حلال طیب ہے۔ (ایسر التفاسیر:239,238)

(7) یتیم کے اچھے مال کے بدلے میں برا مال ایسے دیا جاتا ہے کہ

اپنے لئے	یتیم کے لئے
اچھی زمین	کم درجے کی زمین
اچھے جانور	کم درجے کے جانور
اچھی گاڑی	کم درجے کی گاڑی
اچھا گھر	کم درجے کا گھر
اچھا بزنس	کم درجے کا بزنس

(8) ﴿وَلَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَهُمْ إِلَىٰ أَمْوَالِكُمْ﴾ ''اور ان کے مالوں کو اپنے مالوں کے ساتھ ملا کر نہ کھاؤ'' یتیم کا مال اپنے مال کے ساتھ ملا کر ایسے کھایا جاتا ہے کہ بزنس اکٹھا کیا، خود نفع لے لیا اور اس کے حصے میں نقصان ڈال دیا۔

(9) مجاہد رحمہ اللہ کا قول ہے کہ تم ان کے اور اپنے مال اکٹھے نہ کرو کہ سب ہی کچھ کھا جاؤ۔ (جامع البیان:240/4)

(10) اس آیت کریمہ میں یتیم کی سرپرستی کی دلیل ہے کیونکہ یتیم کو اس کا مال حوالے کرنے والے کی سرپرستی ثابت ہوتی ہے۔ اس میں اس بات کا بھی حکم ہے کہ یتیم کے مال کی اصلاح کی جائے کیونکہ یتیم کو اس کا پورا مال حوالے کرنے کے حکم

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

میں ازخود یہ بات آجاتی ہے کہ اس مال کی حفاظت کی جائے اور اس کی اصلاح اور نشوونما کا انتظام کیا جائے اور اس کو تلف ہونے کے خطرات سے بچایا جائے۔ (تفسیر سعدی:1/469)

(11) سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میں اور یتیم کی کفالت کرنے والا جنت میں یوں ہوں گے اور آپ ﷺ نے اپنی شہادت کی انگلی اور درمیانی انگلی کو باہم ملایا۔'' (بخاری:6005)

(12) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''مسلمانوں کے گھروں میں سب سے بہتر گھر وہ ہے جس میں کوئی یتیم ہو اور اس کے ساتھ اچھا سلوک کیا جاتا ہو اور مسلمانوں کا سب سے بدتر گھر وہ ہے جس میں کوئی یتیم ہو اور اس کے ساتھ برا سلوک کیا جاتا ہو۔'' (ابن ماجہ:3679)

(13) ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول ﷺ نے فرمایا: ''اے اللہ! میں دو کمزوروں ایک یتیم اور ایک عورت کا حق مارنے کو حرام قرار دیتا ہوں۔'' (ابن ماجہ:3678)

(14) ﴿اِنَّهٗ كَانَ حُوْبًا كَبِيْرًا﴾ ''یقیناوہ ہمیشہ سے بہت ہی بڑا گناہ ہے'' حوب سے مراد گناہ ہے۔ ایک دعا میں ہے: ﴿اَللّٰهُمَّ رَبَّ الطَّيِّبِيْنَ اغْفِرْ لَنَا حُوْبَنَا وَذُنُوْبَنَا وَخَطَايَانَا﴾ ''اے اللہ! پاک لوگوں کے رب ہمارے گناہ اور ہماری خطائیں معاف فرمادے۔'' (مسند احمد:23839)

(15) دور جاہلیت میں عرب یتیموں کے مال کو اپنے مال میں ملا لیتے تھے تاکہ معاشی حالات بہتر ہو جائیں۔ اللہ تعالیٰ نے تنبیہ کی ہے کہ یہ بہت بڑا گناہ ہے۔

(16) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''سات ہلاکت میں ڈالنے والی چیزوں سے بچو۔'' عرض کیا گیا: اے اللہ کے رسول ﷺ وہ سات ہلاکت میں ڈال دینے والی چیزیں کون سی ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانا، جادو کرنا، کسی نفس کا قتل کرنا جسے اللہ تعالیٰ نے حرام کیا سوائے حق کے اور یتیم کا مال کھانا، سود کھانا، جہاد میں دشمن کے مقابلہ سے بھاگنا اور پاک دامن عورتوں پر بدکاری کی تہمت لگانا۔'' (صحیح مسلم:262)

سوال 3: یتیموں کے معاملے میں امتحان کہاں کہاں ہوتا ہے؟

جواب: (1) یتیم کا مال انہیں نہ دینا۔ (2) ان کے اچھے مال کے بدلے میں برا مال دے دینا۔

(3) یتیم لڑکیوں کے نکاح نہ ہونے دینا کہ کہیں ان کا مال کسی اور کے پاس نہ چلا جائے۔

(4) یتیموں کی آزمائش کئے بغیر ان کے مال انہیں دے دینا۔ قبل از وقت دے دینے سے مال کے ضائع ہونے کا اندیشہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہوتا ہے۔(5)یتیموں کا مال اپنے مال کے ساتھ ملا کر کھا جانا۔(6)یتیم کے ساتھ سختی کا برتاؤ کرنا۔

(7)یتیم اگر مال دار نہ ہو تو سلوک کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے نہ ڈرنا۔

﴿وَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تُقْسِطُوْا فِي الْيَتٰمٰى فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰى

''اور اگر تمہیں ڈر ہو کہ یتیموں کے حق میں انصاف نہ کر سکو گے تو دوسری عورتوں میں سے جو تمہیں پسند آئیں دو دو اور تین تین

وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ ۚ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً اَوْ مَا مَلَكَتْ

اور چار چار کے ساتھ نکاح کرو، سو اگر تم ڈرو کہ تم عدل نہ کر سکو گے تو ایک ہی سے نکاح کرو یا وہ جن کے تمہارے دائیں ہاتھ

اَيْمَانُكُمْ ۭ ذٰلِكَ اَدْنٰٓى اَلَّا تَعُوْلُوْا﴾

مالک ہوں (لونڈیاں)، یہ زیادہ قریب ہے کہ تم انصاف سے نہ ہٹو''(3)

سوال 1: اس آیت کا شان نزول کیا ہے؟

جواب: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ ایک آدمی کی پرورش میں ایک یتیم لڑکی تھی پھر اس نے اس سے نکاح کر لیا۔ اس یتیم لڑکی کی ملکیت میں کھجور کا ایک باغ تھا۔ اسی باغ کی وجہ سے یہ شخص اس کی پرورش کرتا رہا حالانکہ دل میں اس سے کوئی خاص لگاؤ نہ تھا۔ اس سلسلے میں یہ آیت اتری کہ ''اگر تمہیں اندیشہ ہو کہ تم یتیموں کے حق میں انصاف نہ کر سکو گے'' ہشام بن یوسف نے کہا: میں سمجھتا ہوں ابن جریج نے یوں کہا کہ یہ لڑکی اس درخت اور دوسرے مال اسباب میں اس مرد کی حصہ دار تھی۔ (صحیح بخاری:4573)

سوال 2: کم مہر دے کر یتیم لڑکیوں سے نکاح نہ کیا جائے، اس حکم کی وضاحت ﴿وَاِنْ... النِّسَآءِ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1)اولیاء کو حکم دیا گیا ہے: ﴿وَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تُقْسِطُوْا فِي الْيَتٰمٰى فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ﴾ ''اور اگر تمہیں ڈر ہو کہ یتیموں کے حق میں انصاف نہ کر سکو گے تو دوسری عورتوں میں سے جو تمہیں پسند آئیں'' یعنی اے یتیم بچیوں کے اولیاء! اگر تمہیں ڈر ہو کہ ان یتیم بچیوں کے ساتھ نکاح کر کے ان کے ساتھ انصاف کا معاملہ نہ کر سکو گے یا تو مہر کم کر دو گے یا ان کے ساتھ اچھا برتاؤ نہ کرو گے تو ان کے علاوہ غیر رشتے دار لڑکیوں سے شادی کر لو۔ (تیسیر الرحمٰن:236/1)

(2)سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما اور ابن جبیر رحمہ اللہ نے کہا: جس طرح یہ کہا کہ اگر تم ڈرو کہ یتیموں کے معاملے میں انصاف نہ کر

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

سکواسی طرح یہ کہا: اگرتم عورتوں کے معاملے میں ڈرو۔ وہ لوگ یتیموں کے بارے میں حرج محسوس کرتے تھے اور عورتوں کے بارے میں نہیں کرتے تھے۔ (تفسیر قرطبی:10/3)

(3) اگر کسی کے پاس یتیم بچی ہو اور وہ اس سے نکاح کرنا چاہے مگر اسے پورا مہر نہ دے تو ایسی صورت میں اس سے نکاح کرنے کو منع کر دیا گیا ہے اور یہ حکم دیا گیا ہے کہ اپنی پسند کی دوسری عورت سے نکاح کر لو۔

(4) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں، اس آیت کے اترنے کے بعد صحابہ رضی اللہ عنہم نے اس سلسلے میں نبی ﷺ سے فتویٰ پوچھا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت ﴿وَيَسْتَفْتُوْنَكَ فِي النِّسَآءِ﴾ (النساء:127) اتاری۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا ﴿وَتَرْغَبُوْنَ اَنْ تَنْكِحُوْهُنَّ﴾ (النساء:127) سے بے مال وغیر جمال والی یتیمہ سے بے رغبتی مراد ہے۔ اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو منع کر دیا کہ وہ اس یتیمہ سے بھی نکاح نہ کریں جس کی طرف وہ اس کے مال اور جمال کی وجہ سے راغب ہیں جب تک کہ مہر میں انصاف کو مدنظر نہ رکھیں کیونکہ جب بے مال وغیر جمال والی یتیمہ سے بے رغبتی کرتے ہیں تو مال و جمال والی کو بھی چھوڑ دیں اور دیگر جس عورت سے چاہیں شادی کر لیں۔ (مختصر ابن کثیر:291/1)

(5) سیدنا عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا کہ اس آیت ''اگر تم یتیموں کے ساتھ بے انصافی کرنے سے ڈرتے ہو'' کا مفہوم کیا ہے؟ تو انہوں نے فرمایا: بھانجے! یہ یتیم بچی وہ تھی جو اپنے ولی کی تحویل میں ہوتی تھی۔ یہ ولی کے ساتھ مال میں شریک ہوتی تھی۔ اسے اس کے مال اور اس کی خوب صورتی میں دل چسپی ہوتی تھی۔ اس طرح اس کا ولی یہ چاہتا تھا کہ اس کے ساتھ نکاح کر لے بغیر اس کے کہ اسے مہر ادا کرے اور اسے وہ حقوق دے جو اسے دوسرے دلچسپی رکھنے والے دینے کے لیے تیار ہوتے تھے۔ چنانچہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ان اولیاء کو یہ حکم دیا کہ ان کے زیر کفالت یتیموں سے صرف اس صورت ہی میں نکاح کر سکتے ہیں جب ان کے ساتھ عدل کر سکیں۔ ان کو ان کے معیار کے مطابق مہر ادا کر سکیں۔ اگر وہ نہیں کر سکتے تو وہ دوسری عورتوں سے نکاح کر لیں۔ (بخاری:4574)

سوال 3: بیک وقت چار عورتوں سے شادی کی اجازت کے حکم کو ﴿مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ﴾ کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب: (1) ﴿مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ﴾ ''دو دو اور تین تین اور چار چار کے ساتھ نکاح کرو'' یعنی ان یتیم لڑکیوں کے سوا جن عورتوں سے چاہو شادی کر لو اگر تم میں سے کوئی چاہے تو وہ دو دو عورتوں سے اور اگر چاہے تو تین تین سے یا اگر چاہے تو چار چار عورتوں سے نکاح کر لے۔ (المصباح المنیر:42/2)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(2)لوگوں نے کہا کہ آیت میں ﴿مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ﴾ سے مراد دو دو، تین تین اور چار چار ہیں۔اہل عرب رباع سے آگے اس وزن سے تجاوز نہیں کرتے۔(بخاری کتاب التفسیر)(3)اسلام کے احکام فطرت انسانیہ کے موافق ہیں۔انسانی خواہشوں کو اسلام نے ختم نہیں فرمایا بلکہ ان کی حدود مقرر فرمادی ہیں۔(انوار البیان:617/1)

(4)اس آیت کریمہ سے ثابت ہوتا ہے کہ مومن نکاح میں چار عورتوں سے زیادہ کو جمع نہیں کرسکتا۔نبی ﷺ کے علاوہ کسی کو ایک وقت میں چار سے زیادہ عورتوں کو جمع کرنا جائز نہیں۔

(5)نکاح کے لیے بہترین صفت دین ہے جیسا کہ نبی ﷺ نے فرمایا:''عورت سے چار صفات کی بناء پر نکاح کیا جاتا ہے، اس کے مال، اس کے حسن وجمال،اس کے حسب ونسب اوراس کے دین کی وجہ سے،تیرے ہاتھ خاک آلود ہوں،تم دین دار عورت سے نکاح کرنے کی کوشش کرو۔''(بخاری:5090)

(6)اس آیت کریمہ سے ثابت ہوتا ہے کہ انسان کے لیے مناسب یہ ہے کہ وہ نکاح سے قبل عورت کو منتخب کرلے بلکہ شارع نے تو یہاں تک مباح کیا ہے کہ انسان جس عورت سے نکاح کرنا چاہتا ہے اسے ایک نظر دیکھ لے تاکہ یہ نکاح بصیرت کی بنیاد پر ہو۔(تفسیر سعدی:469/1)

(7)علمائے امت نے چار سے زیادہ کی حرمت پر غیلان ثقفی کے واقعہ سے استدلال کیا ہے جن کے پاس دس بیویاں تھیں۔جب اسلام لائے تو اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے ان سے کہا کہ چار کے علاوہ باقی کو طلاق دے دو۔اس حدیث کو ابن عمر رضی اللہ عنہما سے احمد،ترمذی،ابن ماجہ،دارقطنی اور ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے اور علامہ البانی رحمہ اللہ نے اس کی تصحیح کی ہے۔دوسرا واقعہ نوفل بن معاویہ رضی اللہ عنہ کا ہے جن کے پاس اسلام لانے کے وقت پانچ بیویاں تھیں۔رسول اللہ ﷺ نے ان سے کہا کہ چار کو رکھ لو اور ایک کو چھوڑ دو۔اسے امام شافعی رحمہ اللہ نے اپنی مسند میں روایت کیا ہے۔تیسرا واقعہ قیس بن حارث اسدی کا ہے جن کے پاس آٹھ بیویاں تھیں۔رسول اللہ ﷺ نے ان سے کہا کہ چار کو رکھ لو اور باقی کو چھوڑ دو۔اسے ابن ماجہ نے روایت کیا ہے اور علامہ البانی رحمہ اللہ نے اس کی تصحیح کی ہے۔چوتھا واقعہ غیلان اسدی کا ہے جن کے پاس بھی آٹھ بیویاں تھیں۔رسول اللہ ﷺ نے ان سے کہا کہ ان میں سے چار کو چن لو۔اسے ابوداؤد اور ابن ماجہ نے روایت کیا ہے اور علامہ البانی رحمہ اللہ نے صحیح ابن ماجہ میں اس کی تصحیح کی ہے۔امت کا اجماع اسی پر ہے کہ چار سے زیادہ بیویاں رکھنا امت کے کسی فرد کے لیے جائز نہیں۔یہ چیز رسول اللہ ﷺ کے ساتھ خاص تھی۔یہاں امر کا صیغہ استعمال کیا گیا ہے جو بظاہر وجوب پر دلالت کرتا ہے لیکن صیغۂ امر کے بعد اللہ تعالیٰ نے ﴿مَا طَابَ﴾ کا لفظ استعمال کیا ہے جس

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سے معلوم ہوا کہ یہاں امر وجوب کے لیے نہیں ہے لیکن اس میں کوئی شبہ نہیں ہے کہ ایک سے زیادہ بیویاں رکھنا حلال ہے۔ نبی ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس پر عمل کیا اور آج تک ہر دور میں مسلمان اس کے قائل رہے ہیں اور اس کے مطابق عمل کرتے رہے ہیں۔ (تیسیر الرحمٰن:237/1)

سوال 4: اسلام نے ایک سے زائد بیویوں کی اجازت کیوں دی ہے؟

جواب: اسلامی نظام زندگی انسانوں کی سہولت کے لیے بنایا گیا ہے۔ یہ نظام قابل عمل ہے۔ انسانی فطرت کے عین مطابق ہے۔ ایک پہلو: انسانی معاشروں میں ایسے حالات پیدا ہو جاتے ہیں جن میں شادی کے قابل مردوں کی تعداد عورتوں کی تعداد کی نسبت کم ہو جاتی ہے۔ اس تعداد کی زیادہ سے زیادہ نسبت 1:4 رہی ہے۔ دوسرا پہلو: اگر کسی کی بیوی بانجھ ہو تو دوسری شادی کی ضرورت پیدا ہو جاتی ہے۔ تیسرا پہلو: مرد میں بچے پیدا کرنے کی صلاحیت ستر سال یا اس کے آگے کی عمر تک بھی پائی جاتی ہے جب کہ عورت میں یہ صلاحیت تقریباً 50 سال کے لگ بھگ ختم ہو جاتی ہے اس طرح تقریباً 20 ایسے سال آ جاتے ہیں جس میں مرد فطری وظائف پورے کر سکتا ہے جب کہ عورت پورے نہیں کر سکتی۔ ایسی صورت حال میں دوسری شادی کی ضرورت پیدا ہو جاتی ہے۔

سوال 5: تعدد ازواج (ایک سے زائد بیویوں) کے فائدے کیا ہیں؟

جواب: (1) عدل کی شرط کے ساتھ خاندانی زندگی کو افراتفری سے بچا لیا گیا۔ (2) عورت کی عزت کو محفوظ کیا گیا۔

(3) عورت کو ایسے مواقع سے بچا لیا گیا جس کی وجہ سے اس کے ساتھ توہین آمیز سلوک ہو۔

(4) عورت کو ظلم سے بچا لیا گیا۔

سوال 6: اگر متعدد عورتوں میں انصاف قائم نہ رکھنے کا ڈر ہو تو ایسی صورت میں کیا کرنا چاہئے، اس کی وضاحت ﴿فَاِنْ خِفْتُمْ ... تَعُوْلُوْا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ﴾ ''سو اگر تم ڈرو کہ تم عدل نہ کر سکو گے تو ایک ہی سے نکاح کرو یا وہ جن کے تمہارے دائیں ہاتھ مالک ہوں (لونڈیاں)'' اگر متعدد عورتوں میں مساوات قائم نہ رکھنے کا ڈر ہو تو ایک ہی عورت یا لونڈی ہی کافی ہے خواہ متعدد لونڈیاں ہوں کیونکہ لونڈیوں کی تقسیم مستحب ہے، واجب نہیں۔ (مختصر ابن کثیر:291/1)

(2) ایک ہی عورت کو نکاح میں رکھنے میں عافیت ہے کیونکہ ایک سے زیادہ بیویاں رکھنے کی وجہ سے انصاف کرنا مشکل ہو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جاتا ہے۔

(3) یہ ایسی شرط ہے جس کا تعلق ہر آدمی کے دل سے ہے۔ اگر شادی کرنے والا جانتا ہے کہ وہ انصاف نہیں کر سکے گا تو بہتر یہی ہے کہ ایک بیوی رکھے، اس کا تعلق تشریع اور قانون سازی سے نہیں ہے۔ (تیسیر الرحمٰن: 237/1)

(4) یہاں عدل سے مراد بیویوں کے درمیان انصاف ہے۔ اس عدل کی ضرورت ہر مقام پر پڑتی ہے مثلاً: (i) معاملات میں عدل۔ (ii) خرچ میں عدل۔ (iii) ازدواجی تعلق میں عدل۔ (iv) حسن معاشرت میں عدل۔

(5) اسلام نے دلی احساسات اور انسانی نفس کے اندر پائے جانے والے گہرے میلان میں عدل کے معاملے میں آسانی کی گنجائش رکھی ہے کیونکہ یہ انسان کے کنٹرول سے باہر ہے۔

(6) اگر کوئی شخص اپنے بارے میں ڈرتا ہے کہ وہ انصاف نہ کر سکے گا تو ایک ہی بیوی پر اکتفا کرنا بہتر ہے لیکن اس آیت سے یہ بات ہرگز سمجھ نہیں آتی کہ ایک سے زائد بیویاں صرف ناگزیر حالت میں ہی رکھنی چاہئیں اور بغیر ناگزیر حالت کے ایسا کرنا نامناسب اور خطرناک ہے جیسا کہ بعض لوگوں کا خیال ہے۔ یہ ایسی تفسیر ہے جس کی یہ آیت متحمل نہیں ہے اور نبی ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے کسی قول و فعل سے یہ بات مترشح نہیں ہوتی کہ صرف ناگزیر ضرورت کے پیش نظر ہی دوسری بیوی رکھنی جائز ہے۔ (تیسیر الرحمن)

(7) ﴿ذٰلِكَ اَدْنٰۤى اَلَّا تَعُوْلُوْا﴾ ''یہ زیادہ قریب ہے کہ تم انصاف سے نہ ہٹو'' ﴿اَلَّا تَعُوْلُوْا﴾ سے مراد لاتمیلوا اور لا تجوروا ہے یعنی کسی ایک کی طرف نہ جھکو۔ (تیسیر الرحمن: 237/1)

(8) یعنی ایک پر اکتفا کرنا یا لونڈیوں سے کام چلا لینا اس اعتبار سے زیادہ مناسب ہے کہ تم سے ناانصافی کا ارتکاب نہ ہوگا۔

سوال 7: خاندان میں عدل کے قیام کے لیے اسلام نے خاص طور پر کوشش کی، اس میں کیا حکمت ہے؟

جواب: (1) خاندان میں عدل و انصاف دوسری جگہوں پر انصاف کے مقابلے میں زیادہ ضروری ہے۔

(2) معاشرے کی تعمیر میں خاندان انتہائی اہمیت رکھتا ہے۔ (3) کسی بھی قوم کی تربیت خاندانی ادارے کے اندر ہوتی ہے۔

(4) انسانی شخصیات خاندان میں پروان چڑھتی ہیں۔ (5) خاندان میں عدل نہ ہو تو معاشرے میں عدل قائم نہیں ہو سکتا۔

﴿وَاٰتُوا النِّسَآءَ صَدُقٰتِهِنَّ نِحْلَةً ؕ فَاِنْ طِبْنَ لَكُمْ عَنْ شَیْءٍ مِّنْهُ

''اور عورتوں کو ان کے مہر خوش دلی سے ادا کر دیا کرو، پھر اگر وہ اس میں سے کوئی چیز تمہارے لیے چھوڑنے پر دل سے خوش

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿نَفْسًا فَكُلُوْهُ هَنِيْٓـًٔا مَّرِيْٓـًٔا﴾

ہو جائیں تو تم اس کو کھاؤ مزے دار، خوش گوار ہے" (4)

سوال 1: اس آیت کا شان نزول کیا ہے؟

جواب: ابو صالح فرماتے ہیں کہ لوگ اپنی بچیوں کا مہر خود لے لیا کرتے تھے اور وہ محروم رہ جاتی تھیں۔ اس پر یہ آیت اتری۔ (طبری: 583/3)

سوال 2: مہر ادا کرنا واجب ہے، اس حکم کی وضاحت ﴿وَاٰتُوا النِّسَآءَ ... مَّرِيْٓـًٔا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاٰتُوا النِّسَآءَ صَدُقٰتِهِنَّ نِحْلَةً﴾ "اور عورتوں کو ان کے مہر خوش دلی سے ادا کر دیا کرو" سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: اس آیت میں خطاب شوہروں سے ہے۔ (المحرر الوجیز: 8/2)

(2) آیت میں کلمہ ﴿نِحْلَةً﴾ کا معنی سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے "فریضہ" کیا ہے اور ابن زید نے "واجب" کیا ہے۔ (تیسیر الرحمٰن: 238/1) (3) یہ آیت عورت کے لیے مہر کو واجب کرتی ہے۔ (تفسیر قرطبی: 18/2)

(4) نبی کریم ﷺ کے علاوہ امت کے کسی فرد کے لیے بغیر مہر کے شادی کرنا جائز نہیں ہے اور مہر کی تعیین کے وقت نیت بھی صحیح ہونی چاہئے کہ یہ عورت کا حق ہے جو اسے ملنا چاہئے۔ (تیسیر الرحمٰن: 238/1)

(5) سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے شادی کی تو رسول اللہ ﷺ نے انہیں فرمایا: "اسے کچھ دو" تو انہوں نے کہا: میرے پاس کچھ نہیں ہے۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا: "تیری حطمی زرہ کہاں ہے؟" (ابوداؤد: 2125)

(6) ﴿فَاِنْ طِبْنَ لَكُمْ عَنْ شَيْءٍ مِّنْهُ نَفْسًا فَكُلُوْهُ هَنِيْٓـًٔا مَّرِيْٓـًٔا﴾ "پھر اگر وہ اس میں سے کوئی چیز تمہارے لیے چھوڑنے پر دل سے خوش ہو جائیں تو تم اس کو کھاؤ مزے دار، خوش گوار ہے" مہر کی ادائیگی کے بعد اگر عورت اپنی مکمل رضامندی اور خوش دلی کے ساتھ پورا مہر یا اس کا کوئی حصہ شوہر کو لوٹا دیتی ہے تو وہ آزاد ہے لیکن اس پر جبر نہیں کیا جائے گا۔

(7) مرد کے لیے عورت کی طرف سے خوش دلی سے واپس کیا گیا مہر کھانا حلال ہے۔

(8) آیت سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ اگر بیوی حیا کی وجہ سے یا شوہر کی بداخلاقی یا برے برتاؤ کے ڈر سے ایسا کرتی ہے اور شوہر اسے قبول کر لیتا ہے تو یہ قرآنی تعلیم کی خلاف ورزی ہوگی۔ (تیسیر الرحمٰن: 238/1)

(9) اس آیت کریمہ میں اس بات کی دلیل ہے کہ عورت بالغ اور عاقل ہے تو اپنے مال میں تصرف کا پورا اختیار رکھتی ہے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

خواہ وہ صدقہ ہی کیوں نہ کر دے۔لیکن اگر بالغ اور عاقل نہیں ہے تو اس کے عطیہ کا حکم معتبر نہیں۔نیز عورت کا سرپرست اس مہر میں سے کچھ لینے کا حق دار نہیں سوائے اس کے، کہ عورت برضا ورغبت خود اسے کچھ عطا کر دے۔(تفسیر سعدی:471/1)

سوال3: مہر کے بارے میں اسلام کا مؤقف کیا ہے؟

جواب: مہر کے بارے میں اسلام کا مؤقف یہ ہے کہ(1) مہر عورت کا ذاتی حق ہے۔

(2) مہر عورت خود وصول کرے گی، اس کے ولی کو مہر لینے کا حق نہیں ہے۔

(3) مہر مقرر کرنا لازم ہے کیونکہ یہ ایک فریضہ، ایک لازمی حق ہے۔(4) مرد خوش دلی کے ساتھ مہر ادا کرے۔

سوال4: مہر کے بارے میں جاہلی عرب میں کیا دستور تھا؟

جواب: مہر کے بارے میں جاہلی عرب میں دستور یہ تھا کہ(1) عورت کا ولی مہر لے لیتا تھا اور پھر اسے خود استعمال کرتا تھا۔

(2) نکاح شغار کی صورت میں ایک لڑکی کو دوسری لڑکی کے بدلے میں دے کر مہر سے لڑکیوں کو محروم کر دیا جاتا تھا۔

(3) مختلف حیلوں، بہانوں سے عورت کے اس حق کو مار لیا جاتا تھا۔

سوال5: اسلام نے مہر دلا کر عورت پر کیا احسان کیا ہے؟

جواب: (1) اسلام نے مہر دلا کر عورت کی عزت ووقار کو بحال کیا ہے۔(2) اسلام نے محبت اور فیاضی کے راستے کھولے ہیں۔(3) اسلام نے مہر دلا کر عورت کے مالی حقوق بحال کیے ہیں۔

﴿وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَآءَ اَمْوَالَكُمُ الَّتِيْ جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ قِيٰمًا وَّارْزُقُوْهُمْ فِيْهَا

''اور ناسمجھوں کو اپنے وہ مال نہ دو جسے اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے قائم رہنے کا ذریعہ بنایا ہے، اور تم انہیں اس میں سے کھلاؤ

وَاكْسُوْهُمْ وَقُوْلُوْا لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا﴾

اور پہناؤ اور ان سے بھلی بات کہو''(5)

سوال1: نادانوں کو مال میں تصرف کی اجازت نہ دی جائے، اس حکم کی وضاحت ﴿وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَآءَ ... مَّعْرُوْفًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَآءَ اَمْوَالَكُمُ الَّتِيْ جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ قِيٰمًا﴾ ''اور ناسمجھوں کو اپنے وہ مال نہ دو جسے اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے قائم رہنے کا ذریعہ بنایا ہے''(حکم دیا گیا ہے کہ) نادانوں کو مال دے کر انہیں تصرف کی اجازت نہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دی جائے کیونکہ یہ مال ان کی زندگی کا ذریعہ ہے جس سے تجارت کر کے روزی کمائی جاتی ہے۔معلوم ہوا کہ بے وقوفوں کو کاروبار میں تصرف سے روک دیا جائے۔(ابن کثیر)

(2)(سفیہ) ایسے شخص کو کہا جاتا ہے جو بے عقل ہونے مثلاً پاگل وغیرہ یا عدم بلوغت جیسے چھوٹا بچہ اور بے سمجھ وغیرہ ہونے کی وجہ سے اپنے مال میں تصرف اور دیکھ بھال کی اہلیت سے محروم ہو۔(تفسیر سعدی:271/1)

(3)اس میں مال کی حفاظت کی ترغیب دلائی ہے،اس لیے کہ آدمی کے دنیاوی حالات بغیر مال کے متوازن نہیں رہتے۔ (تیسیر الرحمن:239/1)

(4)زمخشری نے سلف کا قول نقل کیا ہے کہ ''مال مومن کا ہتھیار ہے'' سفیان ثوری کے پاس ایک سامان تھا،اسے وہ الٹتے پلٹتے تھے اور کہتے تھے کہ اگر یہ نہ ہوتا تو بنی عباس مجھے اپنے ہاتھ کا رومال بنا لیتے۔(تیسیر الرحمن:239)

(5)سیدنا ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے: تین قسم کے لوگ ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ قبول نہیں فرماتا۔ایک وہ شخص جس کی بیوی بدخلق ہو اور پھر بھی وہ اسے طلاق نہ دے۔دوسرا وہ شخص جو اپنا مال بے وقوف کو دے حالانکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ ﴿وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَآءَ اَمْوَالَكُمُ﴾ ''اور بے وقوف کو اپنا مال نہ دو۔'' تیسرا وہ شخص جس کا قرض کسی پر ہو اور اس نے اس قرض پر کسی کو گواہ نہ کیا ہو۔(تفسیر ابن کثیر:521/1)(سلسلہ احادیث صحیحہ:1545)

(6)﴿وَّارْزُقُوْهُمْ فِيْهَا وَاكْسُوْهُمْ﴾ ''اور تم انہیں اس میں سے کھلاؤ اور پہناؤ'' اللہ تعالیٰ نے سرپرست کو حکم دیا ہے کہ وہ مال ان بے سمجھ لوگوں کے حوالے نہ کرے بلکہ وہ اس مال میں سے ان کے کھانے پینے اور کپڑے لتے کا انتظام کرے اور جو ان کی دینی و دنیاوی ضروریات ہیں ان میں خرچ کرے اور ان سے اچھی بات ہی کہے۔(تفسیر سعدی:471/1)

(7)یہاں اس بات کی دلیل بھی ہے کہ پاگل،نابالغ اور بے عقل جب مال کے مالک ہوں تو ان پر ان ہی کے مال میں سے اخراجات کیے جائیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:﴿وَّارْزُقُوْهُمْ فِيْهَا وَاكْسُوْهُمْ﴾ اس مال میں سے ان کو کھلاتے اور پہناتے رہو۔(تفسیر سعدی:472/1)

(8)﴿وَقُوْلُوْا لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا﴾ ''اور ان سے بھلی بات کہو'' المعروف وہ قول و فعل ہوتا ہے جس کی خوبی عقل و شریعت سے ثابت ہو۔اس سے مراد یہ ہے کہ یتیم بچوں کے ساتھ نرمی سے بات کریں اور انہیں سمجھا دیں کہ جب وہ سمجھ دار ہو جائیں گے تو ان کا مال ان کے حوالے کر دیا جائے گا۔

سوال 2:مال کے بارے میں اسلام کا نقطۂ نظر کیا ہے؟

جواب:(1)مال عیش کے لیے نہیں۔(2)مال فخر کا اظہار کرنے کے لئے نہیں۔(3)مال انسان کے لئے زندگی کا ذریعہ ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(4)مال دنیا میں بقاوقیام کا ذریعہ ہے۔(5)مال کوضائع ہونے سے بچایا جائے۔

(6)مال کوحق دار تک پہنچانے کا اہتمام کیا جائے۔(7)مال پر پوری سوسائٹی قائم ہوتی ہے۔

(8)وہ دولت جو معاشرے میں گردش کرتی ہے اس سے پوری سوسائٹی فائدہ اٹھاتی ہے۔

(9)معاشرہ دولت سے فائدہ تب اٹھا سکتا ہے جب اس کا انتظام احسن طریقے سے ہو۔

(10)اجتماعی دائرے میں انفرادی حقوق ملکیت قائم رہیں گے۔

(11)نادان یتیم جو اپنے مال کو ترقی نہیں دے سکتے دولت ان کے قبضے میں نہ دی جائے۔

(12)یتیموں کو مال پر تصرف اور اپنی نگرانی میں چلانے کے حق سے بلوغت یا سن رشد تک محروم کر دیا جائے گا۔

(13)یتیم کی انفرادی ملکیت برقرار رہے گی۔یہ دولت ان سے چھین لینے کی اجازت نہیں دی جائے گی۔

(14)یتیم کا مال ان افراد کی تحویل میں دیا جائے گا جو اس کا اچھا انتظام کر سکتے ہوں لیکن رشتہ داری کو ترجیح دی جائے گی تاکہ خاندان کا کفالتی نظام چلتا رہے۔

﴿وَابْتَلُوا الْيَتٰمٰى حَتّٰٓى اِذَا بَلَغُوا النِّكَاحَ ۚ فَاِنْ اٰنَسْتُمْ مِّنْهُمْ رُشْدًا فَادْفَعُوْٓا

''اور یتیموں کو جانچتے رہو یہاں تک کہ وہ نکاح (کی عمر) کو پہنچ جائیں، پھر اگر تم ان میں سمجھ بوجھ محسوس کرو تو ان کے مال ان

اِلَيْهِمْ اَمْوَالَهُمْ ۚ وَلَا تَاْكُلُوْهَآ اِسْرَافًا وَّبِدَارًا اَنْ يَّكْبَرُوْا ۭ وَمَنْ كَانَ غَنِيًّا

کے حوالے کر دو اور اس ڈر سے کہ وہ بڑے ہو جائیں گے ان کا مال فضول خرچی سے جلدی کرتے ہوئے نہ کھا جاؤ، اور جو

فَلْيَسْتَعْفِفْ ۚ وَمَنْ كَانَ فَقِيْرًا فَلْيَاْكُلْ بِالْمَعْرُوْفِ ۭ فَاِذَا دَفَعْتُمْ اِلَيْهِمْ

مال دار ہے تو لازم ہے کہ وہ بچے، اور جو محتاج ہے تو لازم ہے کہ وہ معروف طریقے سے کھائے۔چنانچہ جب تم ان کا مال ان کے

اَمْوَالَهُمْ فَاَشْهِدُوْا عَلَيْهِمْ ۭ وَكَفٰى بِاللّٰهِ حَسِيْبًا﴾

حوالے کرنے لگو تو ان پر گواہ بناؤ، اور اللہ تعالیٰ ہی حساب لینے والا کافی ہے''(6)

سوال1: یتیموں کا امتحان لیا جائے اور بلوغت کے وقت ان کا مال ان کے حوالے کر دیا جائے، اس حکم کی وضاحت ﴿وَابْتَلُوا الْيَتٰمٰى ... اَمْوَالَهُمْ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿وَابْتَلُوا الْيَتٰمٰى حَتّٰٓى اِذَا بَلَغُوا النِّكَاحَ﴾''اور یتیموں کو جانچتے رہو یہاں تک کہ وہ نکاح (کی عمر) کو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پہنچ جائیں'' حسن رحمۃ اللہ علیہ، قتادہ رحمۃ اللہ علیہ اور مجاہد رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: ان کی عقلوں اور دین کو جانچو اور اس امتحان کی کیفیت یہ ہوگی کہ خرچ کے معاملے میں ان کی بردباری دیکھو، کیسے وہ اخراجات کی تدبیر کرتے ہیں اور کیسے ان میں تصرف کرتے ہیں اور اگر لڑکی ہو تو اس کو گھریلو امور کے حوالے سے دیکھیں کہ وہ کپڑوں وغیرہ کا کیسے انتظام کرتی ہے۔ (تفسیر الوسیط: 12/2)

(2) حسن رحمۃ اللہ علیہ اور قتادہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: عقل اور دین میں سمجھ کو دیکھیں۔ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: عقلی اور مالی تدابیر کو دیکھیں۔ (المحرر الوجیز: 11/2)

(3) ﴿حَتّٰۤى اِذَا بَلَغُوا النِّكَاحَ﴾ ''یہاں تک کہ وہ نکاح (کی عمر) کو پہنچ جائیں'' اس سے مراد ہے کہ جب وہ ''حلم'' کو پہنچ جائیں۔ (جامع البیان: 262/4)

(4) ﴿فَاِنْ اٰنَسْتُمْ مِّنْهُمْ رُشْدًا فَادْفَعُوْۤا اِلَيْهِمْ اَمْوَالَهُمْ﴾ ''پھر اگر تم ان میں سمجھ بوجھ محسوس کرو تو ان کے مال ان کے حوالے کر دو'' جب یتیم بالغ ہو جائے یعنی جب وہ سن رشد کو پہنچ جائے اور اس کی عقل و سمجھ کا یقین ہو جائے تو پورا مال حفاظت اور ایمانداری کے ساتھ حوالے کیا جائے گا۔

(5) ''رشد'' سے مراد عقلی اور دینی صلاحیت ہے۔ پس بالغ ہونے کے علاوہ مال کی سپرداری کے لئے رشد بھی شرط ہے۔ اگر کسی شخص میں ''رشد'' نہیں ہے تو خواہ وہ بوڑھا ہی کیوں نہ ہو جائے متولی یا وصی کو چاہیے کہ وہ مال اس کے حوالے نہ کرے۔ (قرطبی۔ ابن کثیر)

سوال 2: ولی نادار ہو تو یتیم کا مال محنت کے مطابق لے سکتا ہے، اس کی وضاحت ﴿وَلَا تَاْكُلُوْهَاۤ ... بِالْمَعْرُوْفِ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلَا تَاْكُلُوْهَاۤ اِسْرَافًا وَّبِدَارًا اَنْ يَّكْبَرُوْا﴾ ''اور اس ڈر سے کہ وہ بڑے ہو جائیں گے ان کا مال فضول خرچی سے جلدی کرتے ہوئے نہ کھا جاؤ'' سعید بن جبیر نے کہا: یتیموں کے مال میں فضول خرچی نہ کرو۔ (ابن ابی حاتم: 876/3)

(2) اس ڈر سے کہ بڑے ہونے کے بعد یتیم اپنا مال لے لیں گے، ان کے مال کو بے جا طریقے سے خرچ نہ کرو۔

(3) ﴿وَمَنْ كَانَ غَنِيًّا فَلْيَسْتَعْفِفْ﴾ ''اور جو مال دار ہے تو لازم ہے کہ وہ بچے'' یتیم کا ولی مال دار ہے تو اسے یتیم کا مال کھانے سے پرہیز کرنا چاہیے۔

(4) ﴿وَمَنْ كَانَ فَقِيْرًا فَلْيَاْكُلْ بِالْمَعْرُوْفِ﴾ ''اور جو محتاج ہے تو لازم ہے کہ وہ معروف طریقے سے کھائے''

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اللہ تعالیٰ کے ارشاد ''اور جو مال دار ہے تو لازم ہے کہ وہ بچے اور جو محتاج ہے تو لازم ہے کہ وہ معروف طریقے سے کھائے'' کے بارے میں فرمایا کہ یہ آیت یتیم کے بارے میں اتری ہے کہ اگر ولی نادار ہو تو یتیم کی پرورش اور دیکھ بھال کی اجرت میں وہ واجبی طور پر (یتیم کے مال میں سے کچھ) کھا سکتا ہے (بشرطیکہ نیت میں فساد نہ ہو)۔ (صحیح بخاری:4575)

(5) سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گزارش کی کہ میرے پاس مال نہیں ہے، ہاں البتہ میرے پاس ایک یتیم (کا مال) ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم (زیر پرورش) یتیم کے مال سے کھا سکتے ہو، بشرطیکہ اسراف و تبذیر نہ ہو اور نہ تم مال کو جمع کرو اور نہ اس کے مال کی بجائے اپنے مال کو بچاؤ'' حسین (راوی) کو شک ہے کہ یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا: ''اپنا مال (بچا کر) رکھتے ہوئے اس کا مال خرچ مت کرو۔'' (مسند احمد:7022)

(6) یتیم کا ولی غریب ہے تو اپنی ضرورت اور محنت کے مطابق یتیم کے مال سے مزدوری لے لے۔

(7) حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے فقہاء کا قول نقل کیا ہے کہ وہ اپنی مزدوری اور اپنی ضرورت میں سے جو کم ہوگا وہ لے گا۔ (تیسیر الرحمن:240/1)

(8) معروف طریقہ یہی ہے کہ اس کے اموال کی نگرانی کی اجرت جو معروف ہے لے لے، دوسرا یہ کہ کم از کم جس سے اس کی ضرورت پوری ہو سکے لے لے۔ (دعوۃ القرآن)

سوال 3: یتیم کو مال لوٹاتے ہوئے گواہ ٹھہرانے کے حکم کی وضاحت ﴿فَاِذَا ... حَسِيْبًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿فَاِذَا دَفَعْتُمْ اِلَيْهِمْ اَمْوَالَهُمْ فَاَشْهِدُوْا عَلَيْهِمْ﴾ ''چنانچہ جب تم ان کا مال ان کے حوالے کرنے لگو تو ان پر گواہ بناؤ'' یعنی اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ مال یتیم کے حوالے کرتے وقت گواہ بنا لو تاکہ کل انکار اور شک کی گنجائش نہ رہے۔

(2) اللہ تعالیٰ نے جھگڑے اور تہمت سے بچانے کے لئے گواہ ٹھہرانے کا حکم دیا۔

(3) ﴿وَ كَفٰى بِاللّٰهِ حَسِيْبًا﴾ ''اور اللہ تعالیٰ ہی حساب لینے والا کافی ہے'' اللہ تعالیٰ نے اپنے حساب لینے کا شعور اس لئے دلایا ہے تاکہ انسان جان لے کہ کوئی چیز اللہ تعالیٰ سے چھپی ہوئی نہیں۔ ممکن ہے لوگوں کو کسی کی امانت یا خیانت کا پتہ نہ چلے لیکن اللہ تعالیٰ حساب لینے کے لئے کافی ہے۔ اس طرح انسان یتیموں کے مال میں خیانت کرنے سے بچ سکتا ہے۔

(4) اللہ تعالیٰ ذرے ذرے کا محاسب ہے۔ ہر جگہ بہ اعتبار علم حاضر و ناظر ہے۔ یتیموں کے اولیاء کا ہر وقت نگران ہے کہ کس طرح ان کی تربیت کرتے ہیں اور انہیں پورا مال دیتے بھی ہیں یا نہیں۔ (مختصر ابن کثیر:294/1)

(5) یعنی اگر تم نے یتیم کے مال میں سے کچھ رکھ لیا اور گواہ وغیرہ تمہاری خیانت کو نہ پکڑ سکے تو یہ نہ سمجھ لینا کہ تم عذاب الٰہی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سے بچ جاؤ گے۔تمہاری ہر خیانت اس کے علم میں ہوگی اور وہ تم سے اس کا مؤاخذہ کرے گا۔(جوۃ القرآن)

(6)سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:''اے ابوذر!میں تجھے ضعیف اور ناتواں خیال کرتا ہوں اور میں تیرے لئے وہی پسند کرتا ہوں جو اپنے لئے پسند کرتا ہوں۔تم دو آدمیوں پر بھی حاکم نہ بننا اور نہ مال یتیم کا والی بننا۔''(مسلم:4720)

﴿لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَالْاَقْرَبُوْنَ ۪ وَلِلنِّسَآءِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ

''مردوں کے لیے اس میں سے ایک حصہ ہے جو والدین اور قریبی رشتہ دار ترکے میں چھوڑ جائیں اور عورتوں کے لیے بھی اس میں سے ایک حصہ ہے

الْوَالِدٰنِ وَالْاَقْرَبُوْنَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ اَوْ كَثُرَ ؕ نَصِيبًا مَّفْرُوْضًا﴾

جو والدین اور قریبی رشتہ دار ترکے میں چھوڑ جائیں،اس میں سے جو تھوڑا یا زیادہ ہو،مقرر کیا ہوا حصہ ہے''(7)

سوال1:اس آیت کا شان نزول کیا ہے؟

جواب:سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سیدنا سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ کی بیوی اپنی بیٹیوں کو جو سیدنا سعد رضی اللہ عنہ سے تھیں،لے کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور فرمانے لگیں:اللہ کے رسول ﷺ!یہ دونوں سعد بن ربیع کی بیٹیاں ہیں۔ان کے والد احد کے دن آپ ﷺ کی معیت میں جنگ کرتے ہوئے شہید ہو گئے تھے۔ان لڑکیوں کے چچا نے سارا مال اپنے قبضہ میں کر لیا ہے اور ان کے لیے کچھ نہیں چھوڑا۔ان کے نکاح تب ہوں گے جب ان کے پاس مال ہوگا۔آپ ﷺ نے فرمایا:''اللہ تعالیٰ اس بارے میں فیصلہ فرمائے گا۔''جس پر آیت میراث نازل ہوئی،رسول اللہ ﷺ نے ان کے چچا کو پیغام بھیجا اور فرمایا:''سعد کی دونوں بیٹیوں کو دو تہائی(2/3)اور ان کی والدہ کو آٹھواں (1/8)حصہ دے دو اور جو باقی بچے وہ تیرے لیے ہے۔''(جامع ترمذی:2092)

سوال2:اصل میراث میں وارث برابر ہیں،اس کی وضاحت ﴿لِلرِّجَالِ...مَّفْرُوْضًا﴾کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)مشرک میت کی بڑی اولاد کو ترکہ دیا کرتے تھے اور عورتوں اور بچوں کو بالکل محروم کر دیتے تھے۔اس پر یہ آیت اتری۔

(2)﴿لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَالْاَقْرَبُوْنَ ۪ وَلِلنِّسَآءِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَ الْاَقْرَبُوْنَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ اَوْ كَثُرَ﴾''مردوں کے لیے اس میں سے ایک حصہ ہے جو والدین اور قریبی رشتہ دار ترکے میں چھوڑ جائیں اور عورتوں کے لیے بھی اس میں سے ایک حصہ ہے جو والدین اور قریبی رشتہ دار ترکے میں چھوڑ جائیں

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

اس میں سے جو تھوڑا یا زیادہ ہو'' یعنی اصل وراثت میں سب برابر ہیں گو اللہ تعالیٰ نے ان میں سے ہر ایک کے لیے جو حصہ مقرر کیا ہے اس کے اعتبار سے ان میں فرق ہے اور اللہ تعالیٰ نے میت کی قرابت، زوجیت یا ولایت کے اعتبار سے حصہ مقرر فرمایا ہے، ولایت بھی نسب کی قرابت کی طرح قرابت ہی ہے۔ (المصباح المنیر :2/48)

(3) ﴿نَصِيبًا مَّفْرُوضًا﴾ ''مقرر کیا ہوا حصہ ہے'' یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر کردہ حصہ ہے خواہ عورت ہو یا مرد، چھوٹا ہو یا بڑا۔ (ایسر التفاسیر:241,240)

(4) حقیقت یہ ہے کہ اسلام کے سوا اور کسی مذہب نے مرد اور عورت کے صحیح معنوں کو نہیں سمجھا۔ (سراج البیان:1/184)

سوال 3: اس آیت سے میراث کے بارے میں کیا احکامات پتہ چلتے ہیں؟

جواب: اس آیت سے درج ذیل احکامات کا پتہ چلتا ہے: (1) میراث میں مردوں کے ساتھ عورتیں بھی حق دار ہیں۔

(2) میراث تقسیم ہونے کے لیے ہے۔ خواہ کتنی ہی کم ہو تمام وارثوں میں تقسیم ہونی چاہیے۔

(3) وراثت میں تمام قسم کے اَموال شامل ہیں خواہ زرعی اَموال ہوں یا صنعتی، خواہ منقولہ ہوں یا غیر منقولہ، کسی بھی قسم کا مال ہو اس پر وراثت کا قانون جاری ہوگا۔ (4) میراث کا حق اس وقت پیدا ہوتا ہے جب میت نے کوئی مال چھوڑا ہو۔

(5) قریب تر رشتہ دار کی موجودگی میں بعید تر رشتہ دار میراث نہیں پائے گا۔ (تفہیم القرآن)

سوال 4: اسلامی قانون نے میراث کو کس اصول پر استوار کیا؟

جواب: اسلامی قانون نے میراث کو قرابت کے اصول پر استوار کیا۔

سوال 5: وراثت کے حقوق میں فرق کیوں ہے؟

جواب: قرابت کے درجے مختلف ہیں اس طرح رشتے داروں کے حصوں میں بھی فرق ہے۔

سوال 6: وراثت کا اصول کیا ہے؟

جواب: مرد کا حصہ دو عورتوں کے برابر ہے۔

سوال 7: وراثت کے سلسلے میں انسانی قانون اور اللہ تعالیٰ کے قانون میں کیا فرق ہے؟

جواب: (1) انسان جو قانون بناتا ہے اس میں توازن نہیں ہوتا۔ قدیم دور میں لڑکا اہمیت کا حامل تھا کیونکہ وہ قبیلے کے لیے طاقت کا ذریعہ تھا۔ موجودہ دور میں ری ایکشن سامنے آیا تو لڑکے اور لڑکی کے حصوں کو برابر کر دیا گیا۔

(2) اللہ تعالیٰ کا قانون بے اعتدالیوں سے پاک ہے۔ (3) اللہ تعالیٰ کا قانون معاشرتی انصاف کا حقیقی ذریعہ ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سوال 8: وراثت کے معاملے میں انسان کو کس کے قانون کے مطابق چلنا ہے؟

جواب: زندگی کے ہر معاملے میں انسان کو اللہ تعالیٰ کے بنائے ہوئے قانون کے مطابق چلنا ہے، کسی کی ذاتی خواہشات اور ذاتی مصلحتوں کے مطابق نہیں چلنا۔

سوال 9: اگر خاندان کسی فرد کی کفالت میں ناکام ہو جائے تو کون کفالت کرے گا؟

جواب: اگر خاندان کسی فرد کی کفالت میں ناکام ہو جائے تو مقامی مسلمان معاشرہ کفالت کرے گا۔

سوال 10: اگر مقامی مسلمان معاشرہ بھی ناکام ہو جائے تو پھر اس کی کفالت کون کرے گا؟

جواب: اسلامی حکومت ان تمام لوگوں کی کفالت کی ذمہ دار ہے جو اپنا انتظام خود نہیں کر سکتے۔

سوال 11: اسلام کے وراثتی نظام پر کیا کیا اعتراضات ہیں، ان اعتراضات کے جواب دیں؟

جواب: (1) اعتراض: اسلام کا وراثتی نظام ان لوگوں کو بھی وراثت منتقل کر دیتا ہے جنہوں نے اس کے لیے کوئی کوشش نہیں کی ہوتی۔ جواب: آباؤ اجداد اور دوسرے رشتہ دار اپنے بچوں، پوتوں، نواسوں کو صرف مال منتقل نہیں کرتے بلکہ اچھی بری عادات اور کمزوریاں بھی منتقل کرتے ہیں۔ بعض اوقات بیماری اور صحت بھی، بعض اوقات ذہانت اور کند ذہنی بھی۔ یہ ساری صفات انسان کی زندگی پر اثر انداز ہوتی ہیں۔ ان کے نتائج وارثوں کو بھگتنے پڑتے ہیں۔ اس لیے انصاف کا تقاضا ہے کہ مال بھی وارثوں کو منتقل ہو۔ اگر ہم مال وارثوں کو نہیں دینا چاہتے تو ہمارا فرض ہے کہ بیماریوں، جسمانی کمزوریوں وغیرہ سے بھی وارثوں کو نجات دلائیں۔

(2) اعتراض: اسلام نے عورت کو آدھی وراثت دی ہے۔ جواب: (i) مرد پر معاشی ذمہ داریوں کا بوجھ ہے جب کہ عورت پر اسلام نے یہ بوجھ نہیں ڈالا۔ (ii) مرد عورت کے ساتھ نکاح کرتا ہے تو مہر دیتا ہے جب کہ عورت مہر وصول کرتی ہے۔ (iii) مرد عورت اور اولاد کو نان ونفقہ دیتا ہے جب کہ عورت کو اسلام نے پابند نہیں کیا۔ (iv) مرد باپ کے جانے کے بعد ماں اور بہنوں کی ذمہ داریاں اٹھاتا ہے۔ ان کا نان ونفقہ، بہن کی تعلیم، شادی اور دیگر خاندانی ذمہ داریاں مرد اٹھاتا ہے جب کہ عورت کوئی ذمہ داری اٹھانی نہیں پڑتی۔ (v) مرد عورت کے مقابلے میں خاندان کی ضروریات کا دوحصے ذمہ دار ہوتا ہے۔ اجتماعی معاملات میں بھی مرد کی ذمہ داریاں دوگنا ہیں۔ اس لیے عورت کو وراثت میں آدھا حصہ دینا اس کی ذمہ داریوں کے اعتبار سے عادلانہ اور منصفانہ ہے۔

﴿وَاِذَا حَضَرَ الْقِسْمَةَ اُولُوا الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنُ فَارْزُقُوْهُمْ مِّنْهُ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

''اور جب تقسیم کے وقت قرابت دار اور یتیم اور محتاج آجائیں تو انہیں بھی اس مال میں سے کچھ دو

﴿وَقُوْلُوْا لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا﴾

اور ان سے بھلی بات کرو'' (8)

سوال: امداد کے مستحق رشتے دار اگر وراثت میں حصّہ دار نہ ہوں اور وراثت کی تقسیم کے وقت موجود ہوں تو ان کے بارے میں کیا حکم ہے، اس کی وضاحت ﴿وَاِذَا ... مَّعْرُوْفًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاِذَا حَضَرَ الْقِسْمَةَ اُولُوا الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنُ فَارْزُقُوْهُمْ مِّنْهُ﴾ ''اور جب تقسیم کے وقت قرابت دار اور یتیم اور محتاج آجائیں تو انہیں بھی اس مال میں سے کچھ دو'' یعنی جب یہ فقیر رشتہ دار جن کا میراث میں حصہ نہیں ہے، یتیم اور مسکین وراثت کی تقسیم کے وقت حاضر ہوں اور وہ مختلف وارثوں کو دیکھیں کہ وہ اپنے اپنے حصوں کو لے رہے ہیں تو ان کا دل بھی چاہے گا کہ وہ بھی اس میں سے کچھ لے لیں اور اگر انہیں کچھ بھی نہ دیا جائے تو وہ بہت مایوس ہوں گے۔ تو اللہ تعالیٰ رؤوف ورحیم نے حکم دے دیا ہے کہ انہیں بھی کچھ نہ کچھ ضرور دیا جائے۔ یہ ان سے نیکی ہوگی، ان پر صدقہ ہوگا، ان سے احسان ہوگا اور یہ ان کے شکستہ دلوں کے لیے باعث تسکین بھی ہوگا۔ (المصباح المنیر: 2/50)

(2) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ کچھ لوگ گمان کرنے لگے ہیں کہ یہ آیت میراث کی آیت سے منسوخ ہوگئی ہے۔ نہیں قسم اللہ کی! آیت منسوخ نہیں ہوئی البتہ لوگ اس پر عمل کرنے میں سست ہو گئے ہیں۔ ترکے کے لینے والے دو طرح کے ہوتے ہیں: ایک تو وہ جو خود وارث ہو اس کو تو خود دینے کا حکم ہے، دوسرا جو خود وارث نہیں عزیزوں، یتیموں، محتاجوں کو جو تقسیم کے وقت آجائیں ان کو نرمی سے جواب دینے کا حکم ہے، وہ یوں کہے، میاں! میں تم کو دینے کا اختیار نہیں رکھتا۔ (صحیح بخاری: 2759)

(3) مال کی تقسیم کے وقت اگر کچھ رشتے دار موجود ہوں اور وہ محتاج بھی ہوں تو صلہ رحمی کا جذبہ رکھنے والے ورثاء یہی مناسب سمجھیں گے کہ انہیں بھی کچھ دے دیا جائے تاکہ جہاں ان کے کسی رشتہ دار کا مال تقسیم ہو رہا ہے وہاں سے وہ محروم نہ واپس جائیں۔ اور خاص طور سے وہ یتیم بچے جن کے باپ کا انتقال دادا کے ہوتے ہوئے ہو گیا ہو اور وہ وراثت سے محروم رہ گئے ہوں اور پھر ان کے دادا کے انتقال کے بعد وراثت تقسیم ہو رہی ہو اور ان کے چچا اور پھوپھیاں وراثت کا مال پا کر خوش ہو رہے ہوں اور یہ بچے ان کا منہ تک رہے ہوں اور ان کے حصے میں کچھ نہ آرہا ہو صرف اس لیے کہ ان کے والد کا انتقال دادا سے پہلے ہو چکا ہے، تو ان کی محرومی کا کیا عالم ہوگا۔ ایسے بچوں کے حق میں تو یہ آیت آبِ حیات کے مترادف

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہے اور خاص طور پر اگر دادا کی جائیداد بڑی ہو اور ورثاء ان یتیموں کے حال پر رحم کریں تو ان کے حصے میں بھی اچھی خاصی جائیداد آسکتی ہے اور ان کی غربت دور ہو سکتی ہے۔ (تیسیر الرحمٰن:241/1)

(4) اگر عطا کرنا ممکن نہ ہو مثلاً یہ بے سمجھ لوگوں کا حق ہے یا اس سے بھی اہم کوئی اور وجہ ہو تو ایسی صورت میں ﴿وَقُوْلُوْا لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا﴾ ''اور ان سے بھلی بات کرو'' ان کو اچھی اور غیر قبیح بات کہہ کر بھلے طریقے سے لوٹا دو۔ (تفسیر سعدی:475/1)

﴿وَلْيَخْشَ الَّذِيْنَ لَوْ تَرَكُوْا مِنْ خَلْفِهِمْ ذُرِّيَّةً ضِعٰفًا خَافُوْا عَلَيْهِمْ ۠﴾

''اور لازم ہے کہ ڈریں وہ لوگ جو اگر اپنے پیچھے کمزور اولاد چھوڑ جاتے اور ان کے بارے میں وہ ڈرتے،

﴿فَلْيَتَّقُوا اللّٰهَ وَلْيَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا﴾

چنانچہ ان پر لازم ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے ڈر جائیں اور سیدھی بات ہی کہیں'' (9)

سوال: یتیم کے اولیاء کو جو تلقین کی گئی ہے، اس کی وضاحت ﴿وَلْيَخْشَ ... سَدِيْدًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلْيَخْشَ الَّذِيْنَ لَوْ تَرَكُوْا مِنْ خَلْفِهِمْ ذُرِّيَّةً ضِعٰفًا خَافُوْا عَلَيْهِمْ﴾ ''اور لازم ہے کہ ڈریں وہ لوگ جو اگر اپنے پیچھے کمزور اولاد چھوڑ جاتے اور ان کے بارے میں وہ ڈرتے'' یتیموں کے اولیاء کو کہا گیا ہے کہ وہ ان کے ساتھ ایسا ہی سلوک کریں جیسا وہ چاہتے ہیں کہ ان کی وفات کے بعد ان کے چھوڑے ہوئے بچوں کے ساتھ لوگ کریں۔

(2) باپ کا دل اپنے چھوٹے اور کمزور بچوں کے حوالے سے انتہائی نرم ہوتا ہے اور جب وہ یہ محسوس کرے کہ وہ کمزور ہیں اور کوئی ترس کھانے والا نہیں، کوئی ان کا محافظ نہیں، کوئی ان کے سر پر رحمت کے ساتھ ہاتھ پھیرنے والا نہیں، اس آیت کو پڑھ کر باپ کا دل مٹھی میں آجاتا ہے اور وہ یتیموں کی حالت کو سمجھنے کے قابل ہو جاتا ہے۔ اس کے دل میں یتیم کے لیے محبت پیدا ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس محبت کے جذبے کو ابھارا ہے۔

(3) ﴿فَلْيَتَّقُوا اللّٰهَ﴾ ''چنانچہ ان پر لازم ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے ڈر جائیں'' اللہ تعالیٰ نے ان بچوں کے بارے میں ہر وقت خوف الٰہی رکھنے کی تلقین کی ہے۔

(4) ﴿وَلْيَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا﴾ ''اور سیدھی بات ہی کہیں'' اللہ تعالیٰ نے یہ تلقین کی ہے کہ ان کے مال کی حفاظت کرتے ہوئے ان کی تربیت اور نگرانی کرتے ہوئے سیدھی بات کریں۔

(5) اس سے مراد درست بات کرنا ہے۔ یتیم کے اولیاء کو کہا گیا کہ وہ حق بات کریں۔ (ابن کثیر، ابن جریر، رازی)

(6) ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ یہ آیت اس شخص کے بارے میں نازل ہوئی ہے جسے موت آگئی ہو اور اسے کوئی شخص

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سنے کہ وہ ایسی وصیت کر رہا ہے جو اس کے وارثوں کے لیے نقصان دہ ہے تو اللہ تعالیٰ نے اس وصیت سننے والے کو یہ حکم دیا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے ڈرے اور اسے سمجھا بجھا کر راہ راست کی طرف موڑ دے اور وہ اس کے وارثوں کو بھی اسی طرح دیکھے، جیسے وہ اپنے وارثوں کو دیکھنا اور انہیں ضائع ہونے سے بچانا پسند کرتا ہے۔ (تفسیر طبری: 4/358-360)

﴿اِنَّ الَّذِیْنَ یَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ الْیَتٰمٰى ظُلْمًا اِنَّمَا یَاْكُلُوْنَ فِیْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا ؕ

''بلاشبہ وہ لوگ جو یتیموں کے مال ظلم سے کھاتے ہیں وہ اپنے پیٹوں میں آگ کے سوا کچھ نہیں کھاتے،

وَسَیَصْلَوْنَ سَعِیْرًا﴾

اور جلد ہی وہ دہکتی آگ میں داخل ہوں گے'' (10)

سوال 1: یتیموں کا مال کھانے والوں کو کیا وعید دی گئی ہے، اس کی وضاحت ﴿اِنَّ۔۔۔سَعِیْرًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) یتیموں کا مال کھانے والوں کو وعید دی گئی ہے کہ: ﴿اِنَّ الَّذِیْنَ یَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ الْیَتٰمٰى ظُلْمًا اِنَّمَا یَاْكُلُوْنَ فِیْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا﴾ ''بلاشبہ وہ لوگ جو یتیموں کے مال ظلم سے کھاتے ہیں وہ اپنے پیٹوں میں آگ کے سوا کچھ نہیں کھاتے'' جو لوگ یتیم کا مال کھاتے ہیں وہ مال نہیں آگ کھاتے ہیں۔

(2) ﴿ظُلْمًا﴾ ناحق کی قید سے وہ نادار سرپرست نکل گئے جن کو معروف طریقے سے بقدر ضرورت ان کے مال میں سے کھانے کی اجازت ہے، اسی طرح وہ بھی اس سے خارج ہو گئے جو آسانی اور اصلاح کی نیت سے اپنا کھانا یتیموں کے کھانے کے ساتھ ملا لیتے ہیں، کیونکہ یہ بھی جائز ہے۔ (تفسیر سعدی)

(3) ﴿وَسَیَصْلَوْنَ سَعِیْرًا﴾ ''اور جلد ہی وہ دہکتی آگ میں داخل ہوں گے'' یتیم کا مال کھانے کی وجہ سے وہ جہنم کی آگ میں جھونک دیئے جائیں گے جو ان کے معدوں اور ان کی جلد کو جلا ڈالے گی۔

(4) مال قیامت کے دن ان کے پیٹوں میں آگ بن کر بھڑکے گا۔ نبی ﷺ نے فرمایا: ''سات تباہ کن گناہوں سے بچو۔'' صحابہ کرام علیہم السلام نے پوچھا کہ وہ کون کون سے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''شرک، جادو، ناحق قتل، سود خوری، یتیم کا مال کھانا، لڑائی سے بھاگنا اور بھولی بھالی معصوم عورتوں پر الزام لگانا۔'' (بخاری: 2766)

(5) رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''مسلمانوں کے گھروں میں سب سے بہتر گھر وہ ہے جس میں کوئی یتیم ہو اور اس کے ساتھ اچھا سلوک کیا جاتا ہو، اور مسلمانوں کا سب سے بدتر گھر وہ ہے جس میں کوئی یتیم ہو اور اس کے ساتھ برا سلوک کیا جاتا ہو۔'' (ابن ماجہ: 3679)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سوال2: یتیموں کے بارے میں ہدایات کی وجہ سے ایمان والوں پر کیا اثرات مرتب ہوتے ہیں؟

جواب: (1)ایمان والوں کے دلوں کے اندر احساس بیدار ہوتا ہے۔(2)ان کے دل اور دماغ سے جاہلیت کی گندگی دور ہوتی ہے۔(3)ان کے دل میں خدا خوفی، خدا ترسی، احتیاط اور احتساب کے جذبات پیدا ہوتے ہیں۔

(4)وہ یتیم کے مال کے اندر آگ کو دیکھنے لگ جاتے ہیں۔

سوال3: ''جو لوگ ظلم کے ساتھ یتیموں کا مال کھاتے ہیں'' اس آیت کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر کیسے اثرات مرتب ہوئے؟

جواب: سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو جن لوگوں کے پاس یتیم تھے انہوں نے ان کا کھانا پکانا جدا کر دیا۔ ان کے کھانے سے کوئی چیز بچ جاتی تو وہ رکھ دی جاتی حتیٰ کہ خراب ہو جاتی۔ یہ معاملہ تکلیف دہ صورت اختیار کر گیا تو اس بات کی شکایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کی گئی۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی: ﴿وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْيَتٰمٰى ؕ قُلْ اِصْلَاحٌ لَّهُمْ خَيْرٌ ؕ وَاِنْ تُخَالِطُوْهُمْ فَاِخْوَانُكُمْ ؕ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ الْمُفْسِدَ مِنَ الْمُصْلِحِ ؕ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَاَعْنَتَكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ﴾ ''اور وہ آپ سے یتیموں کے بارے میں سوال کرتے ہیں، آپ کہہ دو کہ ان کے لیے کچھ نہ کچھ سنوارتے رہنا بھلائی کا کام ہے اور اگر تم انہیں ساتھ ملا لو تو وہ تمہارے بھائی ہیں اور اللہ تعالیٰ بگاڑنے والے کو سنوارنے والے سے خوب جانتا ہے اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو تمہیں ضرور مشقت میں ڈال دیتا، یقیناً اللہ تعالیٰ سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے'' (البقرہ: 220) اس کے بعد صحابہ رضی اللہ عنہم نے یتیموں کا کھانا اپنے ساتھ شامل کر لیا۔ یوں اللہ تعالیٰ نے ان کے نفوس کو پاک کیا، معاشرے کو جاہلیت کی گندگیوں سے پاک کیا اور ان کے ایمان کو بلند کر دیا۔ (ابوداؤد: 2871)

﴿يُوْصِيْكُمُ اللّٰهُ فِيْٓ اَوْلَادِكُمْ ۖ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ ۚ فَاِنْ كُنَّ

''اللہ تعالیٰ تمہاری اولاد کے بارے میں تمہیں وصیت کرتا ہے مرد کے لیے دو عورتوں کے برابر حصہ ہے پھر اگر عورتیں دو سے زیادہ ہوں تو میت

نِسَآءً فَوْقَ اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ ۚ وَاِنْ كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ ؕ

نے جو چھوڑا ہو اس میں سے دو تہائی ان کے لیے حصہ ہے، اور اگر وہ اکیلی ہو تو آدھا ترکہ اس کے لیے ہے، اور میت کے ماں باپ میں سے

وَلِاَبَوَيْهِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ مِمَّا تَرَكَ اِنْ كَانَ لَهٗ وَلَدٌ ۚ

ہر ایک کے لیے چھٹا حصہ ہے اس میں سے جو اس نے چھوڑا اگر اس کی اولاد ہو، پھر اگر اس کی کوئی اولاد نہ ہو اور اس کے وارث اس کے

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

فَاِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهٗ وَلَدٌ وَّوَرِثَهٗۤ اَبَوٰهُ فَلِاُمِّهِ الثُّلُثُ ۚ فَاِنْ كَانَ لَهٗۤ اِخْوَةٌ فَلِاُمِّهِ

والدین ہوں تو اس کی ماں کا ایک تہائی حصہ ہے، پھر اگر اس کے بہن بھائی بھی ہوں تو اس کی ماں کا چھٹا حصہ ہے اس وصیت کے

السُّدُسُ مِنْۢ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوْصِيْ بِهَاۤ اَوْ دَيْنٍ ؕ اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ ۚ لَا تَدْرُوْنَ

بعد جو وہ کر جائے یا قرض کے بعد تمہارے باپ ہوں یا تمہارے بیٹے تم نہیں جانتے کہ ان میں سے نفع پہنچانے میں تمہارے زیادہ

اَيُّهُمْ اَقْرَبُ لَكُمْ نَفْعًا ؕ فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿

قریب کون ہے؟ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر کیا ہوا ہے، یقیناً اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے سب کچھ جاننے والا، کمال حکمت والا ہے" (11)

سوال 1: اس آیت کا شان نزول کیا ہے؟

جواب: (1) سیدنا جابر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ اور سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ قبیلہ بنو سلمہ تک پیدل چل کر میری عیادت کے لیے تشریف لائے۔ آپ ﷺ نے ملاحظہ فرمایا کہ مجھ پر بے ہوشی طاری ہے، اس لیے آپ نے پانی منگوایا اور وضو کر کے اس کا پانی مجھ پر چھڑکا، میں ہوش میں آ گیا پھر میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! آپ کا کیا حکم ہے، میں اپنے مال کا کیا کروں؟ اس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ "اللہ تعالیٰ تمہیں تمہاری اولاد (کی میراث) کے بارے میں حکم دیتا ہے۔" (صحیح بخاری: 4577)

(2) یہ آیت ارکان دین میں سے ایک بنیاد ہے، احکامات کے ستونوں میں سے ایک ستون ہے اور امہات الآیات میں سے ہے کیونکہ یہ علم الفرائض پر مشتمل ہے۔ صحابہ کے علوم میں سے یہ اہم ترین علم تھا اور ان کے اس پر اکثر مناظرے ہوتے تھے۔ (فتح القدیر: 547/1)

سوال 2: ﴿يُوْصِيْكُمُ اللّٰهُ فِيْۤ اَوْلَادِكُمْ﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿يُوْصِيْكُمُ اللّٰهُ فِيْۤ اَوْلَادِكُمْ﴾ "اللہ تعالیٰ تمہاری اولاد کے بارے میں تمہیں وصیت کرتا ہے" یعنی اے والدین کے گروہ! تمہاری اولاد تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی امانت ہے۔ ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے تمہیں وصیت کی ہے تاکہ تم ان کے دینی اور دنیاوی مصالح کی دیکھ بھال کرو۔ چاہیں تو وہ اس وصیت پر عمل کریں تب ان کے لیے بہت زیادہ ثواب ہے اور چاہیں تو اس وصیت کو ضائع کر دیں تب وہ سخت وعید اور عذاب کے مستحق ہیں۔ یہ اس بات کی واضح دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر ان کے والدین سے بھی زیادہ رحم فرمانے والا ہے کیونکہ اس نے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

والدین کواولاد کے بارے میں وصیت کی حالانکہ والدین اپنی اولاد کے لیے کمال شفقت کے حامل ہیں۔ (تفسیر سعدی:477/1)

(2)سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ جب احکام میراث نازل ہوئے اوران میں اللہ تعالیٰ نے جو حصے مقرر کر دیئے یعنی بیٹے کا حصہ، بیٹی کا حصہ، والدین کا حصہ تو لوگوں نے اسے بہت ہی برا مانا۔ بعض لوگوں نے ناپسند کیا۔ ان کا اعتراض یہ تھا کہ عورت کو چوتھا یا آٹھواں حصہ دیا جاتا ہے۔ بیٹی کو نصف دیا جاتا ہے اور چھوٹے بچے کا حصہ بھی مقرر ہو گیا حالانکہ ان میں سے کوئی نہیں جو لڑائی کے وقت کام آتا ہو اور کوئی نہیں جو لڑائی کے بعد بھی مال غنیمت ہتھیا سکتا ہو۔ ان احکامات کے بارے میں خاموش ہو جاؤ۔ شاید رسول اللہ ﷺ ان احکامات کو بھول جائیں اور ہم ان کے بارے میں آپ ﷺ سے سفارش کریں اور آپ ﷺ ان میں تبدیلی کر دیں۔ چنانچہ انہوں نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ! آپ ﷺ ایک لڑکی کو باپ کے ترکے میں سے نصف دیتے ہیں حالانکہ وہ گھوڑے پر سوار نہیں ہوتی اور نہ وہ جنگ میں حصہ لیتی ہے۔ پھر ایک نابالغ بچے کو میراث دی جا رہی ہے اور وہ ہمارے لیے کچھ بھی نہیں کر سکتا اور جاہلیت میں تو وہ اس طرح کرتے تھے کہ میراث صرف ان لوگوں کو دیتے جو جنگ میں حصہ لیتا اور وہ تقسیم میں سب سے بڑے کو، اس کے بعد جس کا نمبر ہو اس کو دیتے تھے۔ (ابن ابی حاتم، ابن جریر)

(3)اس آیت سے یہ معلوم ہوا کہ میراث کے اصول اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہیں۔

(4)یقیناً اللہ تعالیٰ لوگوں کے حق میں والدین سے زیادہ شفیق ہیں۔

(5)اللہ تعالیٰ نے جو حصے مقرر کئے ہیں وہ ہمارے مفاد میں ہیں۔

(6)اللہ تعالیٰ نے جو تقسیم کی ہے ایسی تقسیم خود والدین بھی نہیں کر سکتے۔

(7)اللہ تعالیٰ وصیت کرتے ہیں، حصے مقرر کرتے ہیں اور میراث تقسیم کرتے ہیں۔

(8)اللہ تعالیٰ نے یہ وصیت اس لیے کی ہے تا کہ انسانوں کی زندگیوں میں یہ احکامات چلیں۔

(9)اب کسی مسلمان کا اختیار نہیں کہ وہ یہ کہے کہ ہم اپنے لیے جو چاہیں کریں ہمیں اپنا اچھا برا معلوم ہے۔

سوال3: میراث کی تقسیم کا کیا اصول ہے، اس کی وضاحت ﴿لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ﴾ ''مرد کے لیے دو عورتوں کے برابر حصہ ہے'' وراثت کی تقسیم اس

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اصول کے مطابق ہوگی کہ ایک لڑکے کا حصہ دو لڑکیوں کے برابر ہے۔

(2) حصوں میں یہ فرق ذمہ داریوں کے اعتبار سے ہے۔

(3) کسی صنف کو دوسری صنف پر فضیلت کے اعتبار سے تقسیم نہیں کیا گیا۔

سوال 4: اسلامی معاشرے کے اجتماعی امور میں مرد کے کیا فرائض ہیں جن کی بنیاد پر مرد کو عورت کے مقابلے میں وراثت میں دوگنا حصہ دیا گیا ہے؟

جواب:

مرد کی ذمہ داریاں	عورت کی ذمہ داریاں
1۔ مرد پر معاشی ذمہ داریوں کا بوجھ ہے۔	1۔ عورت پر اسلام معاشی ذمہ داریوں کا بوجھ نہیں ڈالتا۔
2۔ مرد عورت کے ساتھ نکاح کرتا ہے تو مہر ادا کرتا ہے۔	2۔ عورت مہر وصول کرتی ہے دیتی کچھ نہیں۔
3۔ مرد عورت کو نان ونفقہ دیتا ہے۔	3۔ عورت اپنا خرچ مرد سے وصول کرتی ہے، مرد کو دینے کی پابند نہیں۔
4۔ مرد عورت کے ساتھ اولاد کو بھی نان ونفقہ دینے کا پابند ہے۔	4۔ اولاد کی معاشی ضروریات کے لئے اسلام نے عورت کو پابند نہیں کیا۔
5۔ مرد باپ کے بعد ماں، بہنوں کے نان و نفقہ، تعلیم، شادی اور دیگر خاندانی معاملات کی ذمہ داری اٹھاتا ہے۔	5۔ باپ کے جانے کے بعد عورت کو اپنی ماں اور بہنوں کی کوئی ذمہ داری نہیں اٹھانی پڑتی۔

خاندانی اور اجتماعی معاملات میں بھی مرد کی ذمہ داریاں عورت کے مقابلے میں دوگنا ہیں۔ اس لیے عورت کے مقابلے میں مرد کو دو حصے دینے کی تقسیم منصفانہ ہے۔

سوال 5: وراثت بڑے اور چھوٹے بچے میں کیسے تقسیم ہوگی؟

جواب: اولاد خواہ چھوٹی ہو یا بڑی، لڑکے ہوں یا لڑکیاں سب وارث ہوں گے اور اصول کے مطابق تقسیم ہوگی۔

سوال 6: کیا جنین (ماں کے پیٹ کا بچہ) بھی وارث ہوگا؟

جواب: جنین بھی وارث ہوگا اور اصول کے مطابق وراثت پائے گا۔

سوال 7: کیا کافر اولاد بھی وارث ہوگی؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جواب: کافر اولاد وارث نہیں ہوسکتی کیونکہ کسی مسلمان کا ورثہ کافر نہیں پاسکتا۔

سوال8: اگر میت کا بیٹا نہ ہو تو میراث کی تقسیم کی کون سی دوصورتیں ہوسکتی ہیں، اس کی وضاحت ﴿فَاِنْ ... فَلَهَا النِّصْفُ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) اگر میت کا بیٹا نہ ہو تو میراث کی تقسیم کی دوصورتیں ہوسکتی ہیں: (i) دو یا دو سے زائد بیٹیاں (ii) ایک بیٹی۔

(2) پہلی صورت: ﴿فَاِنْ كُنَّ نِسَآءً فَوْقَ اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ﴾ ''پھر اگر عورتیں دو سے زیادہ ہوں تو میت نے جو چھوڑا ہو اس میں سے دو تہائی ان کے لیے حصہ ہے'' اگر دو یا زیادہ لڑکیاں ہوں اور کوئی لڑکا نہ ہو، تو لڑکیوں کو دو تہائی ملے گا، اور باقی مال عصبہ میں تقسیم ہوگا اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے آخری آیت میں دو بہنوں کا حصہ دو تہائی مال بتایا ہے، تو دو لڑکیاں بدرجۂ اولیٰ دو تہائی کی حق دار ہوں گی۔ سورۃ النساء کی آیت 176 ہے: ﴿فَاِنْ كَانَتَا اثْنَتَيْنِ فَلَهُمَا الثُّلُثٰنِ مِمَّا تَرَكَ﴾ ''پھر اگر بہنیں دو ہوں تو انہیں کل چھوڑے ہوئے کا دو تہائی ملے گا'' اور امام احمد، ابوداؤد، ترمذی اور ابن ماجہ نے جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ کی دو لڑکیوں کے لیے دو تہائی مال کا فیصلہ کیا، اور ان دونوں کی ماں کے لیے آٹھویں حصے کا، اور جو بچ گیا وہ عصبہ کو دے دیا۔ (تیسیر الرحمٰن: 243/1)

(3) دوسری صورت: ﴿وَاِنْ كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ﴾ ''اور اگر وہ اکیلی ہو تو آدھا ترکہ اس کے لیے ہے'' ایک بیٹی وارث ہو تو آدھا ترکہ اس کا ہے اور باقی مال عصبہ کو ملے گا۔

سوال9: اگر میت صاحب اولاد ہو تو اس کے والدین میں سے ہر ایک کو ترکے میں سے کتنا حصہ ملے گا، اس کی وضاحت ﴿وَلِاَبَوَيْهِ ... وَلَدٌ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلِاَبَوَيْهِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ مِمَّا تَرَكَ اِنْ كَانَ لَهٗ وَلَدٌ﴾ ''اور میت کے ماں باپ میں سے ہر ایک کے لیے چھٹا حصہ ہے اس میں سے جو اس نے چھوڑا اگر اس کی اولاد ہو'' اگر میت صاحب اولاد ہو تو اس کے باپ کا بھی چھٹا حصہ اور ماں کا بھی چھٹا حصہ ہوگا۔

(2) اگر میت کی صرف ایک بیٹی ہے تو اس کا نصف حصہ ہوگا اور والدین میں سے ہر ایک کا چھٹا حصہ ہوگا اور باپ کو دوسرا چھٹا حصہ عاصب ہونے کی حیثیت پر ملے گا۔

سوال10: اگر میت صاحب اولاد نہ ہو، والدین ہی وارث ہوں تو ان کا حصہ کس طرح تقسیم ہوگا، اس کی وضاحت ﴿فَاِنْ لَّمْ ... فَلِاُمِّهِ السُّدُسُ﴾ کی روشنی میں کریں؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جواب:(1)﴿فَإِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهٗ وَلَدٌ وَّوَرِثَهٗٓ اَبَوٰهُ فَلِاُمِّهِ الثُّلُثُ﴾''پھر اگر اس کی کوئی اولاد نہ ہو اور اس کے وارث اس کے والدین ہوں تو اس کی ماں کا ایک تہائی حصہ ہے''اگر میت صاحب اولاد نہ ہو، والدین ہی وارث ہوں تو باپ کے لیے 2/3 حصہ اور ماں کے لیے 1/3 حصہ ہوگا۔

(2)﴿فَإِنْ كَانَ لَهٗٓ اِخْوَةٌ فَلِاُمِّهِ السُّدُسُ﴾''پھر اگر اس کے بہن بھائی بھی ہوں تو اس کی ماں کا چھٹا حصہ ہے''اگر میت صاحب اولاد نہ ہو لیکن بھائی بہن ہوں تو ماں کے لیے 1/6 حصہ اور باپ کے لیے 5/6 حصہ ہوگا۔

(3)اگر ماں باپ کے ساتھ بھائی بھی ہوں، چاہے سگے یا باپ کی طرف سے، یا ماں کی طرف سے، تو بھائیوں کو باپ کے ساتھ کچھ بھی نہیں ملے گا، لیکن ایسی حالت میں ماں کو تہائی مال کی بجائے چھٹا حصہ ملے گا۔ اور اگر باپ اور ماں کے علاوہ کوئی دوسرا وارث نہ ہوگا تو باقی مال باپ کو ملے گا۔ جمہور کے نزدیک دو یا دو سے زیادہ بھائیوں کا ایک ہی حکم ہے، اور اگر بھائی صرف ایک ہے، تو ماں کو تہائی مال ملے گا۔ (تیسیر الرحمٰن:243/1)(4)اہل علم کا خیال ہے کہ بھائیوں کی موجودگی میں ماں کو صرف چھٹا حصہ اس لیے ملتا ہے کہ ان کا باپ ہی ان کی شادی اور دیگر اخراجات کا متحمل ہوتا ہے، اس لیے ماں کے چھٹے حصے کے بعد باقی مال باپ کو مل جائے گا، تاکہ ان بھائیوں کی پرورش و پرداخت پر خرچ کرے۔ (تیسیر الرحمٰن:243/1)

سوال 11: ماں باپ کے حصّے کی کتنی صورتیں ہیں؟

جواب: ماں باپ کے حصّے کی تین صورتیں بیان کی گئی ہیں: (1)میت کی اولاد ہو تو ماں باپ میں سے ہر ایک کے لئے چھٹا (1/6) حصّہ ہے۔ اگر اولاد ایک بیٹی ہو تو کل مال کے چھ حصوں میں سے آدھا مال بیٹی کا یعنی چھ حصوں میں سے تین حصے (3/6) بیٹی کے ہوں گے، ایک سدس (1/6) ماں کا، ایک سدس (1/6) باپ کا اور ایک سدس باپ کو دینے کے بعد جو بچے گا (1/6) وہ بھی باپ کو دیا جائے گا۔ پہلا سدس باپ ہونے کی حیثیت سے اور دوسرا عصبہ (وہ مرد جو میت کے زیادہ قریب ہوں، باپ، بھائی، چچا وغیرہ) ہونے کی حیثیت سے۔

(2)اگر مرنے والے کی اولاد نہیں ہے تو ماں کے لئے تیسرا حصہ (1/3) ہے اور باقی دو حصے (2/3) باپ کو عصبہ کے طور پر ملیں گے۔ اگر مرنے والے مرد کی بیوی یا بیوی کا شوہر زندہ ہے تو بیوی یا شوہر کا حصہ نکال کر باقی مال میں سے ماں کے لئے تیسرا حصہ (ثلث) اور باقی باپ کے لئے ہوگا۔(3)اگر مرنے والے کے ماں باپ کے ساتھ بہن بھائی بھی زندہ ہوں تو ماں کو چھٹا (1/6) حصہ ملے گا اور باقی 5/6 باپ کے حصّے میں چلے جائیں گے لیکن شرط یہ ہے کہ کوئی اور وارث نہ ہو۔

سوال 12: مرنے والے کے بہن بھائیوں کے حصہ دار ہونے کے لئے کیا سگا ہونا ضروری ہے؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جواب: ماں باپ کی زندگی میں بہن بھائی حق دار نہیں ہو سکتے۔ اگر ماں باپ حیات نہیں ہیں تو بہن بھائی چاہے ایک ماں باپ سے ہوں یعنی عینی، یا باپ ایک ہو مائیں مختلف ہوں یعنی علاتی بہن بھائی، یا ماں ایک ہو باپ مختلف ہوں یعنی اخیافی بہن بھائی، سب حصہ دار ہوں گے۔

سوال 13: میراث میں سے حصے کب نکالے جائیں گے، اس کی وضاحت ﴿مِنْۢ بَعْدِ ... اَوْ دَيْنٍ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿مِنْۢ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوْصِيْ بِهَآ اَوْ دَيْنٍ﴾ ''اس وصیت کے بعد جو وہ کر جائے یا قرض کے بعد'' میراث میں سے حصے تب نکالے جائیں گے (i) جب میت کی وصیت پوری کر دی جائے۔ (ii) جب اس کا قرض ادا کر دیا جائے۔ (2) حکم کے اعتبار سے اجماع ہے کہ قرض پہلے ادا ہوگا، وصیت بعد میں پوری کی جائے گی، پھر وراثت تقسیم ہوگی۔ (3) آیت میں وصیت کا ذکر قرض سے پہلے اس لیے کیا گیا کہ میت پر قرض ہونا ضروری نہیں جب کہ وصیت ضروری ہے۔ (4) تمام علمائے امت کا اجماع ہے کہ قرض کی ادائیگی وصیت کی تنفیذ پر مقدم ہے، اور آیت میں وصیت کو اس لیے مقدم رکھا گیا ہے تا کہ لوگ اس کی تنفیذ میں سستی نہ کریں۔ (تیسیر الرحمٰن: 244,243/1)

سوال 14: وصیت پر قرض کو مقدم کرنے میں کیا حکمت ہے؟

جواب: (1) سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے کہا: تم اس آیت کو پڑھتے ہو ﴿بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوْصِيْ بِهَآ اَوْ دَيْنٍ﴾ رسول صلی اللہ علیہ وسلم وصیت سے پہلے قرض ادا کرتے تھے۔ (جامع البیان: 293/4) قرض میں ایک تیسرے شخص کے حقوق کا سوال ہوتا ہے۔ اس لیے میت کے مال میں سے اس کی ادائیگی لازم ہے۔ (2) قرض کی ادائیگی کے لیے شرط یہ ہے کہ میت کا مال موجود ہو۔

سوال 15: ایک شخص کی وفات کے بعد بھی شریعت اس کے ذمہ واجب الادا قرضوں کو موقوف نہیں کرتی، اس کی وجہ بتائیے؟

جواب: (1) شریعت نے انسان کو قرض کی ذمہ داریوں سے بری الذمہ ہونے کی بہت تاکید کی ہے۔ (2) معاشرے کے اندر باہمی اعتماد کی فضا کو اسلام نے قائم رکھا ہے۔ (3) چونکہ میت نے خود قرض لیا ہے تو اس کے مال میں سے پہلے قرض کی ادائیگی ہوگی۔ سیدنا ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ پڑھنے کو کھڑے ہوئے صحابہ رضی اللہ عنہم میں اور بیان کیا ان سے کہ تمام عملوں میں افضل جہاد ہے اللہ کی راہ میں اور ایمان لانا اللہ تعالیٰ پر۔ ایک شخص کھڑا ہوا اور بولا: یا رسول اللہ! اگر میں مارا جاؤں اللہ کی راہ میں تو میرے گناہ معاف ہو جائیں گے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ہاں اگر تو مارا جائے اللہ کی راہ میں صبر کے ساتھ اور تیری نیت خالص ہو اللہ کے لئے اور تو سامنے رہے پیٹھ نہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

موڑے۔'' پھر آپ ﷺ نے فرمایا: ''تو نے کیا کہا؟'' وہ بولا: اگر میں مارا جاؤں اللہ تعالیٰ کی راہ میں تو میرے گناہ معاف ہو جائیں گے؟ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: ''ہاں اگر تو مارا جائے صبر کر کے خالص نیت سے اور منہ تیرا سامنے ہو پیٹھ نہ موڑے مگر قرض معاف نہ ہوگا کیونکہ جبرائیل علیہ السلام نے بیان کیا مجھ سے اس بات کو۔'' (مسلم:4880)

سوال16: وصیت کا پورا کرنا کیوں ضروری ہے؟

جواب: (1) میت کا ارادہ اس کے ساتھ متعلق ہو گیا ہے۔ (2) بعض محروم رشتہ داروں کو فائدہ پہنچانے کے لیے وصیت ضروری ہے۔ (3) خاندان کے بعض معذور اور مستحق افراد کو دینے میں سارے خاندان کی مصلحت ہوتی ہے۔

(4) بعض اوقات وصیت کی وجہ سے حسد، کینہ اور خاندانی جھگڑے رک جاتے ہیں۔

سوال17: وصیت کے بارے میں اصول کیا ہے؟

جواب: (1) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ﴿وَلَا وَصِيَّةَ لِوَارِثٍ﴾ ''کسی وارث کے حق میں وصیت کرنا جائز نہیں۔'' (جامع ترمذی:2121,2120) (2) وصیت ترکے کے 1/3 حصے میں سے کی جا سکتی ہے۔

سوال18: ﴿اٰبَآؤُكُمْ ... حَكِيْمًا﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ ۚ لَا تَدْرُوْنَ اَيُّهُمْ اَقْرَبُ لَكُمْ نَفْعًا﴾ ''تمہارے باپ ہوں یا تمہارے بیٹے، تم نہیں جانتے کہ ان میں سے نفع پہنچانے میں تمہارے زیادہ قریب کون ہے؟'' وراثت کے حوالے سے غلط فہمی کی وضاحت کی گئی ہے۔ اصل مسئلہ یہ نہیں ہے کہ کون تمہارے لیے مفید ہے اور کون مفید تر ہے۔ اصل مسئلہ دین، قانون اور شریعت کا ہے۔ جو حصے مقرر ہیں اللہ تعالیٰ نے مقرر کئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہی نے ماں باپ کو بھی پیدا کیا اور اولاد کو بھی۔ اسی نے دولت دی ہے۔ فرائض عائد کرنے والا بھی وہی ہے۔ وہ سب حقیقتوں سے واقف ہے۔

(2) اس آیت کا مقصد یہ ہے کہ تمام افراد خوش دلی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی تقسیم پر راضی ہو جائیں۔ اس لیے کہ ہو سکتا ہے انسان جذبات سے مغلوب ہو کر کبھی والدین کو اولاد کے مقابلے میں ترجیح دے اور کبھی والدین کے مقابلے میں اولاد کو اور کبھی کسی کو دوسرے کے مقابلے میں ترجیح ہی نہ دے سکے۔

(3) وراثت اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہے اور اس میں گہری حکمت و مصلحت ہے جب کہ انسان کا علم محدود ہے۔

(4) اگر وراثت کے حصے تمہاری عقل اور تمہارے اختیار کے مطابق بنائے جاتے تو اس قدر نقصان پہنچتا جسے اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے کیونکہ عقل ناقص ہے اور ہر زمان و مکان کے مطابق جو چیز زیادہ اچھی اور زیادہ لائق ہے اس کی معرفت حاصل

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کرنے سے قاصر ہے۔ پس انسان نہیں جانتا کہ اس کی اولاد یا والدین میں سے دینی اور دنیاوی مقاصد کے حصول میں کون اس کے لیے زیادہ فائدہ مند اور اس کے زیادہ قریب ہے۔ (تفسیر سعدی)

(5) ﴿فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ﴾ ''یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر کیا ہوا ہے'' یعنی یہ جو ہم نے میراث کی تفصیل ذکر کی ہے اور بعض وارثوں کو بعض سے زیادہ حصہ دے دیا ہے تو یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر کردہ ہے اور اللہ تعالیٰ ہی نے اس کا حکم دیا ہے اور فیصلہ فرمایا ہے۔ (المصباح المنیر: 56/2)

(6) ﴿اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا﴾ ''یقیناً اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے سب کچھ جاننے والا، کمال حکمت والا ہے'' بے شک اللہ تعالیٰ تمہارے حالات کو جانتا ہے اور اس کی حکمت عظیم ہے۔ جس چیز کو اس نے مشروع کیا ہے اس میں تمہارے لئے بڑی منفعت ہے۔ (تفسیر مراغی: 166/2)

(7) اللہ تعالیٰ علیم ہے بندوں کی مصلحتوں کو جانتا ہے اور حکیم ہے یعنی جو کچھ اس نے فرض کیا اور وراثت کی تقسیم کے احکامات وغیرہ میں کمال حکمت والا ہے۔ (البحر المحیط: 544/3)

﴿وَلَكُمْ نِصْفُ مَا تَرَكَ اَزْوَاجُكُمْ اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهُنَّ وَلَدٌ ۚ فَاِنْ كَانَ لَهُنَّ

''اور جو تمہاری بیویاں چھوڑ جائیں اس میں تمہارا آدھا حصہ ہے اگر ان کے لیے کوئی اولاد نہ ہو پھر اگر ان کے لیے اولاد ہو تو تمہارے لیے

وَلَدٌ فَلَكُمُ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْنَ مِنْۢ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوْصِيْنَ بِهَآ اَوْ دَيْنٍ ۭ وَلَهُنَّ

اس میں چوتھائی حصہ ہے جو انہوں نے چھوڑا ہے اس وصیت کے بعد جو وہ کر جائیں یا قرض (کی ادائیگی) کے بعد، اور ان کے لیے چوتھائی حصہ

الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْتُمْ اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّكُمْ وَلَدٌ ۚ فَاِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ

ہے اس میں سے جو تم نے چھوڑا اگر تمہاری کوئی اولاد نہ ہو، پھر اگر تمہارے لیے کوئی اولاد ہو تو ان کے لئے آٹھواں حصہ ہے اس میں سے جو تم

مِمَّا تَرَكْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ وَصِيَّةٍ تُوْصُوْنَ بِهَآ اَوْ دَيْنٍ ۭ وَاِنْ كَانَ رَجُلٌ يُّوْرَثُ كَلٰلَةً

نے چھوڑا، اس وصیت کے بعد جو تم کر جاؤ یا قرض (کی ادائیگی) کے بعد اور اگر کوئی مرد جس کا ورثہ لیا جا رہا ہے جس کا نہ باپ ہے اور

اَوِ امْرَاَةٌ وَّلَهٗٓ اَخٌ اَوْ اُخْتٌ فَلِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ ۚ فَاِنْ كَانُوْٓا اَكْثَرَ

نہ اولاد ہے یا (وہ) کوئی عورت ہو اور اس کے لیے ایک بھائی یا ایک بہن ہو تو دونوں میں سے ہر ایک کے لیے چھٹا حصہ ہے، پھر اگر وہ (بہن

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

مِنْ ذٰلِكَ فَهُمْ شُرَكَآءُ فِي الثُّلُثِ مِنْۢ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوْصٰى بِهَآ اَوْ دَيْنٍ ۙ

بھائی) اس سے زیادہ ہوں تو وہ سب ایک تہائی میں شریک ہوں گے، وصیت کے بعد جو کی جائے یا قرض (کی ادائیگی) کے

غَيْرَ مُضَآرٍّ ۚ وَصِيَّةً مِّنَ اللّٰهِ ۗ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَلِيْمٌ ﴾

بعد) بشرطیکہ کسی کا نقصان نہ کیا گیا ہو، اللہ تعالیٰ کی طرف سے وصیت ہے، اور اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والا، نہایت بردبار ہے" (12)

سوال 1: شوہر اور بیوی کو ایک دوسرے کی میراث سے کتنا حصہ ملے گا، اس کی وضاحت ﴿وَلَكُمْ ... اَوْ دَيْنٍ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلَكُمْ نِصْفُ مَا تَرَكَ اَزْوَاجُكُمْ اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهُنَّ وَلَدٌ ﴾ "اور جو تمہاری بیویاں چھوڑ جائیں اس میں تمہارا آدھا حصہ ہے اگر ان کے لیے کوئی اولاد نہ ہو" بیوی بے اولاد فوت ہوئی تو شوہر کو اس کی میراث کا آدھا حصہ ملے گا۔

(2) ﴿فَاِنْ كَانَ لَهُنَّ وَلَدٌ فَلَكُمُ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْنَ مِنْۢ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوْصِيْنَ بِهَآ اَوْ دَيْنٍ﴾ "پھر اگر ان کے لیے اولاد ہو تو تمہارے لیے اس میں چوتھائی حصہ ہے جو انہوں نے چھوڑا ہے اس وصیت کے بعد جو وہ کر جائیں یا قرض (کی ادائیگی) کے بعد" بیوی صاحب اولاد فوت ہوئی تو وصیت اور قرض کی ادائیگی کے بعد شوہر کو 1/4 حصہ ملے گا۔

(3) ﴿وَلَهُنَّ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْتُمْ اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّكُمْ وَلَدٌ﴾ "اور ان کے لیے چوتھائی حصہ ہے اس میں سے جو تم نے چھوڑا اگر تمہاری کوئی اولاد نہ ہو" شوہر بے اولاد فوت ہو گیا تو بیوی کو 1/4 حصہ ملے گا۔

(4) ﴿فَاِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا تَرَكْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ وَصِيَّةٍ تُوْصُوْنَ بِهَآ اَوْ دَيْنٍ﴾ "پھر اگر تمہارے لیے کوئی اولاد ہو ان کے لئے اس میں سے آٹھواں حصہ ہے جو تم نے چھوڑا، اس وصیت کے بعد جو تم کر جاؤ یا قرض (کی ادائیگی) کے بعد" شوہر صاحب اولاد فوت ہوا تو وصیت اور قرض کی ادائیگی کے بعد بیوی کو 1/8 حصہ ملے گا۔

(5) اس چوتھے اور آٹھویں حصے میں تمام بیویاں شریک ہوں گی، خواہ وہ ایک ہو یا دو یا تین یا چار۔ (المصباح المنیر: 57/2)

سوال 2: کلالہ کسے کہتے ہیں اور کلالہ کی وراثت کیسے تقسیم ہو گی، اس کی وضاحت ﴿وَاِنْ ... اَوْ دَيْنٍ﴾ کی روشنی میں کریں؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جواب:(1)﴿وَاِنْ كَانَ رَجُلٌ يُّوْرَثُ كَلٰلَةً اَوِ امْرَاَةٌ﴾ ''اوراگر کوئی مرد جس کا ورثہ لیا جارہا ہے جس کا نہ باپ ہے اور نہ اولاد ہے یا وہ کوئی عورت ہو'' اگر میت کا باپ ہے نہ دادا، بیٹا ہے نہ پوتا، بیٹی ہے نہ پوتی۔۔خواہ نیچے تک چلے جائیں۔ایسی میت کو کلالہ کہا جاتا ہے جیسا کہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس کی تفسیر بیان کی ہے اور اسی مفہوم پر اجماع واقع ہو گیا ہے۔(تفسیر سعدی:1/483)

(2)﴿وَاِنْ كَانَ رَجُلٌ يُّوْرَثُ كَلٰلَةً اَوِ امْرَاَةٌ وَّلَهٗ اَخٌ اَوْ اُخْتٌ فَلِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ﴾ ''اور اگر کوئی مرد جس کا ورثہ لیا جارہا ہے جس کے نہ ماں باپ ہیں اور نہ اولاد ہے یا (وہ) کوئی عورت ہو اور اس کے لیے ایک بھائی یا ایک بہن ہو تو دونوں میں سے ہر ایک کے لیے چھٹا حصہ ہے'' فقہاء کا اجماع ہے کہ یہاں بہن بھائی سے مراد اخیافی (ماں شریک) بہن بھائی ہیں۔(تفسیر سعدی:1/483) کلالہ کا ایک بھائی یا ایک بہن ہو تو ہر ایک کو 1/6 حصہ ملے گا۔

(3)﴿فَاِنْ كَانُوْٓا اَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ فَهُمْ شُرَكَآءُ فِي الثُّلُثِ مِنْۢ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوْصٰى بِهَآ اَوْ دَيْنٍ﴾ ''پھر اگر وہ (بہن بھائی) اس سے زیادہ ہوں تو وہ سب ایک تہائی میں شریک ہوں گے، وصیت کے بعد جو کی جائے یا قرض (کی ادائیگی کے بعد)'' کلالہ کے ایک سے زائد بہن بھائی ہوں تو کل ترکہ کے 1/3 حصہ میں وہ سب شریک ہوں گے، وصیت اور قرض کی ادائیگی کے بعد۔

(4) حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ کہتے ہیں: ماں کی طرف سے بھائیوں کا حکم کئی اعتبار سے دیگر وارثوں سے مختلف ہے، مثلاً

(i) یہ اس کی موجودگی میں بھی وارث ہوتے ہیں جس کی وجہ سے یہ میت کی طرف منسوب ہیں اور وہ ماں ہے۔

(ii) میراث میں ان بھائیوں اور بہنوں کا حصہ ایک جیسا ہے۔

(iii) یہ صرف اسی صورت میں وارث ہوتے ہیں جب میت کلالہ ہو، باپ دادا، بیٹا اور پوتا کی موجودگی میں یہ وارث نہیں ہوں گے۔

(iv) خواہ ان بھائیوں اور بہنوں کی تعداد کتنی ہی زیادہ کیوں نہ ہو انہیں وراثت میں ایک تہائی سے زیادہ حصہ نہیں ملتا۔

(المصباح المنیر :58/2)

سوال 3: وصیت اور قرض میں ضرر رسانی سے کیا مراد ہے، اس کی وضاحت ﴿غَيْرَ مُضَآرٍّ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿غَيْرَ مُضَآرٍّ﴾ ''بشرطیکہ کسی کا نقصان نہ کیا گیا ہو'' وصیت میں ضرر رسانی یہ ہے کہ مستحق رشتے داروں کے حقوق ضائع کئے جائیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(2) قرض میں ضرر رسانی یہ ہے کہ: (i) انسان حق داروں کو محروم کرنے کے لیے اپنے اوپر ایسے قرض کا اقرار کرے جو فی الواقع اس نے نہ لیا ہو۔ (ii) ایسی چال چلے جس کا مقصد یہ ہو کہ حق دار میراث سے محروم ہو جائیں۔ (iii) اس قسم کے ضرر کو گناہ کبیرہ کہا گیا ہے۔

(3) کلالہ کے تذکرہ کے ساتھ قرض اور وصیت میں ضرر رسانی کا ذکر اس لیے کیا گیا کیونکہ کلالہ میں عموماً اپنی جائیداد تلف کر دینے کا رجحان پایا جاتا ہے۔

سوال 4: ﴿وَصِيَّةً ... حَلِيْمٌ﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَصِيَّةً مِّنَ اللّٰهِ﴾ ''اللہ تعالیٰ کی طرف سے وصیت ہے'' اللہ تعالیٰ تمہیں وصیت کرتا ہے۔ سیدنا ابوامامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے ہر حق دار کو اس کا حق عطا فرما دیا ہے، لہٰذا اب کسی وارث کے لیے وصیت نہیں ہے۔'' (ابوداؤد: 2870)

(2) ﴿وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَلِيْمٌ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والا، نہایت بردبار ہے'' اگر اللہ تعالیٰ کے قانون کی خلاف ورزی کی تو اس کی گرفت سے بچ نہ سکو گے۔

(3) اللہ تعالیٰ نے جو حصے مقرر کیے ہیں وہ بالکل صحیح ہیں۔ اللہ تعالیٰ انسانوں کی مصلحت کو ان سے بڑھ کر جانتا ہے۔

(4) اللہ تعالیٰ نرم خو ہے۔ اس نے قانون بنانے میں سختی نہیں کی۔ اس نے ایسے قاعدے مقرر کیے ہیں جن میں انسانوں کے لیے سہولت ہے تاکہ وہ تنگی اور مشقت میں مبتلا نہ ہوں۔

﴿تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ ۭ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا

''یہ اللہ تعالیٰ کی حدود ہیں، اور جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی فرماں برداری کرے گا وہ اسے جنتوں میں داخل کرے گا جن کے

الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ وَذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ﴾

نیچے سے نہریں جاری ہوں گی، ان میں وہ ہمیشہ رہنے والے ہیں اور یہ بہت بڑی کامیابی ہے'' (13)

سوال 1: ﴿تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿تِلْكَ﴾ ''یہ'' اللہ تعالیٰ کے احکامات ہیں۔ یقیناً اس نے تمہارے لئے واضح کر دیے ہیں تاکہ تم انہیں پہچان لو اور ان پر عمل کرو۔ (قرطبی: 58/3) (2) ﴿حُدُوْدُ اللّٰهِ﴾ ''اللہ تعالیٰ کی حدود ہیں'' یعنی یہ وہ حصے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے وارثوں

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

کے لیے ان کی میت سے قرابت، ان کی ضرورت اور میت کے نہ ہونے کی صورت میں ان کی ضرورت کے پورا نہ ہونے کے سبب مقرر فرما دیے ہیں تو یہ احکام اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ حدود ہیں، لہٰذا ان سے تجاوز نہ کرو۔ (المصباح المنیر: 58/2)

(3) حدود حد کی جمع ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کی شریعت اور اس کے احکامات ہیں جو اس نے اپنے بندوں کے لئے مقرر کیے ہیں تا کہ وہ ان پر عمل کریں اور ان سے تجاوز نہ کریں۔ اللہ تعالیٰ نے محارم کے لئے حدود مقرر کی ہیں۔ (تفسیر منیر: 621/2)

(4) اللہ تعالیٰ نے وراثت کے معاملے میں اپنی حدود قائم کی ہیں تا کہ (i) ایک خاندان کے اندر خاندانی نظام کو مضبوط بنایا جائے۔ (ii) معاشرے کے اجتماعی اور مالی تعلقات مضبوط ہوں۔ (iii) خاندانی اور مالی تعلقات میں ان کی وجہ سے توازن پیدا ہو۔ (iv) میراث کی تقسیم میں یہ حدود فیصلہ کن ہوں۔

سوال 2: اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کرنے والوں کو کیا بشارت دی گئی ہے، اس کی وضاحت ﴿وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ ... الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کرنے والوں کو جنت کی بشارت دی گئی ہے۔

(2) ﴿وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ﴾ ''اور جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی فرماں برداری کرے گا'' سعید بن جبیر نے کہا: جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے گا وہ میراث کو اس طرح تقسیم کرے گا جیسے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا۔ (ابن ابی حاتم: 891/3)

(3) اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے حکم کو بجالا کر، جس میں سب سے بڑی چیز توحید میں ان کی اطاعت کرنا ہے، پھر اوامر میں ان کے درجات کے مطابق اطاعت کرنا اور ان کی منع کردہ چیزوں سے اجتناب کرنا ہے جن میں سب سے بڑا ممنوع اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک ہے، پھر دوسرے معاصی ہیں، ان کی درجہ بندی کے ساتھ۔ (تفسیر سعدی: 490/1)

(4) ﴿يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا﴾ ''وہ اسے جنتوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے سے نہریں جاری ہوں گی، ان میں وہ ہمیشہ رہنے والے ہیں'' اللہ تعالیٰ نے اطاعت کرنے والے کو ایسی جنتوں کی خوش خبری دی ہے جس کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔

(5) ﴿وَذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ﴾ ''اور یہ بہت بڑی کامیابی ہے'' اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کرنے والے جنت میں ہوں گے جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے یہی سب سے بڑی کامیابی ہے۔

﴿وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَتَعَدَّ حُدُوْدَهٗ يُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِيْهَا ۪﴾

''اور جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے گا اور اس کی حدوں سے نکل جائے گا، اللہ تعالیٰ اس کو آگ میں داخل کرے گا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ع 2 4 13

﴿وَلَهٗ عَذَابٌ مُّهِيۡنٌ﴾

جس میں وہ ہمیشہ رہنے والا ہے۔اور اس کے لیے رسوا کن عذاب ہے''(14)

سوال 1: اللہ تعالیٰ کی حدود توڑنے اور نافرمانی کرنے والوں کو کیا وعید دی گئی ہے، اس کی وضاحت ﴿وَمَنۡ يَّعۡصِ اللّٰهَ...مُّهِيۡنٌ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ کی حدود توڑنے اور نافرمانی کرنے والوں کو وعید دی گئی ہے کہ وہ ہمیشہ جہنم میں رہیں گے۔

(2)﴿وَمَنۡ يَّعۡصِ اللّٰهَ وَرَسُوۡلَهٗ﴾''اور جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے گا'' مجاہد رحمہ اللہ نے کہا: جو اس نے وراثت میں سے فرض کیا۔(تفسیر وسیط:24/2) معصیت میں کفر اور اس سے کم تر گناہ سب ہی شامل ہیں۔

(3)﴿وَيَتَعَدَّ حُدُوۡدَهٗ﴾''اور اس کی حدوں سے نکل جائے گا'' جو اللہ تعالیٰ کے احکامات اور اس کے فرائض سے تجاوز کرے گا اور ان کی طرف جھکاؤ سے نکل جائے گا۔(تفسیر قاسمی:63/5)

(4)﴿يُدۡخِلۡهُ نَارًا خَالِدًا فِيۡهَا﴾''اللہ تعالیٰ اس کو آگ میں داخل کرے گا جس میں وہ ہمیشہ رہنے والا ہے'' حدود سے تجاوز کرنا آگ میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے داخلے کا موجب ہے۔

(5) ایک حد کو توڑنا پوری شریعت کی نفی کرنا ہے۔ایک حد بھی دین ہے اور پوری شریعت بھی۔

(6) وراثت کی حد کو توڑنا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانی ہے۔

(7)﴿وَلَهٗ عَذَابٌ مُّهِيۡنٌ﴾ ''اور اس کے لیے رسوا کن عذاب ہے'' احکام میراث کے خاتمہ پر ایسی شدید وعید کا آنا اس امر کی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں ان احکام کی عظمت و اہمیت کس درجہ ہے۔(تفسیر ماجدی:705/1)

سوال 2: قانون وراثت کے معاملے میں کون کون سی نافرمانیاں کی جارہی ہیں؟

جواب:(1) عورتوں کو میراث سے محروم کرنا۔(2) صرف بیٹے کو میراث کا مستحق ٹھہرانا۔

(3) تقسیم میراث کو چھوڑ کر مشترکہ خاندانی جائیداد کا طریقہ اختیار کرنا۔

(4) عورتوں اور مردوں کا حصہ برابر کرنا۔(5) Death Duty لگانا۔

﴿وَالّٰتِيۡ يَاۡتِيۡنَ الۡفَاحِشَةَ مِنۡ نِّسَآئِكُمۡ فَاسۡتَشۡهِدُوۡا عَلَيۡهِنَّ اَرۡبَعَةً مِّنۡكُمۡ‌ۚ فَاِنۡ

''اور تمہاری عورتوں میں سے جو بدکاری کریں ان پر اپنے میں سے چار مردوں کی گواہی لو، پھر اگر وہ گواہی دے دیں تو انہیں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿شَهِدُوْا فَاَمْسِكُوْهُنَّ فِي الْبُيُوْتِ حَتّٰى يَتَوَفّٰهُنَّ الْمَوْتُ اَوْ يَجْعَلَ اللّٰهُ لَهُنَّ سَبِيْلًا﴾

گھروں میں بند رکھو، یہاں تک کہ انہیں موت اٹھالے جائے یا اللہ تعالیٰ ان کے لیے کوئی راستہ نکال دے" (15)

سوال 1: اسلام میں ابتدائی طور پر بدکار عورتوں کے لیے کیا سزا مقرر کی گئی تھی، اس کی وضاحت ﴿وَالّٰتِيْ ... سَبِيْلًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) اسلام میں ابتدائی طور پر بدکار عورتوں کے لیے یہ سزا مقرر کی گئی تھی کہ: (i) ان عورتوں کو نظر بند کیا جائے۔ (ii) معاشرے سے دور رکھا جائے اس شرط کے ساتھ کہ ان پر جرم ثابت ہو جائے۔ اس آیت میں اسی کی وضاحت کی گئی ہے۔

(2) ﴿وَالّٰتِيْ يَاْتِيْنَ الْفَاحِشَةَ مِنْ نِّسَآئِكُمْ﴾ "اور تمہاری عورتوں میں سے جو بدکاری کریں" الفاحشہ: یہاں اس سے مراد زنا ہے۔ (3) زنا کو اس کی قباحت اور برائی کی وجہ سے فاحشہ کے نام سے موسوم کیا گیا۔ (تفسیر سعدی: 491/1)

(4) ﴿مِنْ نِّسَآئِكُمْ﴾ "تمہاری عورتوں میں سے" اس کا اطلاق مسلمان عورتوں پر ہوتا ہے۔ (تفسیر مراغی: 171/1)

(5) ﴿فَاسْتَشْهِدُوْا عَلَيْهِنَّ اَرْبَعَةً مِّنْكُمْ﴾ "ان پر اپنے میں سے چار مردوں کی گواہی لو" اثبات زنا کے لیے چار مرد گواہوں کا ہونا ضروری ہے۔ گویا جس طرح زنا کی سزا سخت مقرر کی گئی ہے اسی طرح اس کے اثبات کے لیے گواہوں کی بھی کڑی شرط عائد کر دی گئی ہے یعنی چار مسلمان مرد عینی گواہ۔ اس کے بغیر شرعی سزا کا اثبات ممکن نہیں ہوگا۔ (دعوۃ القرآن)

(6) (i) مسلمان گواہ ہو سکتے ہیں۔ (ii) اسلامی معاشرے میں رہنے بسنے والا گواہ ہو سکتا ہے۔ (iii) شریعت اسلامی کی پیروی کرنے والا گواہ ہو سکتا ہے۔ (iv) اسلامی معاشرے کے حقوق اور ذمہ داریوں کو پورا کرنے والا گواہ ہو سکتا ہے۔

(7) غیر مسلم، مسلمانوں کے ان معاملات میں گواہی نہیں دے سکتے کیونکہ (i) اس بات کا امکان ہے کہ وہ کسی مسلمان عورت کو محض مقدمے میں پھنسانے کے لیے گواہی دے دیں۔ (ii) ایک غیر مسلم کی خدا خوفی، امانت، دیانت اور مصلحت پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا۔ (iii) غیر مسلم کو اسلامی معاشرے کی پاکیزگی سے کیا دلچسپی ہو سکتی ہے۔

(8) ﴿فَاِنْ شَهِدُوْا فَاَمْسِكُوْهُنَّ فِي الْبُيُوْتِ حَتّٰى يَتَوَفّٰهُنَّ الْمَوْتُ﴾ "پھر اگر وہ گواہی دے دیں تو انہیں گھروں میں بند رکھو یہاں تک کہ انہیں موت اٹھالے جائے" زنا کی ایک سزا ابتدائے اسلام میں عمر قید، دائم الحبس تھی۔ (تفسیر ماجدی: 706/1)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(9)اسلام نے فاحشہ عورتوں کی نظر بندی کا حکم فحاشی و بے حیائی کو روکنے کے لیے اور معاشرے کو بے حیائی سے پاک رکھنے کے لیے دیا۔

(10)﴿اَوْ يَجْعَلَ اللّٰهُ لَهُنَّ سَبِيْلًا﴾ ''یا اللہ تعالیٰ ان کے لیے کوئی راستہ نکال دے''یعنی شادی شدہ کے لیے رجم اور کنوارے کے لیے کوڑوں کی سزا ہے(جب وہ زنا کریں۔)(بخاری کتاب التفسیر)

(11)سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:''مجھ سے احکام سیکھ لو، مجھ سے احکام سیکھ لو، مجھ سے احکام سیکھ لو۔اللہ تعالیٰ نے عورتوں کے لیے سبیل پیدا فرمادی ہے،(وہ یہ کہ) کنوارا کنواری کے ساتھ بدکاری کرے تو اس کے لیے سو کوڑے اور اس کے لیے جلاوطنی ہے اور شادی شدہ مرد شادی شدہ عورت کے ساتھ بدکاری کرے تو ان(میں سے ہر ایک) کے لیے سو کوڑوں اور رجم کی سزا ہے۔''(صحیح مسلم:4414)

سوال2:کیا نبی ﷺ کے دور میں زنا کی سزا رجم دی گئی؟

جواب:(1)رسول اللہ ﷺ کے عہد میں ماعز اور غامدیہ کو یہ سزا دی گئی۔

(2)یہودی اور یہودیہ کے سلسلے میں بھی آپ ﷺ نے رجم کا فیصلہ سنایا۔

سوال3:کوئی مرد یا عورت گناہ کر بیٹھے تو اسلام اس سے کیسا معاملہ کرنے کا حکم دیتا ہے؟

جواب:(1)ہر معاملہ قانون کے مطابق کیا جائے گا۔کسی کی ذاتی مرضی شامل نہیں ہوگی۔قانون سے آزاد ہو کر معاملہ نہیں کیا جائے گا۔(2)معاملے کی پوری چھان بین کی جائے گی۔چار گواہیوں کے بغیر کسی کو مجرم قرار نہیں دیا جائے گا۔قانون کا یہ تقاضا لازمی پورا کیا جائے گا۔

(3)اگر کسی فرد سے جرم سرزد ہوا ہے تو کسی شخص کو یہ حق حاصل نہیں کہ وہ ذاتی طور پر اس کے خلاف ظالمانہ کاروائی کرے۔

(4)جرم کی سزا کا تعلق عدلیہ سے ہے۔اسلامی عدالت چھان بین کے بعد سزا کا فیصلہ اللہ تعالیٰ کے قانون کے مطابق کرے گی۔

سوال4:اسلامی سزاؤں کا مقصد کیا ہے؟

جواب:اسلامی سزاؤں کا مقصد عدل کا قیام ہے۔

سوال5:عدل کیسے قائم ہوسکتا ہے؟

جواب:(1)اللہ تعالیٰ کے احکامات کی پابندی سے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(2) معاملے کی چھان بین کرنے سے، گواہوں کی گواہی لے کر جرم ثابت کرنے سے۔

(3) قانون کے مطابق سزا دینے سے۔ (4) سزا دینے کے تمام حالات میں ملزموں کے لیے تحفظ کا پورا پورا انتظام کرنے سے عدل قائم ہوسکتا ہے۔ (5) عدل کا قیام ظلم اور بے انصافی سے نہیں ہوسکتا۔

﴿وَالَّذٰنِ يَاْتِيٰنِهَا مِنْكُمْ فَاٰذُوْهُمَا ۚ فَاِنْ تَابَا وَاَصْلَحَا فَاَعْرِضُوْا عَنْهُمَا ۭ

''اور تم میں سے جو بھی دو افراد بدکاری کریں ان دونوں کو سزا دو، پھر اگر وہ دونوں توبہ کر لیں اور اصلاح کر لیں تو ان سے درگزر کرو۔

اِنَّ اللّٰهَ كَانَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا﴾

یقیناً اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے بے حد توبہ قبول کرنے والا، نہایت رحم والا ہے۔'' (16)

سوال 1: ﴿وَالَّذٰنِ... رَّحِيْمًا﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَالَّذٰنِ يَاْتِيٰنِهَا مِنْكُمْ﴾ ''اور تم میں سے جو بھی دو افراد بدکاری کریں'' اس سے مراد غیر فطری فعل کا ارتکاب کرنے والے مرد ہیں۔ یہ قول مجاہد رحمہ اللہ کا ہے۔ دوسری رائے کے مطابق یہ آیت زانی مرد اور عورت کے بارے میں ہے۔ (2) ایک قول یہ ہے کہ پہلی آیت میں صرف عورتیں مراد ہیں، چاہے وہ شادی شدہ ہوں یا غیر شادی شدہ، یعنی انہیں حبس دوام کی سزا دی جاتی، اور دوسری آیت میں صرف مرد مراد ہیں، شادی شدہ ہوں یا غیر شادی شدہ، کہ انہیں زدوکوب کیا جاتا اور ایذاء پہنچائی جاتی۔ (تیسیر الرحمن)

(3) ﴿فَاٰذُوْهُمَا﴾ ''ان دونوں کو سزا دو'' سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما اور سعید بن جبیر رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ اذیت یوں دی جائے گی: (i) سخت برا بھلا کہا جائے۔ (ii) ان کو ذلیل کیا جائے۔ (iii) ان کو مارا پیٹا جائے، جوتے وغیرہ مارے جائیں۔ (تفسیر طبری: 4/393)

(4) یہ شروع کا حکم ہے اللہ تعالیٰ نے اس حکم کو منسوخ کر دیا۔ سورہ نور کی آیت اس کی ناسخ ہے۔ زانیہ اور زانی کا حکم آیت سے ثابت ہے اور لوطیوں کا حکم حدیث سے۔ (مختصر ابن کثیر: 1/301)

(5) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً روایت ہے: جس کو تم پاؤ کہ اس نے قوم لوط کا عمل کیا تو فاعل اور مفعول دونوں کو قتل کر دو۔ (ترمذی: 1456)

(6) ﴿فَاِنْ تَابَا وَاَصْلَحَا فَاَعْرِضُوْا عَنْهُمَا﴾ ''پھر اگر وہ دونوں توبہ کر لیں اور اصلاح کر لیں تو ان سے درگزر کرو'' جو لوگ توبہ کر لیں، اصلاح کی طرف گامزن ہو جائیں ایسے لوگوں کے بارے میں حکم ہے کہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(i)انہیں معاشرے میں قبول کیا جائے۔(ii)انہیں پچھلے گناہ یاد نہ دلائے جائیں۔(iii)انہیں طعنے نہ دیئے جائیں۔
(iv)ان کے ساتھ اصلاح کے معاملے میں تعاون کیا جائے۔(v)ان کی حوصلہ افزائی کی جائے۔
(vi)ان کے جرائم کو بھلا دیا جائے۔(vii)اس معاشرے میں رہتے ہوئے انہیں تکلیف سے بچایا جائے۔

(7)رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:''جب کوئی باندی زنا کرے اور وہ ثابت ہو جائے تو اس پر حد زنا جاری کی جائے، البتہ اسے لعنت ملامت نہ کی جائے۔''(بخاری:2234)

(8) اس میں اخلاق کے اس دقیق نکتہ کی طرف اشارہ ہے کہ بعض دفعہ حد سے زیادہ سزا اور ملامت ذوق گناہ کو اور بھڑکا دیتی ہے۔مقصد یہ ہے کہ مجرموں کے دل میں شدید احساس پیدا کر دیا جائے اور بس جب یہ پیدا ہو جائے تو انہیں زیادہ تنگ نہیں کرنا چاہیے۔اس طرح وہ خود بخود درک جاتے ہیں۔(سراج البیان:189/1)

(9)﴿اِنَّ اللّٰهَ كَانَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا﴾''یقیناً اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے بے حد توبہ قبول کرنے والا، نہایت رحم والا ہے''اللہ تعالیٰ نے گناہ گار انسانوں کے اصلاح کر لینے پر انہیں معاف کرنے کے لئے اپنے تواب اور رحیم ہونے کا شعور دلایا ہے تاکہ سزا دیتے ہوئے انسانوں کے اندر رحم کا جذبہ بیدار رہو اور وہ گناہ گاروں کو اصلاح کے بعد قبول کر لیں۔

سوال2:اگر معاشرہ اصلاح کرنے والے مجرموں کے ماضی کو نہ بھولے تو کیا نقصان ہو سکتا ہے؟

جواب:(1)لوگ اصلاح کی راہ کو چھوڑ کر دوبارہ جرم کا راستہ اختیار کر سکتے ہیں۔(2)معاشرے میں بگاڑ پیدا کر سکتے ہیں۔
(3)معاشرے کو مزید گندا کر سکتے ہیں۔(4)معاشرے کے لیے مزید مصائب کا سبب بن سکتے ہیں۔

سوال3:اسلامی معاشرہ اپنی پاکیزگی کے لیے کیسے جدوجہد کرتا ہے؟

جواب:اس کے لیے اسلامی ریاست کے قیام کا انتظار کیے بغیر اخلاقی پاکیزگی کی کوششیں کی جانی چاہئیں۔جیسا کہ مکی دور میں قانون کے نفاذ سے پہلے زنا کی ممانعت کی گئی۔(1)زنا کے قریب نہیں جانا چاہیے۔﴿وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰٓى اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً ؕ وَسَآءَ سَبِيْلًا﴾''اور زنا کے قریب بھی نہ جاؤ۔یقیناً وہ ہمیشہ سے بڑی بے حیائی ہے اور برا راستہ ہے۔''(بنی اسرائیل:32)(2)اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرنی چاہیے۔﴿وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ﴾''اور وہی جو اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرنے والے ہیں۔''(المومنون:5)

سوال4:جنسی بے راہ روی کیا ہے؟

جواب:جنسی تعلق کے لیے کسی ضابطۂ اخلاق اور کسی قانون کا پابند نہ ہونا جنسی بے راہ روی ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سوال5:جنسی بے راہ روی کوخوب صورت کیسے بنایا جاتا ہے؟

جواب:(1)جنسی بے راہ روی کو پاکیزہ موضوعات کے ساتھ پیش کر کے خوب صورت بنایا جاتا ہے۔

(2)عریانی کورواج دے کر،جسموں کے ساتھ ساتھ جذبات کوعریاں کر کے،نوجوانوں پر سے خاندان کے کنٹرول کوختم کر کے اورعریاں ادب کے ذریعے صحت مند جنسی شعورکوعریاں جنسی بے راہ روی میں تبدیل کیا جاتا ہے۔

(3)جنسی بے راہ روی کوفن اور فنکاری کے نام پرمنظم کر کے اورجنسی بے راہ روی کو آزادی اورترقی پسندی کا نام دے کرخوب صورت بنایا جاتا ہے۔

سوال6:جنسی بے راہ روی کا نتیجہ کیا نکلتا ہے؟

جواب:(1)جنسی بے راہ روی کا یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ اخلاقی ضابطےٹوٹتے ہیں۔

(2)تہذیبوں کے اندرٹوٹ پھوٹ کا عمل شروع ہوجاتا ہے۔(3)قومیں زوال کے گڑھے میں جا گرتی ہیں۔

سوال7:کیا گزشتہ اقوام نے جنسی بے راہ روی کے نتائج بھگتے ہیں؟

جواب:(1)گزشتہ اقوام نے جنسی بے راہ روی کے نتائج بھگتے ہیں،یونانی تہذیب کوجنسی بے راہ روی نے تباہ کیا۔

(2)رومی تہذیب اورفارسی تہذیب کی تباہی کا سبب بھی جنسی بے راہ روی تھا۔

(3)آج مغربی تہذیب خاص طور پر یورپ اورامریکہ صنعتی وتمدنی ترقی کے عروج پر ہونے کے باوجود جنسی بے راہ روی کے ہاتھوں توڑ پھوڑ کا شکار ہیں۔

سوال8:جنسی بے راہ روی کا اندازہ کس طرح سے لگایا جاتا ہے؟

جواب:(1)جنسی بے راہ روی کا اندازہ معاشرے کے رسوم ورواج سے لگایا جاتا ہے۔

(2)معاشرے کے ادب اورشاعری سے،عورت کے بازاری پن اورمردوعورت کے اختلاط سے مثلاً مخلوط تعلیم،مخلوط مجالس وغیرہ سے اس کا اندازہ لگایا جاتا ہے۔

سوال9:کیا جنسی آزادی انسان کا حق ہے؟

جواب:(1)بے قید جنسی آزادی توانسانی مرتبے سے گرنا ہے۔(2)یہ حیوانی خواہشات کی غلامی ہے۔

سوال10:انسان کے اندر پائے جانے والے جنسی جذبے اورحیوانی جنسی جذبے میں کیا فرق ہے؟

جواب:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

انسان کا جنسی جذبہ	جانوروں کا جنسی جذبہ
1۔انسان کی جنسی خواہش اس کی عقل کے کنٹرول میں ہے۔ عقل اس کے نظریے کی تابع ہوتی ہے۔	1۔جانوروں کی جنسی خواہش فطری قید کے اندر ہے۔
2۔انسانوں کے لیے موسم مقرر نہیں ہوتا۔	2۔جانوروں کے لیے اللہ تعالیٰ نے موسم مقرر کر دیا ہے جس میں نر اور مادہ کے اندر یہ خواہش پیدا ہوتی ہے۔
3۔انسان کا جنسی تعلق (نکاح) سکون کے حصول کے لیے بھی ہے اور حصول اولاد کے لیے بھی۔	3۔جانوروں کا جنسی ملاپ فطرت کے مقاصد کے لیے ہوتا ہے یعنی نسل میں اضافے کے لیے۔
4۔انسان کی عقل فطری خواہش اور دباؤ کا مقابلہ نہیں کر سکتی اور جسمانی تقاضوں کے سامنے کمزور پڑ جاتی ہے۔ایسے وقت میں نفس کی خواہشات کو کنٹرول کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔	4۔جانوروں کی مادہ نر کو متعین وقت میں قبول کرتی ہے اور نر بھی اسی وقت آمادہ ہوتا ہے جب مادہ تیار ہو۔

سوال11: کیا جنسی بے راہ روی کے ہوتے ہوئے صنعت اور پیداوار کی کثرت سے انسانی تہذیب کو بچایا جا سکتا ہے؟

جواب: جنسی بے راہ روی انسان کی تباہی ہے۔ جب انسان تباہ ہو جائے تو صنعت اور پیداوار کی کثرت انسانی تہذیب کو بچا نہیں سکتی۔

سوال12: اسلام نے جنسی بے راہ روی کے لیے سخت ترین سزائیں کیوں تجویز کی ہیں؟

جواب: (1) انسان کو ہلاکت سے بچانے کے لیے۔

(2) انسانی زندگی کو انسانی بنیادوں پر چلانے کے لیے اسلام نے جنسی بے راہ روی کے لیے سخت ترین سزائیں تجویز کی ہیں۔

سوال13: کسی ادارے یا حکومت کا فحاشی پھیلانا کیا معنی رکھتا ہے؟

جواب: فحاشی پھیلا کر انسان کے اندر حیوانی شہوت رانی کے جذبات کو ابھارا جاتا ہے۔اس مقصد کو پورا کرنے کے لیے عریانیت کا ہتھیار کام آتا ہے۔جب جسم عریاں ہو جائے، جذبات عریاں ہو جائیں، ادب عریاں ہو جائے تو جنسی بے راہ روی منظم ہوتی ہے۔ جو ادارے اس بے حیائی کو منظم کرتے ہیں، جو حکومتیں اس بے حیائی کی حمایت کرتی ہیں اور اسے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فروغ دیتی ہیں، وہ دراصل جرم کا ارتکاب کرتی ہیں چاہے یہ فن کے نام پر ہو یا ترقی پسندی اور روشن خیالی کے نام پر ہو۔

﴿اِنَّمَا التَّوْبَةُ عَلَى اللّٰهِ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السُّوْٓءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ يَتُوْبُوْنَ

''اللہ تعالیٰ پر توبہ کا قبول کرنا صرف ان ہی کے لیے ہے جو نادانی سے برائی کرتے ہیں پھر جلد ہی اس سے توبہ کرتے ہیں

مِنْ قَرِيْبٍ فَاُولٰٓئِكَ يَتُوْبُ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ۗ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا﴾

تو یہی لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ مہربان ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ ہی سے سب کچھ جاننے والا، کمال حکمت والا ہے'' (17)

سوال 1: اللہ تعالیٰ کن لوگوں کی توبہ قبول فرماتے ہیں، اس کی وضاحت ﴿اِنَّمَا ... حَكِيْمًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿اِنَّمَا التَّوْبَةُ عَلَى اللّٰهِ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السُّوْٓءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ يَتُوْبُوْنَ مِنْ قَرِيْبٍ فَاُولٰٓئِكَ يَتُوْبُ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ﴾ ''اللہ تعالیٰ پر توبہ کا قبول کرنا صرف ان ہی کے لیے ہے جو نادانی سے برائی کرتے ہیں پھر جلد ہی اس سے توبہ کرتے ہیں تو یہی لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ مہربان ہوتا ہے'' اللہ سبحانہ وتعالیٰ فرماتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس شخص کی توبہ قبول فرمالیتا ہے جو نادانی سے برا عمل کر بیٹھتا ہے پھر توبہ کر لیتا ہے لیکن ملک الموت کے مشاہدے سے پہلے پہلے۔ (المصباح المنیر: 63/2)

(2) اسلام مجرموں کے توبہ کے حق کو قبول کرتا ہے۔ جو توبہ کرنا چاہے، جو پلٹنا چاہے، جو پاک ہونا چاہے، اسلام اس کی واپسی کے لیے دروازے کھلے رکھتا ہے اور اس کی واپسی کی حوصلہ افزائی کرتا ہے۔

(3) ﴿لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السُّوْٓءَ﴾ ''ان ہی کے لیے ہے جو برائی کرتے ہیں'' جو گناہ اور نافرمانی کے کام کرتے ہیں۔

(4) ﴿بِجَهَالَةٍ﴾ ''نادانی سے'' جہالت، لاعلمی کی حالت کو کہتے ہیں۔

(5) ہر شخص جو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتا ہے، جاہل ہے۔ (تفسیر منیر: 628/2)

(6) ﴿ثُمَّ يَتُوْبُوْنَ مِنْ قَرِيْبٍ﴾ ''پھر جلد ہی اس سے توبہ کرتے ہیں'' سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: حیات اور صحت میں۔ (جامع البیان: 314/4) (7) معصیت پر ندامت اور اس کے ترک کا عزم عمل معصیت کے بعد جس قدر جلد بھی ہو سکے اس کا مطلوب ہونا ظاہر ہے لیکن شریعت نے انتہائی شفقت سے کام لے کر اس قرب (من قریب) کی میعاد حضورِ موت سے قبل تک وسیع کر دی ہے۔ (تفسیر ماجدی: 708/1)

(8) سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ندامت ہی توبہ ہے۔'' (ابن ماجہ: 4252)

(9) ﴿وَالَّذِيْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً اَوْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ ۗ وَمَنْ يَّغْفِرُ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰهُ ۫ وَلَمْ يُصِرُّوْا عَلٰى مَا فَعَلُوْا وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ﴾ ''وہ ایسے لوگ ہیں جب کوئی برائی کر بیٹھیں یا اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھیں تو وہ اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے ہیں پھر وہ اپنے گناہوں کے لیے بخشش مانگتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے سوا گناہوں کو کون معاف کر سکتا ہے؟ اور اس پر جو انہوں نے کیا جان بوجھ کر اصرار نہیں کرتے۔'' (آل عمران:135)

(10) سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''سارے بنی آدم خطا کار ہیں اور بہترین خطا کار توبہ کرنے والے ہیں۔'' (جامع ترمذی:2499)

(11) ﴿فَاُولٰٓئِكَ يَتُوْبُ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ﴾ ''تو یہی لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ مہربان ہوتا ہے'' اللہ تعالیٰ گناہ گناروں پر نظرِ کرم کرتا ہے، اپنے کمزور بندوں کو لوٹنے کا موقع دیتا ہے تاکہ وہ پھر سے پاک صاف ہو جائیں۔

(12) اللہ تعالیٰ نے یہاں آگاہ فرمایا ہے کہ توبہ اللہ تعالیٰ پر استحقاق ہے۔ قبولیت توبہ ایک ایسا حق ہے جسے خود اللہ تعالیٰ نے اپنے جود و کرم کی بنا پر اپنے آپ پر اس بندے کے لیے لازم فرمایا ہے جو برا کام کر بیٹھتا ہے ﴿بِجَهَالَةٍ﴾ ''نادانی سے'' یعنی وہ اس برائی کے انجام، اللہ تعالیٰ کی ناراضی اور اس کے عذاب سے، جس کی یہ برائی موجب ہوتی ہے۔۔۔ لاعلمی کی وجہ سے برائی کا ارتکاب کرتا ہے۔ وہ برائی کرتے وقت اس بات سے بھی جاہل ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ دیکھ رہا ہے نیز وہ اس بات سے بھی لاعلم ہوتا ہے کہ برائی کا ارتکاب ایمان میں کمی یا اسے معدوم کرنے کا باعث بنتا ہے پس اللہ تعالیٰ کا نافرمان شخص اس اعتبار سے جاہل ہوتا ہے خواہ وہ اس برائی کی تحریم کا علم رکھتا ہو۔ بلکہ برائی کی تحریم کا علم، اس کے معصیت ہونے اور اس کے مرتکب کی سزا کے لیے شرط ہے۔ (تفسیر سعدی)

(13) یقیناً اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی توبہ سے، جب وہ اس کی طرف توبہ کرتا ہے، اس آدمی سے بھی زیادہ خوش ہوتا ہے جو کسی جنگل بیابان میں اپنی سواری پر سوار ہو، اسی پر اس کے کھانے پینے کا سامان بھی ہو کہ وہ سواری اس سے چھوٹ جائے (تلاش بسیار کے بعد) وہ اس سے مایوس ہو کر ایک درخت کے سائے تلے آ کر لیٹ جائے جب کہ وہ سواری سے مایوس ہو چکا ہو کہ اتنے میں وہ سواری اس کے سامنے آ کھڑی ہو۔ وہ اس کی مہار پکڑ کر خوشی کی شدت میں کہہ ڈالے، اے اللہ! تو میرا بندہ ہے اور میں تیرا رب۔ فرطِ خوشی میں وہ غلطی کر جائے۔ (صحیح مسلم:6960)

(14) سیدنا ابو موسیٰ عبداللہ بن قیس اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ رات کو اپنا ہاتھ پھیلاتا ہے تاکہ دن کو برائی کرنے والا (رات کو) توبہ کر لے۔ اور دن کو اپنا ہاتھ پھیلاتا ہے تاکہ رات کو گناہ کرنے والا (دن کو) توبہ کر لے، (یہ سلسلہ اس وقت تک جاری رہے گا) جب تک سورج مغرب سے طلوع نہ ہو۔ (جو قربِ قیامت کی نشانی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہے)اس کے بعد توبہ کا دروازہ بند ہو جائے گا۔'' (صحیح مسلم:6989)

(15)سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:''اگر تم اتنے گناہ کرو کہ آسمان تک پہنچ جائیں پھر تم توبہ کرو تو اللہ تعالیٰ تم کو معاف کر دے گا۔'' (ابن ماجہ:4248) اس کی رحمت اس قدر وسیع ہے مگر شرط یہ ہے کہ توبہ صدق دل سے ہو، تذلل اور انکسار کے ساتھ رو رو کر اپنے مالک سے گناہوں کی معافی مانگے تو ضرور اس کی رحمت جوش میں آئے گی۔

(16)﴿وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا﴾''اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ ہی سے سب کچھ جاننے والا، کمال حکمت والا ہے'' اللہ تعالیٰ نے توبہ کی قبولیت کے لئے اپنے علم اور حکمت کا شعور دلایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے کون نادانی سے کوئی برائی کر گزرتا ہے اور جلد باز آجاتا ہے اور کون سچی توبہ کرتا ہے۔

(17)اللہ تعالیٰ علیم ہے، توبہ میں اخلاص کا پوری طرح علم رکھتا ہے۔

(18)اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی کمزوری کو جانتا ہے۔ وہ ان کی توبہ قبول کر لیتا ہے۔

(19)اللہ تعالیٰ حکیم ہے، وہ ہر چیز کو ایسی جگہ رکھتا ہے جس کے وہ لائق ہو، وہ جہالت سے نافرمانی کرنے والوں کی توبہ قبول کر لیتا ہے۔

سوال2:توبہ کیا ہے؟

جواب:(1)توبہ صرف الفاظ کو زبان سے ادا کر دینے کا نام نہیں۔(2)توبہ اپنی گناہ گاری کے شدید احساس کا نام ہے۔

(3)توبہ امید کی کرن ہے۔(4)توبہ گناہ سے ہمیشہ کے لیے رجوع ہے۔(5)توبہ میں حقیقی نیت ہوتی ہے۔

(6)توبہ میں پاکیزگی اختیار کرنے کا عزم ہوتا ہے۔

سوال3:توبہ انسان کے لیے کس نوعیت کا معاملہ ہے؟

جواب:اگر انسان اپنی توبہ میں سنجیدہ ہو، اگر وہ شدت سے اپنے گناہ کو محسوس کرے تو توبہ اپنے آپ کو سزا دینے کے مترادف ہو جاتی ہے۔

سوال4:اللہ تعالیٰ کس توبہ کو قبول کر لیتے ہیں؟

جواب:(1)اللہ تعالیٰ وہ توبہ قبول کرتے ہیں جو دل کی گہرائیوں سے اٹھے۔(2)وہ توبہ جو انسان کو اندر سے ہلا دے۔

(3)وہ توبہ جس سے پتہ چلے کہ انسان اللہ تعالیٰ کی طرف مڑ گیا ہے۔(4)وہ توبہ جس میں پوری عمر کے لیے رجوع ہو۔

(5)وہ توبہ جس میں نیت خالص اور سچی ہو کہ آئندہ گناہ سے پاک زندگی گزارنی ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(6) اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول کرتے ہیں: (i) جو نادانی کی وجہ سے برا فعل کر گزرے۔ (ii) جو وقتی جذبے سے مغلوب ہو کر بری حرکت کر بیٹھے۔ (iii) پھر جلد ہی اپنی غلطی کا احساس کر لے۔ (iv) برائی کو چھوڑ کر نیک روش اختیار کرے۔ (v) شریعت کے مطابق زندگی کی اصلاح کرے۔

(7) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے اپنے رب العزت سے حکایت بیان کرتے ہوئے فرمایا: ''کسی بندے نے گناہ کیا: پھر عرض کیا: اے اللہ! میرے گناہ کو معاف فرما دے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میرے بندے نے گناہ کیا۔ پس وہ جانتا ہے کہ اس کا رب گناہ کو معاف بھی فرماتا ہے اور گناہ پر گرفت بھی کرتا ہے، پھر وہ دوبارہ گناہ کر بیٹھتا ہے پھر عرض کرتا ہے کہ اے رب! میرے گناہ کو معاف فرما۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میرے بندے نے گناہ کیا پس وہ جانتا ہے کہ اس کا رب گناہ کو معاف بھی فرماتا ہے اور گناہ پر گرفت بھی کرتا ہے۔ پھر وہ دوبارہ گناہ کر بیٹھتا ہے پھر عرض کرتا ہے کہ اے رب! میرے گناہ کو معاف فرما۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میرے بندے نے گناہ کیا پس وہ جانتا ہے کہ اس کا رب گناہ کو معاف بھی فرماتا ہے اور گناہ پر گرفت بھی کرتا ہے۔ تو جو چاہے کر میں نے تجھے معاف کر دیا۔'' عبدالاعلیٰ نے کہا: میں نہیں جانتا کہ آپ ﷺ نے تیسری یا چوتھی مرتبہ فرمایا کہ جو چاہو عمل کرو۔ (مسلم:6986)

(8) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ کی قسم! میں دن میں ستر مرتبہ سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے گناہوں کی بخشش مانگتا ہوں اور اس کی بارگاہ میں توبہ کرتا ہوں۔'' (صحیح بخاری:6307)

(9) سیدنا اغر بن یسار مزنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اے لوگو! اللہ تعالیٰ کی طرف توبہ (رجوع) کرو۔ میں بارگاہ الٰہی میں روزانہ سو مرتبہ توبہ کرتا ہوں۔'' (صحیح مسلم:6859)

سوال 5: سچی توبہ کیا ہے؟

جواب: (1) گناہ پر ندامت کے بعد گناہ سے نکل آنا۔ (2) نیک کام کا عزم کر لینا۔ (3) گناہوں کا کفارہ ادا کرنا۔

(4) ابو سعید سعد بن مالک بن سنان الخدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم میں سے پہلے لوگوں میں سے ایک شخص تھا، اس نے ننانوے قتل کیے۔ پس اس نے روئے زمین کے سب سے بڑے عالم کی بابت لوگوں سے پوچھا، تو اسے ایک راہب (پادری) کا پتہ بتایا گیا، اس نے اس سے جا کر پوچھا کہ اس نے ننانوے قتل کیے ہیں، کیا اس کی توبہ قبول ہو سکتی ہے؟ اس نے کہا: نہیں۔ اس نے اس پادری کو بھی قتل کر کے سو (100) کی تعداد پوری کر لی، اس نے پھر پوچھا کہ مجھے سب سے بڑا عالم بتاؤ؟ اسے ایک عالم کی نشاندہی کی گئی، اس نے اس سے جا کر پوچھا کہ اس نے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سو(100) آدمی قتل کیے ہیں، کیا اس کی توبہ قبول ہوسکتی ہے؟، اس عالم نے کہا، ہاں، کون ہے جو اس کے اور اس کی توبہ کے درمیان حائل ہو؟ جا، فلاں زمین (علاقے) میں چلا جا! بلاشبہ وہاں کچھ ایسے لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں، تو بھی ان کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی عبادت کر اور اپنی زمین کی طرف واپس نہ آنا، یہ برائی کی زمین ہے۔ چنانچہ اس نے نیکوں کی اس بستی کی طرف سفر شروع کر دیا، ابھی اس نے آدھا راستہ ہی طے کیا تھا کہ اسے موت آ گئی (اس کی روح کو لینے کے لیے) رحمت کے فرشتے اور عذاب کے فرشتے (دونوں ہی) آ گئے اور ان کے مابین جھگڑا شروع ہو گیا۔ ملائکہ رحمت نے کہا، وہ تائب ہو کر آیا تھا اور دل کی پوری توجہ سے وہ رب کی طرف آنے والا ہے۔ عذاب کے فرشتے بولے، اس نے کبھی بھلائی کا کام نہیں کیا (اس لیے وہ عذاب کا مستحق ہے، ان فرشتوں کے مابین یہ جھگڑا جاری تھا) پس ایک فرشتہ آدمی کی شکل میں آیا، اسے انہوں نے اپنا حکم بنا لیا، اس نے فیصلہ دیا، دونوں زمینوں کے مابین مسافت کو ناپو۔ (یعنی جس علاقے سے وہ آیا تھا وہاں سے یہاں تک کا فاصلہ اور یہاں سے نیکیوں کے علاقے کا فاصلہ، دونوں کی پیائش کرو)۔ ان دونوں میں سے وہ جس کے زیادہ قریب ہو وہی اس کا حکم ہوگا۔ چنانچہ انہوں نے پیائش کی تو انہوں نے اس زمین کو زیادہ قریب پایا جس کی طرف وہ ارادہ کیے جا رہا تھا، پس اسے رحمت کے فرشتوں نے اپنے قبضے میں لے لیا۔ (صحیح مسلم:7008)

(5) سیدنا عمران بن حصین خزاعی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جہینہ قبیلے کی ایک عورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور وہ ارتکاب زنا سے حاملہ تھی۔ اس نے (آ کر) کہا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مجھ سے حد والے گناہ کا ارتکاب ہو گیا ہے، آپ مجھ پر حد قائم فرما دیجیے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے ولی (وارث، قریبی رشتے دار) کو بلایا اور فرمایا، اس کو اچھے طریقے سے اپنے پاس رکھو اور جب یہ بچہ جن لے تو اس کے بعد اس کو لے آنا۔ چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا۔ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر نے اس کی بابت حکم دیا تو اس کے کپڑے اس پر مضبوطی سے باندھ دیئے گئے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر اسے رجم کر دیا گیا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی نماز جنازہ پڑھائی۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اس بدکاری کرنے والی عورت پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز جنازہ پڑھتے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''(عمر! تمہیں نہیں معلوم) اس عورت نے ایسی (خالص) توبہ کی ہے کہ اگر اسے اہل مدینہ کے ستر آدمیوں پر تقسیم کر دیا جائے تو ان کو کافی ہو جائے۔ کیا اس سے بھی افضل کوئی بات ہے کہ اللہ عزوجل کی رضا کے لیے اس نے اپنی جان تک قربان کر دی؟'' (صحیح مسلم:4433)

﴿وَلَيْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السَّيِّاٰتِ ۚ حَتّٰٓى اِذَا حَضَرَ اَحَدَهُمُ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

"اور توبہ ایسے لوگوں کے لیے نہیں ہے جو برے کام کرتے جاتے ہیں حتیٰ کہ جب ان میں سے کسی کے پاس موت آجاتی ہے وہ کہتا ہے

اَلْمَوْتُ قَالَ اِنِّیْ تُبْتُ الْـٰٔنَ وَلَا الَّذِیْنَ یَمُوْتُوْنَ وَهُمْ كُفَّارٌ ؕ اُولٰٓئِكَ

کہ بلاشبہ اب میں نے توبہ کی اور نہ ہی ان کی توبہ ہے جو اس حال میں مرتے ہیں کہ وہ کافر ہیں یہی لوگ ہیں جن کے لیے ہم نے بہت

اَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابًا اَلِیْمًا﴾

دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے" (18)

سوال: کن لوگوں کی توبہ قبول نہیں ہوتی، اس کی وضاحت ﴿وَلَیْسَتِ التَّوْبَةُ... اَلِیْمًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلَیْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِیْنَ یَعْمَلُوْنَ السَّیِّاٰتِ ۚ حَتّٰۤی اِذَا حَضَرَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ اِنِّیْ تُبْتُ الْـٰٔنَ﴾ "اور توبہ ایسے لوگوں کے لیے نہیں ہے جو برے کام کرتے جاتے ہیں حتیٰ کہ جب ان میں سے کسی کے پاس موت آجاتی ہے وہ کہتا ہے کہ بلاشبہ اب میں نے توبہ کی" انسان جب زندگی سے مایوس ہو جائے، ملک الموت کا مشاہدہ کر لے، روح حلق میں پہنچ جائے، سینہ تنگ ہو جائے اور سانس لڑکھڑانے لگے، پھر اس وقت توبہ قبول نہیں ہوتی کیونکہ اب توبہ کا وقت ختم ہو چکا ہے۔ (المصباح المنیر: 64/2)

(2) جو جان بوجھ کر اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرے، جو برے کام کیے چلا جائے ایسے خطا کاری میں گھرے ہوئے شخص کی توبہ، توبہ نہیں ہے۔

(3) مجبور کی توبہ، توبہ نہیں ہے، جیسے مرنے والے کی توبہ توبہ نہیں ہے، اس لیے کہ اس کے پاس اب گناہ کرنے کا موقع نہیں رہ گیا۔ امام احمد، ترمذی، اور ابن ماجہ نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے، نبی ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ بندے کی توبہ حلق میں آخری سانس اٹکنے سے پہلے تک قبول کرتا ہے۔ (ترمذی: 3537)

(4) ﴿وَلَا الَّذِیْنَ یَمُوْتُوْنَ وَهُمْ كُفَّارٌ﴾ "اور نہ ہی ان کی توبہ ہے جو اس حال میں مرتے ہیں کہ وہ کافر ہیں" اس سے مراد یہ ہے کہ ان کی توبہ قبول نہیں کی جاتی جو کفر کی حالت میں مر جاتے ہیں۔ کافروں کے لئے اللہ تعالیٰ نے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔

(5) ﴿اُولٰٓئِكَ اَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابًا اَلِیْمًا﴾ "یہی لوگ ہیں جن کے لیے ہم نے بہت دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے" جو شخص کبیرہ گناہوں، کفر اور شرک کی حالت میں بغیر توبہ کیے وفات پا جائے کیونکہ مومن توحید پرست کو آگ سے نکال لیا جائے گا اور کافر آگ میں ہمیشہ رہے گا۔ سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "بے شک اللہ تعالیٰ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اپنے بندے کی توبہ قبول فرماتا ہے۔'' یا آپ ﷺ نے فرمایا: ''اپنے بندے کو معاف فرمادیتا ہے جب تک حجاب واقع نہ ہو۔'' عرض کی گئی کہ وقوع حجاب سے کیا مراد ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''یہ کہ جب جان نکلے تو وہ مشرک ہو۔'' (مسند احمد: 21578)

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَرِثُوا النِّسَآءَ كَرْهًا ۭ وَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! تمہارے لیے حلال نہیں ہے کہ تم زبردستی عورتوں کے وارث بن جاؤ اور نہ ہی تم انہیں روکو

لِتَذْهَبُوْا بِبَعْضِ مَآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ اِلَّآ اَنْ يَّاْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ ۚ

کہ جو تم نے انہیں دیا ہے اس کا کچھ حصہ اُن سے وصول کرو مگر یہ کہ وہ کھلی بے حیائی کریں

وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ۚ فَاِنْ كَرِهْتُمُوْهُنَّ فَعَسٰٓى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْـــًٔا

اور ان کے ساتھ اچھے انداز میں زندگی گزارو۔ پھر اگر تم انہیں ناپسند کرتے ہو تو ہو سکتا ہے کہ تم جس کو ناپسند کرو

وَّيَجْعَلَ اللّٰهُ فِيْهِ خَيْرًا كَثِيْرًا﴾

اور اللہ تعالیٰ نے اس میں بہت زیادہ بہتری رکھ دی ہو'' (19)

سوال 1: عورتوں کے زبردستی وارث نہ بنا جائے، اس حکم کی وضاحت ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ ... كَرْهًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) حکم دیا گیا ہے کہ عورتوں کے زبردستی وارث نہ بنا جائے، رب العزت نے فرمایا: ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَرِثُوا النِّسَآءَ كَرْهًا﴾ ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! تمہارے لیے حلال نہیں ہے کہ تم زبردستی عورتوں کے وارث بن جاؤ'' سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا ہے کہ جاہلیت میں کسی عورت کا شوہر مرجاتا تو شوہر کے رشتہ دار اس عورت کے زیادہ مستحق سمجھے جاتے۔ اگر انہی میں سے کوئی چاہتا تو اس سے شادی کر لیتا یا پھر وہ جس سے چاہتے اسی سے اس کی شادی کرتے اور چاہتے تو نہ بھی کرتے، اس طرح عورت کے گھر والوں کے مقابلے میں بھی شوہر کے رشتہ دار اس کے زیادہ مستحق سمجھے جاتے، اسی پر یہ آیت ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَرِثُوا النِّسَآءَ كَرْهًا﴾ نازل ہوئی۔ (صحیح بخاری: 4579)

(2) عرب جاہلیت میں لوگ زبردستی عورتوں کے وارث بن بیٹھتے تھے۔ (i) عربوں میں مرنے والے کے ورثاء اس کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بیوی کے حق دار بن جاتے تھے۔اگر چاہتے تو نکاح کر لیتے اور چاہتے تو اس کا کسی اور کے ساتھ نکاح کر کے مہر حاصل کر لیتے۔اگر چاہتے تو گھر میں معطل عضو کی طرح رکھ چھوڑتے، نہ نکاح کرتے نہ چھوڑتے یہاں تک کہ وہ اپنے نفس کو معاوضہ دے کر چھڑاتی تھی۔

(ii) عربوں میں یہ رواج بھی تھا کہ جو شخص بیوی کو طلاق دیتا تو یہ شرط عائد کر دیتا کہ وہ صرف اس جگہ نکاح کرے گی جس کی اجازت دوں گا۔عورت اس کو مہر لوٹاتی اور دوسرے تحفے بھی واپس کرتی تھی۔

(iii) بعض اوقات بیوہ کو چھوٹے بچے کے لیے بند رکھا جاتا۔

(iv) بعض اوقات یتیم لڑکی کو بند رکھا جاتا تا کہ ولی کا لڑکا بالغ ہو جائے اور وہ اس کا نکاح اس کے ساتھ کر دے۔

(v) بعض جگہ یہ رواج تھا کہ شوہر کے فوت ہونے کے بعد ولی عورت پر کپڑا ڈال دیتا تھا اور اسے تمام لوگوں سے روک لیتا۔پھر چاہتا تو نکاح کر لیتا ورنہ قید کر دیتا تھا۔

(3) اسلام نے مرنے والے کی بیوی کو بطور میراث حاصل کرنے کو ناجائز قرار دیا اور اسے قید کر کے معطل عضو بنانے کی ممانعت کر دی۔

سوال 2: بیویوں کو نقصان نہ پہنچایا جائے، اس حکم کی وضاحت ﴿وَلَا ... مُّبَيِّنَةٍ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ لِتَذْهَبُوْا بِبَعْضِ مَآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ﴾ ''اور نہ ہی تم انہیں روکو کہ جو تم نے انہیں دیا ہے اس کا کچھ حصہ ان سے وصول کرو'' یعنی بیویوں کو اس نیت سے نقصان نہ پہنچاؤ کہ وہ تنگ آ کر سارا یا آدھا یا مہر کا کچھ حصہ یا اپنا کوئی حق چھوڑ دیں۔

(2) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ (آیت میں) ﴿وَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ﴾ کے معنی یہ ہیں کہ ان پر جبر و قہر نہ کرو۔(بخاری کتاب التفسیر)

(3) اسلامی نقطۂ نظر سے یہ حلال نہیں ہے کہ عورتوں کو تنگ کر کے ان کے مہر کا کچھ حصہ اڑانے کی کوشش کی جائے۔

(4) انسان اس وقت مہر اڑانے کی کوشش کرتا ہے جب وہ علیحدگی کا فیصلہ کر لے۔تب وہ جھوٹے الزام لگاتا ہے اور ظالمانہ کاروائیاں کرتا ہے تا کہ بیوی گھبرا کر بھاگ جائے۔وہ ضد میں آ کر مہر چھیننے کی کوشش کرتا ہے۔

(5) مہر چھیننا عہد کی خلاف ورزی ہے۔اس عہد کی پابندی ضروری ہے۔

(6) ﴿اِلَّآ اَنْ يَّاْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ﴾ ''مگر یہ کہ وہ کھلی بے حیائی کریں'' یہاں اللہ تعالیٰ نے ایسے شوہر کو حکم دیا ہے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جو اپنی بیوی سے نفرت کرتا ہے کہ اگر عورت کھلی بے حیائی یعنی زنا کا ارتکاب کرے تو جو مہر اس نے دیا، اسے لوٹا لے اور اگر بیوی نہ مانے تو اسے مجبور کرے۔

(7)﴿بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ﴾ اس سے مراد زنا ہے جب وہ ایسا کریں تو ان سے مہر لے لو۔ (جامع البیان:4/324)

سوال 3: عورتوں سے حسن سلوک کے حکم کی وضاحت ﴿وَعَاشِرُوْهُنَّ ... كَثِيْرًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1)﴿وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ﴾ ''اور ان کے ساتھ اچھے انداز میں زندگی گزارو'' اللہ تعالیٰ نے مردوں کو بیویوں کے ساتھ حسن سلوک کرنے کا حکم دیا ہے۔ جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِيْ عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ۠ وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ ۭ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ﴾ ''اور عورتوں کے بھی معروف کے مطابق ویسے ہی حقوق ہیں جیسے ان کے اوپر حق ہے اور مردوں کا ان پر ایک درجہ ہے اور اللہ تعالیٰ سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔'' (البقرہ:228)

(2) نبی ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر فرمایا: ''تم لوگ عورتوں کے حقوق ادا کرنے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو کیونکہ اللہ تعالیٰ کی امانت کے ساتھ انہیں حاصل کیا ہے۔ اور تم نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے ان کی شرم گاہ کو حلال سمجھا ہے اور تمہارے لئے ان پر یہ حق ہے کہ وہ تمہارے بستروں پر ایسے کسی آدمی کو نہ آنے دیں کہ جن کو تم ناپسند کرتے ہو اور اگر وہ اس طرح کریں تو تم انہیں مار سکتے ہو مگر ایسی مار کہ ان کو چوٹ نہ لگے اور ان عورتوں کا تم پر بھی حق ہے کہ تم انہیں حسب استطاعت کھانا، پینا اور لباس دو اور میں تم میں ایک چیز چھوڑ کر جا رہا ہوں کہ جس کے بعد تم گمراہ نہیں ہو گے۔ اور تم لوگ اللہ تعالیٰ کی کتاب (قرآن مجید) کو مضبوطی سے پکڑے رکھنا اور تم سے میرے بارے میں پوچھا جائے گا تو تم کیا کہو گے؟'' انھوں نے کہا ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ہمیں اللہ تعالیٰ کے احکام کی تبلیغ کر دی اور آپ ﷺ نے شہادت والی انگلی کو آسمان کی طرف بلند کرتے ہوئے اور لوگوں کی طرف منہ موڑتے ہوئے فرمایا: ''اے اللہ! گواہ رہنا، اے اللہ! گواہ رہنا'' آپ ﷺ نے تین مرتبہ یہ کلمات کہے۔ (صحیح مسلم:2950)

(3) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ایمان داروں میں ایمان کے لحاظ سے کامل وہ ہیں جو اخلاق کے لحاظ سے اچھے ہیں۔ تم میں بہتر وہ ہیں جو اپنی بیویوں کے لئے (حسن سلوک میں) بہتر ہیں۔'' (سنن ترمذی:1162)

(4) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ میں نبی ﷺ کے یہاں لڑکیوں کے ساتھ کھیلتی تھی۔ میری بہت سی سہیلیاں تھیں جو میرے ساتھ کھیلا کرتی تھیں۔ جب رسول اللہ ﷺ اندر تشریف لاتے تو وہ چھپ جاتیں پھر رسول اللہ ﷺ انھیں میرے پاس بھیجتے اور وہ میرے ساتھ کھیلتیں۔ (صحیح بخاری:6130)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(5) سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ غزوۂ تبوک یا غزوہ خیبر سے واپس تشریف لائے اور میرے گھر کے طاق پر پردہ پڑا تھا۔ اس میں گڑیاں رکھی تھیں۔ ہوا جو چلی تو پردے کا ایک کونا ہوا سے اڑ گیا اور میرے کھیلنے کی گڑیاں نظر آنے لگیں، آپ ﷺ نے دریافت فرمایا: ''یہ کیا ہیں؟'' میں نے عرض کیا: میری گڑیاں! آپ ﷺ نے دیکھا ان گڑیوں میں ایک گھوڑا بھی تھا، جس کے دونوں پر کپڑے کے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''یہ گڑیوں کے درمیان مجھے کیا نظر آ رہا ہے؟'' سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: گھوڑا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: ''اس کے اوپر کیا لگے ہوئے ہیں؟'' سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: دو پر ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''کیا گھوڑے کے بھی پر ہوتے ہیں؟'' میں نے عرض کیا: آپ ﷺ نے نہیں سنا، سیدنا سلیمان کے پاس پروں والے گھوڑے تھے۔ یہ بات سن کر رسول اللہ ﷺ ہنس دیئے یہاں تک کہ آپ کی مبارک داڑھیں کھل گئیں۔ (ابوداؤد:4932)

(6) سیدنا نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے اندر آنے کی اجازت طلب کی، انہوں نے سنا کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی آواز بلند ہوئی ہے، جب وہ اندر تشریف لائے انہوں نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو طمانچہ مارنے کے لیے پکڑا اور فرمایا: میں دیکھ رہا ہوں کہ تم رسول اللہ ﷺ پر اپنی آواز بلند کر رہی ہو۔ آپ ﷺ نے ان کو روکنا شروع کر دیا تو سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ غصے سے باہر نکل گئے، جب وہ باہر تشریف لے گئے تو رسول اللہ ﷺ نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: ''دیکھ لیا کہ میں نے تم کو اس شخص سے (یعنی تمہارے والد سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے) کس طرح بچایا؟'' سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کئی دن تک نہ آئے۔ اس کے بعد جب تشریف لائے اور رسول اللہ ﷺ سے اندر آنے کی اجازت مانگی اور انہوں نے دیکھا کہ دونوں ایک دوسرے سے رضامند ہو گئے ہیں (یعنی آپ ﷺ اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا) کا ملاپ ہو گیا ہے، تو سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: آپ مجھے اپنی صلح میں بھی شامل کرو، جس طریقے سے مجھے لڑائی میں شامل کیا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ہم نے شامل کیا، ہم نے شامل کیا۔'' (ابوداؤد:4999)

(7) سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک سفر میں تھے اور ایک سیاہ فام غلام جسے انجشہ کہا جاتا تھا، وہ شعر پڑھ رہا تھا تو رسول اللہ ﷺ نے اس سے فرمایا: ''افسوس (ویحک) اے انجشہ! شیشوں کے ساتھ آہستہ آہستہ چل۔'' (صحیح مسلم:6036)

(8) سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''دنیا متاع (یعنی سامان) ہے اور دنیا کا بہترین مال و متاع نیک بیوی ہے۔'' (صحیح مسلم:3649)

(9) حافظ سیوطی رحمہ اللہ نے (الاکلیل میں) لکھا ہے کہ یہ آیت دلالت کرتی ہے کہ بیوی کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنا واجب

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہے۔شوہر پر لازم ہے کہ اس کا پورا مہر ادا کرے۔اخراجات اور باری کی تقسیم میں انصاف کرے،اس کے ساتھ نرم گفتگو کرے اور بے سبب نہ اسے مارے اور نہ سختی کا برتاؤ کرے۔(تیسیر الرحمن:248/1)

(10)سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی ﷺ نے فرمایا:''کوئی مرد کسی مومنہ عورت سے نفرت نہ کرے اگر اس کی ایک خصلت اسے بری لگے تو دوسری اچھی لگے گی۔''(مسلم:3645)

(11)﴿فَاِنْ كَرِهْتُمُوْهُنَّ فَعَسٰۤى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْـًٔا وَّيَجْعَلَ اللّٰهُ فِيْهِ خَيْرًا كَثِيْرًا﴾''پھر اگر تم انہیں ناپسند کرتے ہو تو ہوسکتا ہے کہ تم کسی چیز کو ناپسند کرو اور اللہ تعالیٰ نے اس میں بہت زیادہ بہتری رکھ دی ہو''یعنی اے شوہرو!تم اپنی بیویوں کو ناپسند کرنے کے باوجود اپنے پاس رکھو کیونکہ ایسا کرنے میں خیر کثیر ہے۔مثلاً

(i)اس میں اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل اور اس کی وصیت کو قبول کرنا ہے جس کے اندر دنیا و آخرت کی سعادت ہے۔

(ii)شوہر کا اپنی بیوی کے ساتھ عدم محبت کے باوجود اپنے آپ کو اس کے ساتھ رہنے پر مجبور کرنا،اس میں مجاہدۂ نفس بھی ہے اور خلق جمیل سے آراستہ ہونا بھی۔(iii)بسا اوقات ناپسندیدگی زائل ہوجاتی ہے اور اس کی جگہ محبت لے لیتی ہے جیسا کہ فی الواقع ہوتا ہے۔(iv)اور کبھی یوں بھی ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان دونوں کو صالح اولاد عطا کردیتا ہے جو دنیا و آخرت میں اپنے والدین کو نفع دیتی ہے۔بیوی کو اپنے ساتھ رکھنے میں ان تمام امور کے امکانات موجود ہیں۔البتہ جب بیوی سے مفارقت ناگزیر ہوجائے اور اس کو ساتھ رکھنے کی کوئی صورت بنتی نظر نہ آئے،تب اسے روک رکھنا لازم نہیں۔

(تفسیر سعدی:496,495/1)

(12)اگر کوئی چیز ناپسند ہو تو اس میں بھلائی ہوسکتی ہے:

(i)جب انسان کو دوسرے میں مزاج کے خلاف بات نظر آتی ہے تو وہ اس بات کو لے کر ناراض ہوجاتا ہے حالانکہ اس واقعے میں انسان کے لیے صبر کا امتحان ہوتا ہے۔

(ii)کبھی اختلاف میں انسان کو اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کا موقع ملتا ہے۔

(iii)کبھی ایک چھوٹی سی تکلیف میں بڑا سبق چھپا ہوا ہوتا ہے۔

(13)﴿خَيْرًا كَثِيْرًا﴾ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں اس کی وجہ سے رزق دے اور نیک اولاد دے دے۔

(تفسیر منیر:635/2)

سوال 4:اسلام نے عورت کو کیا حق دیا ہے؟

جواب:(1)اسلام نے عورت کو حق دیا ہے کہ جہاں چاہے نکاح کرے۔اس کی اجازت کے ساتھ ہی ولی اس کا نکاح

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کرسکتا ہے۔(2)مرد عورت کے ساتھ معروف طریقے پر زندگی گزارے۔

(3)عورت ناپسند بھی ہو تو اپنے اندر اس کے لیے نفرت نہ آنے دے۔

(4)طلاق دینے سے پہلے خوب غور وخوض کرلے ہوسکتا ہے کہ بیوی ناپسند ہو لیکن اس میں بھلائی ہو۔

سوال5:اسلامی نقطۂ نظر سے ایک گھرانے کو کیسا ہونا چاہیے؟

جواب:(1)اسلامی نقطۂ نظر سے ایک گھرانے کو امن وسکون کی جگہ،محبت کا مسکن اور اخلاص والا گھرانہ ہونا چاہیے۔

(2)خاندان میں میاں بیوی کے تعلقات انس،محبت، ہمدردی اور ایثار کی بنیاد پر قائم ہوں۔

(3)خاندان میں شوہر اور بیوی کا تعلق رضامندی اور آزادی کی بنیاد پر قائم ہو۔

(4)شوہر اور بیوی کے تعلقات میں خرابی آجانے کی صورت میں بھی شوہر برداشت کرے تاکہ پہلے ہی جھٹکے میں رشتہ نہ ٹوٹ جائے۔سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو نصیحت کی جو اپنی بیوی کو اس بناء پر طلاق دینا چاہتا تھا کہ اسے اپنی بیوی سے محبت نہ تھی:''تم برباد ہوجاؤ! کیا گھرانہ قائم ہونے کے لیے محبت کے سوا کوئی اور بنیاد نہیں ہوتی؟ پرورش اور ذمہ داریوں کا کیا ہوگا؟'' (فقہ عمر/کتاب الطلاق)

سوال6:خاندان کی ترقی کا راز کیا ہے؟

جواب:خاندان کی ترقی کا راز یہ ہے کہ اس کے افراد ایک دوسرے کی کمزوریوں کو نظر انداز کریں،ان کی خوبیوں کو ابھرنے کا موقع دیں۔

سوال7:جب لوگ مل کر رہتے ہیں تو شکایات کیوں پیدا ہوجاتی ہیں؟

جواب:انسانی طبیعتیں مختلف ہیں اس لیے جب لوگ مل کر رہتے ہیں تو شکایات لازماً پیدا ہوں گی۔شکایتوں کو نظر انداز کرنا چاہیے۔

﴿وَاِنْ اَرَدْتُّمُ اسْتِبْدَالَ زَوْجٍ مَّكَانَ زَوْجٍ ۙ وَّاٰتَيْتُمْ اِحْدٰىهُنَّ قِنْطَارًا

''اور اگر تم ایک بیوی کی جگہ دوسری بدلنے کا ارادہ کرلو اور تم نے ان میں سے ایک کو خزانہ تک دے دیا ہو

فَلَا تَاْخُذُوْا مِنْهُ شَيْـًٔا ۭ اَتَاْخُذُوْنَهٗ بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا﴾

تو بھی اس میں سے تم کچھ واپس نہ لو،کیا تم اسے بہتان لگا کر اور کھلا گناہ کرکے واپس لوگے؟''(20)

سوال1: مہر واپس نہ لینے کے حکم کی وضاحت ﴿وَاِنْ اَرَدْتُّمُ ... مُّبِيْنًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جواب:(1)﴿وَاِنْ اَرَدْتُّمُ اسْتِبْدَالَ زَوْجٍ مَّكَانَ زَوْجٍ ۙ وَّاٰتَيْتُمْ اِحْدٰىهُنَّ قِنْطَارًا فَلَا تَاْخُذُوْا مِنْهُ شَيْـًٔا﴾ ''اور اگر تم ایک بیوی کی جگہ دوسری بدلنے کا ارادہ کرلو اور تم نے ان میں سے ایک کو خزانہ تک دے دیا ہو تو بھی اس میں سے تم کچھ واپس نہ لو'' یعنی اگر کوئی اپنی بیوی چھوڑ کر دوسری عورت سے نکاح کرنا چاہے تو اس کے مہر میں سے کچھ بھی واپس نہ لے اگرچہ اس نے اسے مہر میں خزانہ کیوں نہ دیا ہو۔(مختصر ابن کثیر:303/1)

(2) یہاں خزانے سے مراد وہ مال ہے جو حق مہر کی صورت میں دیا جا چکا ہے۔ اگر خود طلاق دی ہے تو حق مہر واپس نہ لو۔

(3)﴿اَتَاْخُذُوْنَهٗ بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا﴾ ''کیا تم اسے بہتان لگا کر اور کھلا گناہ کر کے واپس لو گے؟'' کیا تم اسے بہتان لگا کر یا ناحق ظلم، جھوٹے افتراء یا کھلے گناہ یا عظیم گناہ سے لو گے۔(ایسر التفاسیر:249,248)

(4) اس میں کثیر مہر کا جواز ہے جب کہ نبی ﷺ اور ان کے اصحاب نے قلیل دیا تھا۔(تفسیر قرطبی:99/5)

(5) ابوداؤد اور حاکم نے عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اچھا مہر آسان مہر ہے۔'' (تیسیر الرحمن:246/1)

سوال2: اگر مرد کے لیے بیوی کا بدلنا ناگزیر ہو جائے تو پہلی بیوی کے مہر اور مال کے بارے میں اسلام کا نقطۂ نظر کیا ہے؟

جواب: اگر مرد کے لیے بیوی کا بدلنا ناگزیر ہو جائے تو پہلی بیوی کے مہر اور مال کے بارے میں اسلام کا نقطۂ نظر یہ ہے کہ:(1) مہر عورت کا ہے۔(2) مہر کے علاوہ جو مال عورت کو دیا گیا ہے وہ بھی عورت کا ہے اگرچہ وہ مال بڑی مقدار میں ہو، قیمتی ہو۔(3) یہ مال واپس لینا قابل نفرت فعل ہے، صریح گناہ ہے۔

﴿وَكَيْفَ تَاْخُذُوْنَهٗ وَقَدْ اَفْضٰى بَعْضُكُمْ اِلٰى بَعْضٍ وَّاَخَذْنَ

''اور تم وہ کیسے لے سکتے ہو؟ حالانکہ تم ایک دوسرے سے صحبت کر چکے ہو اور وہ تم

مِنْكُمْ مِّيْثَاقًا غَلِيْظًا﴾

سے مضبوط عہد بھی لے چکی ہیں''(21)

سوال1: عورت سے مہر واپس نہ لینے کی جو حکمت بیان کی گئی ہے، اس کی وضاحت ﴿وَكَيْفَ...غَلِيْظًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1) اللہ تعالیٰ نے اپنے اس فرمان کے ذریعے سے مہر واپس نہ لینے کے حکم کی حکمت واضح فرمائی ہے، فرمایا:﴿وَ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

كَيْفَ تَاْخُذُوْنَهٗ وَقَدْ اَفْضٰى بَعْضُكُمْ اِلٰى بَعْضٍ وَّاَخَذْنَ مِنْكُمْ مِّيْثَاقًا غَلِيْظًا﴾ ''اور تم وہ کیسے لے سکتے ہو؟ حالانکہ تم ایک دوسرے سے صحبت کر چکے ہو اور وہ تم سے مضبوط عہد بھی لے چکی ہیں'' یعنی نکاح سے قبل وہ تمہارے لیے حرام تھی، وہ بیوی کے طور پر حلال ہونے کے لیے صرف حق مہر کے عوض راضی ہوئی تھی۔ اب جب تم نے صحبت کر لی ہے تو کیسے ہو سکتا ہے کہ حق مہر ادا نہ کرو؟ اس کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ نے تم سے بیویوں کے حقوق ادا کرنے کا عہد بھی لے رکھا ہے جس کا تقاضا ہے کہ تم ان کے ساتھ ظلم نہ کرو۔ پھر تم ان سے مہر واپس کیسے لے سکتے ہو؟

(2)(i) یہاں ﴿اَفْضٰى﴾ سے مراد ہمبستری ہے۔

(ii) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: الافضاء اس آیت میں جماع سے کنایہ ہے۔ (تفسیر منیر: 635/2)

(3)﴿وَّاَخَذْنَ مِنْكُمْ مِّيْثَاقًا غَلِيْظًا﴾ ''اور وہ تم سے مضبوط عہد بھی لے چکی ہیں'' مضبوط عہد و پیمان سے مراد وہ عہد ہے جو نکاح کے وقت مرد سے لیا جاتا ہے کہ تم اچھے طریقے سے آباد کرنا یا احسان سے چھوڑ دینا۔

(4) قتادہ رحمہ اللہ نے فرمایا: میثاق غلیظ سے مراد مردوں کی جانب سے عورتوں کو دیا گیا عہد ہے۔ (i)﴿فَاِمْسَاكٌۢ بِمَعْرُوْفٍ﴾ پھر یا تو اچھے طریقے سے روک لینا ہے۔ (ii)﴿اَوْ تَسْرِيْحٌۢ بِاِحْسَانٍ﴾ یا نیکی کے ساتھ رخصت کر دینا ہے۔ (جامع البیان: 329/4)

سوال 2: اسلام ایک مرد کو مہر اڑانے سے کیسے باز رکھتا ہے؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے یاد دلایا ہے کہ آخر تم کس طرح مہر لے لو گے جب کہ تم ایک دوسرے سے لطف اندوز ہو چکے ہو اور وہ تم سے پختہ عہد لے چکی ہیں۔ (2) اسلام توجہ دلاتا ہے کہ تم نے جو راز و نیاز کر کے لطف اٹھایا، تم نے جسمانی طور پر جو لطف اٹھایا، تم نے جذباتی طور پر لطف اٹھایا، تم نے جو ان کے لمس سے لطف اٹھایا، تم نے جو غموں میں، خوشیوں میں شرکت سے لطف اٹھایا، تم نے جو مشترکہ پروگرام بنا کر لطف اٹھایا، تم نے جو مشترکہ اولاد سے لطف اٹھایا، ان یادوں کے ساتھ ان چیزوں کا مطالبہ کتنا حقیر ہے! انسان جب اپنے ماضی پر نظر ڈالتا ہے تو اس مطالبے سے باز آ جاتا ہے۔

(3) تمہارے اور ان کے درمیان نکاح کا پختہ معاہدہ تمہیں اس کے احترام کی طرف متوجہ کرتا ہے۔

﴿وَلَا تَنْكِحُوْا مَا نَكَحَ اٰبَآؤُكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ اِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ ؕ اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً

''اور جن عورتوں سے تمہارے باپ نکاح کر چکے ہوں ان سے نکاح نہ کرو مگر جو پہلے ہو چکا، یقیناً وہ ہمیشہ سے بے حیائی اور

وَّمَقْتًا ؕ وَسَآءَ سَبِيْلًا﴾

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سخت ناراضگی کی بات ہے اور بہت ہی برا راستہ ہے" (22)

سوال: باپ کی منکوحہ عورت سے نکاح حرام ہے، اس حکم کی وضاحت ﴿وَلَا تَنْكِحُوْا ... سَبِيْلًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلَا تَنْكِحُوْا مَا نَكَحَ اٰبَآؤُكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ﴾ "اور جن عورتوں سے تمہارے باپ نکاح کر چکے ہوں ان سے نکاح نہ کرو" اللہ تعالیٰ نے باپ کی عزت، تعظیم اور احترام کی وجہ سے یہ حرام قرار دیا ہے کہ بیٹا اپنے باپ کی منکوحہ سے نکاح کرے حتیٰ کہ اگر باپ نے محض عقد ہی کیا ہو اور اس سے مباشرت نہ کی ہو پھر بھی اس عورت سے بیٹے کے لیے نکاح کرنا حرام ہے اور اس پر تمام اہل علم کا اجماع ہے۔ (المصباح المنیر: 2/69)

(2) باپ کی جگہ بیٹے کا آنا ادب کے خلاف ہے کیونکہ ایسی صورت میں بیٹا باپ کے برابر ہو جاتا ہے۔

(3) فطرتاً انسان بیوی کے پہلے شوہر کو ناپسند کرتا ہے یوں وہ اپنے باپ سے نفرت کرنے لگے گا۔

(4) ﴿اِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ﴾ "مگر جو پہلے ہو چکا" (i) زندگی کے نظام میں جب بھی تبدیلی آئے تو ماضی کے بہت سارے کام نئے معاملات کے معیار پر غلط نظر آتے ہیں۔ ایسے مواقع پر ماضی کو کریدنا یا گذشتہ غلطیوں پر انتقامی کاروائی کرنا بے شمار نئے مسائل پیدا کرنے کا سبب بن جاتا ہے۔ (ii) صحیح طریقہ یہ ہے کہ ماضی کو بھلا دیا جائے۔ (iii) حال اور مستقبل کی اصلاح پر کوشش لگائی جائے۔

(5) ﴿اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً﴾ "یقیناً وہ ہمیشہ سے بے حیائی ہے" یہ نکاح بے حیائی کا کام ہے۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰٓى اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً ۭ وَسَاۗءَ سَبِيْلًا﴾ اور زنا کے قریب بھی نہ جاؤ یقیناً وہ ہمیشہ سے بڑی بے حیائی ہے اور بُرا راستہ ہے۔ (بنی اسرائیل: 32)

(6) ﴿وَّمَقْتًا﴾ "اور سخت ناراضگی کی بات ہے" اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقت شدید بغض ہے۔ (تفسیر منیر: 2/645)

(7) ﴿وَسَاۗءَ سَبِيْلًا﴾ "اور بہت ہی برا راستہ ہے" حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ ایسی حرکت کرنے والا اسلام سے مرتد مانا جائے گا۔ اس لیے اسے قتل کر دیا جائے گا اور اس کا مال بیت المال میں دے دیا جائے گا۔ (تیسیر الرحمٰن: 1/250)

(8) سیدنا براء رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں اپنے ماموں سے ملا، تو ان کے پاس جھنڈا تھا۔ تو میں نے اُن سے کہا: کہاں کا ارادہ ہے؟ کہا: رسول اللہ ﷺ نے مجھے ایک ایسے شخص کی گردن اڑا دینے یا اسے قتل کر دینے کے لیے بھیجا ہے جس نے اپنے باپ کے انتقال کے بعد اس کی بیوی سے شادی کر لی ہے۔ (سنن نسائی: 3333)

﴿حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ اُمَّهٰتُكُمْ وَبَنٰتُكُمْ وَاَخَوٰتُكُمْ وَعَمّٰتُكُمْ وَخٰلٰتُكُمْ وَبَنٰتُ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

''تم پر حرام کی گئی ہیں تمہاری مائیں اور تمہاری بیٹیاں اور تمہاری بہنیں اور تمہاری پھوپھیاں اور تمہاری خالائیں اور بھائی کی

الْاَخِ وَبَنٰتُ الْاُخْتِ وَاُمَّهٰتُكُمُ الّٰتِيْٓ اَرْضَعْنَكُمْ وَاَخَوٰتُكُمْ مِّنَ الرَّضَاعَةِ وَ

بیٹیاں اور بہن کی بیٹیاں اور تمہاری وہ مائیں جنہوں نے تمہیں دودھ پلایا اور رضاعت میں تمہاری بہنیں اور تمہاری بیویوں کی

اُمَّهٰتُ نِسَآئِكُمْ وَرَبَآئِبُكُمُ الّٰتِيْ فِيْ حُجُوْرِكُمْ مِّنْ نِّسَآئِكُمُ الّٰتِيْ دَخَلْتُمْ بِهِنَّ ۫

مائیں اور تمہاری گود میں پرورش پانے والی وہ لڑکیاں جو تمہاری ان بیویوں سے ہوں جن سے تم نے صحبت کی ہے،

فَاِنْ لَّمْ تَكُوْنُوْا دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ ۫ وَحَلَآئِلُ اَبْنَآئِكُمُ

پھر اگر تم نے ان سے صحبت نہیں کی تو تم پر کوئی گناہ نہیں، اور تمہارے ان بیٹوں کی بیویاں

الَّذِيْنَ مِنْ اَصْلَابِكُمْ ۙ وَاَنْ تَجْمَعُوْا بَيْنَ الْاُخْتَيْنِ اِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ ؕ

جو تمہاری صلب سے ہیں، اور یہ کہ تم اکٹھا کرو دو بہنوں کو مگر جو پہلے ہو چکا،

اِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴾

یقیناً اللہ تعالیٰ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے'' (23)

سوال 1: نسب کے اعتبار سے حرمت والے رشتے کون سے ہیں، اس کی وضاحت ﴿حُرِّمَتْ ... وَبَنٰتُ الْاُخْتِ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ اُمَّهٰتُكُمْ وَبَنٰتُكُمْ وَاَخَوٰتُكُمْ وَعَمّٰتُكُمْ وَخٰلٰتُكُمْ وَبَنٰتُ الْاَخِ وَبَنٰتُ الْاُخْتِ﴾ ''تم پر حرام کی گئی ہیں تمہاری مائیں اور تمہاری بیٹیاں اور تمہاری بہنیں اور تمہاری پھوپھیاں اور تمہاری خالائیں اور بھائی کی بیٹیاں اور بہن کی بیٹیاں'' نسب کے اعتبار سے حرمت والے رشتے سات ہیں۔ یہ اس آیت میں بیان کیے گئے ہیں: (i) اُمَّهٰتُكُمْ مائیں۔ (ii) وَبَنٰتُكُمْ بیٹیاں۔ (iii) وَاَخَوٰتُكُمْ بہنیں۔ (iv) وَعَمّٰتُكُمْ پھوپھیاں۔ (v) وَخٰلٰتُكُمْ خالائیں۔ (vi) وَبَنٰتُ الْاَخِ بھانجیاں۔ (vii) وَبَنٰتُ الْاُخْتِ بھتیجیاں۔

(2) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: سات عورتیں بوجہ نسب حرام ہیں اور سات بوجہ سسرال۔ پھر آپ رضی اللہ عنہما نے اس آیت کی تلاوت کی۔ (ابن ابی حاتم: 911/3)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سوال2: رضاعت کی وجہ سے کون سے رشتے حرام ہیں، اس کی وضاحت ﴿وَاُمَّهٰتُكُمُ الّٰتِيْ ... مِّنَ الرَّضَاعَةِ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1)﴿وَاُمَّهٰتُكُمُ الّٰتِيْٓ اَرْضَعْنَكُمْ﴾ ''اور تمہاری وہ مائیں جنہوں نے تمہیں دودھ پلایا'' یعنی جیسے وہ ماں حرام ہے جس نے جنم دیا ایسے ہی وہ ماں بھی حرام ہے جس نے دودھ پلایا ہو۔

(2)﴿وَاَخَوٰتُكُمْ مِّنَ الرَّضَاعَةِ﴾ ''اور رضاعت میں تمہاری بہنیں'' رضاعی بہنوں سے نکاح بھی حرام ہے۔

(3) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''رضاعت سے بھی وہ رشتے حرام ہو جاتے ہیں جو پیدائش سے حرام ہوتے ہیں۔'' (بخاری:5099)

(4) رسول اللہ ﷺ کی حدیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ نسبی محرمات کی طرح رضاعی محرمات بھی سات ہیں: (i) رضاعی مائیں۔(ii) رضاعی بیٹیاں۔(iii) رضاعی بہنیں۔(iv) رضاعی پھوپھیاں۔ (v) رضاعی خالائیں۔(vi) رضاعی بھانجیاں۔(vii) رضاعی بھتیجیاں۔

(5) پانچ رضعات سے کم دودھ پیا ہو تو اس سے حرمت ثابت نہیں ہوتی۔

(6) اس رضاعت کا اعتبار ہے جو دو سال سے پہلے ہو جو کہ دودھ پلانے کی مدت ہے۔

سوال3: سسرال کی وجہ سے کون سے رشتے حرام ہیں، اس کی وضاحت ﴿وَاُمَّهٰتُ نِسَآئِكُمْ ... بَيْنَ الْاُخْتَيْنِ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1)﴿وَاُمَّهٰتُ نِسَآئِكُمْ﴾ ''اور تمہاری بیویوں کی مائیں'' حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: جہاں تک بیوی کی ماں کا تعلق ہے تو وہ محض اس کی بیٹی سے عقد کرنے ہی سے حرام ہو جاتی ہے، خواہ اس نے مباشرت کی ہو یا نہ کی ہو۔ (المصباح المنیر: 2/73)

(2)(i)﴿وَرَبَآئِبُكُمُ الّٰتِيْ فِيْ حُجُوْرِكُمْ مِّنْ نِّسَآئِكُمُ الّٰتِيْ دَخَلْتُمْ بِهِنَّ﴾ ''اور تمہاری گود میں پرورش پانے والی وہ لڑکیاں جو تمہاری ان بیویوں سے ہوں جن سے تم نے صحبت کی ہے'' ربائب (بیوی کے پہلے شوہر کی بیٹیاں)۔(ii) یہاں واضح کیا گیا ہے کہ: ﴿فَاِنْ لَّمْ تَكُوْنُوْا دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ﴾ ''پھر اگر تم نے ان سے صحبت نہیں کی تو تم پر کوئی گناہ نہیں'' یعنی بیوی کی بیٹی ماں کے ساتھ محض عقد کی وجہ سے حرام نہ ہوگی۔ حرام اس صورت میں ہوگی جب اس نے اس کی ماں کے ساتھ مباشرت کی ہو، اگر مباشرت سے قبل اس کی ماں کو طلاق دے دی تو اس کی بیٹی سے اس کے لیے نکاح کرنا جائز ہوگا۔ یہ حکم صرف ربائب کے لیے ہے۔ (المصباح المنیر: 2/73)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(iii) جمہور آئمہ فرماتے ہیں کہ ربیبہ خواہ آدمی کے زیر پرورش ہو یا نہ ہو، ہر صورت میں حرام ہے۔(الصباح المنیر :2/73)

(3)﴿وَحَلَآئِلُ اَبْنَآئِكُمُ الَّذِيْنَ مِنْ اَصْلَابِكُمْ﴾ ''اور تمہارے ان بیٹوں کی بیویاں جو تمہاری صلب سے ہیں'' یعنی بہو۔

(4)﴿وَاَنْ تَجْمَعُوْا بَيْنَ الْاُخْتَيْنِ﴾ ''اور یہ کہ تم اکٹھا کرو دو بہنوں کو'' دو سگی بہنوں کو نکاح میں جمع کرنا حرام ہے۔

(5) باپ، دادا کی بیویاں (بھی حرام ہیں)۔(تفسیر سعدی:1/499)(6) بیوی کی بھتیجی اور پھوپھی کو نکاح میں جمع کرنا حرام ہے۔(صحیح بخاری:5109)(7) بیوی کی بھانجی اور خالہ کو نکاح میں جمع کرنا حرام ہے۔(صحیح بخاری:5109)

سوال 4: بیوی جب تک نکاح میں ہو اس کی کون سی رشتہ دار خواتین سے نکاح نہیں ہو سکتا؟

جواب: (1) بیوی کی بہن، پھوپھی، خالہ، بھتیجی اور بھانجی سے نکاح بیوی کی موجودگی میں حرام ہے۔

(2) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''پھوپھی اور بھتیجی، اور خالہ اور بھانجی کو (ایک نکاح میں) جمع نہ کیا جائے۔'' (صحیح بخاری:5109)

(3) وہ دو عورتیں جن کے مابین رحم کا رشتہ ہے، اگر ان دونوں عورتوں میں سے ایک کو مرد اور دوسری کو عورت مان لیا جائے تو وہ دونوں ایک دوسرے کے لیے حرام ہوں، تو ان دونوں کو جمع کرنا حرام ہوگا اور یہ اس لیے کہ اس صورت میں باہم قطع رحمی کے اسباب ہیں۔(تفسیر سعدی:1/499)

سوال 5: ﴿اِلَّا ... غَفُوْرًا رَّحِيْمًا﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿اِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ﴾ ''مگر جو پہلے ہو چکا'' یعنی جو کچھ جاہلیت میں ہو چکا اس صورت میں معاف ہے اگر اس پر قائم نہ رہیں۔(ایسر التفاسیر:250)

(2)﴿اِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا﴾ ''یقیناً اللہ تعالیٰ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے'' (i) اللہ تعالیٰ غفور ہے۔ وہ تم سے ان باتوں پر مؤاخذہ نہیں کرے گا جو زمانہ جاہلیت میں ہوئیں۔ وہ اپنی مغفرت سے تمہارے نفوس کے سارے اعمال کے آثار مٹا دے گا۔

(ii) اللہ تعالیٰ رحیم ہے۔ اس نے اپنی رحمت سے نکاح کے احکام دیے جس میں تمہارے لیے مصلحت ہے اور آپس کے رابطوں کی مضبوطی ہے تاکہ تم ایک دوسرے پر رحم کرو اور نیکی اور تقویٰ کے کاموں میں ایک دوسرے سے تعاون کرو۔ (تفسیر مراغی:2/186)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

ALNOOR-PUBLICATIONS

النور

النّورپبلیکیشنز